فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون

حلقہ فیضان غوث و خواجہ کے
علمائے اہل سنت کے فتاوی کا مستند مجموعہ

العطایا النبویہ فی الفتاوی العلویہ

المعروف

فتاوی غوث و خواجہ

جلد سوم

المرتب: حضرت قاری محمد ایوب خان یار علوی
شراوستی، یوپی

حسب فرمائش حضرت مفتی محمد رضا امجدی ہرپور واباجپٹی سیتامڑھی

ناشر

منتظمین فیضان غوث و خواجہ گروپ (واٹس ایپ)

فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون

حلقہ فیضان غوث وخواجہ کے

علمائے اہل سنت کے فتاوی کا مستند مجموعہ

العطایا النبویۃ فی الفتاوی العلویۃ

المعروف

فتاوی غوث وخواجہ

جلد سوم

مرتب: حضرت قاری محمد ایوب خان یار علوی

شراوستی، یوپی

حسب فرمائش حضرت مفتی محمد رضا امجدی ہرپوروا باجپٹی سیتامڑھی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام : فتاوی غوث وخواجہ جلد سوم

مصنفین کا نام : جملہ مجیبین فیضان غوث وخواجہ واٹس ایپ گروپ

نظر ثانی : حضرت مفتی جابر القادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ

حضرت مفتی محمد رضا امجدی دامت برکاتہم العالیہ

حضرت مفتی شہروز عالم اکرمی دامت برکاتہم العالیہ

دعائیہ کلمات : حضرت مولانا حافظ وقاری سید نظر عالم مصباحی واعظی سعادات پور سیوان بہار

تقریظ جلیل : حضرت مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم العالیہ

تقریظ جمیل : مناظر اسلام خلیفۂ سرکار تاج الشریعہ وحضور امین شریعت مفتی صوفی کلیم حنفی رضوی دامت برکاتہم العالیہ

اٰ ثر : حضرت علامہ مفتی محمد شہروز عالم اکرمی رضوی دامت برکاتہم العالیہ

تزئین کار : ماڈرن پرنٹرس ممبئی (9096590530)

پروف ریڈنگ : **جملہ مجیبین فیضان غوث وخواجہ واٹس ایپ گروپ**

سنہ اشاعت : سنہ ١٤٤۳ھ مطابق سنہ ۲۰۲۲ء

امین صدیقی مرادآبادی سے قطع تعلق کا اعلان

امین صدیقی، کرولہ، مرادآبادی نے فیضان غوث وخواجہ گروپ میں ایڈمین حضرات کو دھوکہ میں رکھکر اپنا تعارف، کہنہ مشق مفتی، کی حثیت کرایا جس کی بنا پر اسے مجیب ومصدق کی حثیت سے گروپ میں جگہ دی گئی، اس شخص نے فتاوی غوث وخواجہ جلد اول (PDF) میں، فقہ کی اہمیت، وافادیت پر ایک مضمون کسی کتاب یا رسائل سے نقل کر کے تحریر کیا ہے۔

اس لئے اس مضمون اور اس شخص سے فیضان غوث وخواجہ وفخر از ہر گروپ کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس شخص کی جتنی بھی تصدیقات وتائیدات بشکل پوسٹ فیضان غوث وخواجہ وفخر از ہر گروپ میں ہیں وہ کلعدم ہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے مجیبین حضرات اس پوسٹ کی تصدیق کسی معتبر مفتی سے کرا کر کسی کو شئر کریں، وہ شخص نہایت ہی فریبی، دھوکہ باز، جعل ساز، عیار، مکار، اور کذاب ہے۔ وہ جھوٹی ہمدردی دیکھلا کر اہل گروپ سے روپیہ مانگتا ہے

اس لئے اہل گروپ کا اس دھوکہ باز شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ اپنے افعال وکردار کا خود ذمہ دار ہے

منجانب منتظمین فیضان غوث وخواجہ گروپ

بتاریخ ۳ / ربیع النور شریف ۱۴۴۴ / یکم اکتوبر ۲۰۲۲ بروز سنیچر

عرض حال

پاسبان مسلک اعلی حضرت نباض قوم وملت ادیب شہیر وارث علوم وراثت حضرت مولانا مفتی محمد رضا امجدی دامت برکاتہم العالیہ مقیم حال دار العلوم رضویہ بڑابریار پور موتیہاری مشرقی چمپارن مقام ہرپور روا باچپٹی سیتا مڑھی بہار۔

وقت اور حالات نے ہر ایک شعبہائے زیست پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے، اور عصر جدید نے جب اپنے بال و پر کو پھیلانا شروع کیا ہے تو زندگی کے لیل ونہار انھیں پیچ وخم میں الجھ کر رہ گئے ہیں، آج شوسل میڈیا کی اہمیت وافادیت سے انکار کرنے کی گنجائش موجود نہیں ہے مگر جہاں دینی نشر واشاعت میں معاون مددگار ہے وہیں برائیوں کی آماجگاہ بھی ہے، اس لئے شوسل میڈیا کو شجر ممنوعہ سمجھ کر نظر انداز کر دینا آج کے وقت اور حالات کے تقاضے کے خلاف ہے، انھیں حالات میں علمائے اہل سنت شوسل میڈیا پر شرعی احکام کی نشر واشاعت کیلئے سرگرم عمل ہیں، جہاں غیروں نے ڈیرھ جما رکھا ہے اور وہ اپنے باطل افکار ونظریات کی ترویج واشاعت میں دن رات مگن ہیں لیکن اس بات کو ذہن نشیں رکھیں کہ نئے حالات کے جو مطالبات ہیں اسے سامنے رکھ کر اگر کام کیا جائے تو شاید ہم حالات پر قابو پاسکتے ہیں احقاق حق اور ابطال باطل کا صحیح فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔

ایک سہانی صبح تھی جب ایک نوعمر علم دین کا طالب ملت کا درد لئے ہوئے عزم وحوصلہ کی چٹان علم وآگہی سے بے پناہ شغف رکھنے والے حضرت حافظ وقاری محمد ایوب خان یارعلوی صاحب بہرائچی، اسی غور وفکر میں غوطہ زن ہو کر ۵ / ۶ / ۲۰۱۸ کو واٹس ایپ پر بنام ،،فیضان غوث وخواجہ،، شرعی مسائل کے حل کیلئے ایک گروپ تشکیل دیا تا کہ سائلین کے سوالات کے جوابات شرع کی روشنی میں دیں، اسی نہج پر ملک بیرون ملک کے جید علمائے کرام سے رابطہ کر کے انھیں گروپ میں شمولیت کی دعوت دی گئی جس کا مثبت نتیجہ سامنے آیا چند ماہ میں تقریبا دو سو پچاس علم دوست علمائے کرام وسائلین کی ایک

لمبی فہرست تیار ہوگئی ایک متحرک ،مضبوط اور مستحکم ٹیم تیار تھی جسے شوسل میڈیا پر اپنے مثبت اقدام سے اغیار کے درمیان مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت کا فریضہ انجام دینا تھا موجودہ دور جسے قحط الرجال زمانہ کہا جاتا ہے،اس وقت تحریر وقلم سے غفلت عام سی بات ہے مگر پھر بھی حاملین تحریر وقلم ناپید نہیں ہیں ، بلکہ کچھ استثنائی شخصیات آج بھی موجود ہیں جن کے جہد مسلسل کی بدولت شمع تحریر وقلم روشن وتاباں ہیں انھیں حضرات کی کوششوں کی بنا پر" فیضان غوث وخواجہ" گروپ اپنے عروج ارتقاء کے منازل کو طے کرتے ہوئے مخالف مسلک اہل سنت و جماعت کو دندان شکن جواب دے رہا ہے،

خیر مختلف اقسام کے سوالات آتے رہے اور جوابات فقہ حنفی کی روشنی میں مجیبین حضرات تحریر کرتے رہیں لیکن شروع میں تصحیح وتصدیق کا کوئی انتظام نہیں تھا جس کی وجہ سے.جوابات میں کمیاں ہوتیں تھیں اسے دور کرنے کیلئے گروپ کے صاحب رائے افراد نے باضابطہ،،مجلس شوری،،کے نام سے ایک دوسرا گروپ تشکیل دیا جس میں ،،فیضان غوث وخواجہ،، اور،،فخراز ہر،، گروپ میں جو جوابات لکھے جاتے ہیں انھیں پہلے"مجلس شوری" میں بھیج دیا جاتا ہے"مجلس شوری" میں وہ عظیم شخصیات شامل ہیں جنکی فقہی بصیرت ،فکرونظر کی گہرائی وگیرائی حزب واحتیاط میں ثقہ کا درجہ رکھتے ہیں بالخصوص مسلک اہل سنت و جماعت المعروف مسلک اعلی حضرت کی روشنی میں جوابات کی جانچ پرکھ میں مہارت تامہ حاصل ہے۔

یہ علمائے کرام جوابات کو نظر عمیق سے دیکھتے ہیں اگر کسی قسم کی کمیاں ہوتی ہیں تو اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور مجیب سے لکھے ہوئے جوابات پر حوالہ طلب کیا جاتا ہے کچھ مجیبین ومصدقین کے درمیان گرما گرم بحثیں بھی ہوتی ہیں مگر سب کچھ ادب کے دائرے میں ، پھر جوابات کو تصدیقات سے مزین کیا جاتا ہے پھر اس تصدیقات کے ساتھ بشکل پوسٹ گروپ میں بھیج دیا جاتا ہے اسی نہج پر برسوں سے کام ہورہا ہے"مجلس شوری" کے شرکاء میں کچھ ایسے افراد ہیں جو علم فقہ میں بڑی گہری نظر رکھتے ہیں بالخصوص نازش علم وفن شہر یار تحریر وقلم حضرت علامہ مفتی وقاضی شریعت ،سید شمس الحق صاحب رضوی مصباحی قاضیٔ شریعت گوا اسٹیٹ،،مفکر اسلام حضرت علامہ مفتی محمد مقصود عالم صاحب فرحت ضیائی خلیفۂ حضور تاج الشریعہ کرناٹک،،مفکر قوم وملت نبیرۂ حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد فیضان المصطفی صاحب امجدی مصباحی صدرالمدرسین جامعہ امجدیہ گھوسی ،ناشر مسلک اعلیٰ حضرت علامہ مفتی عبدالمالک مصباحی صاحب جمشید پور جھارکھنڈ ،حضرت علامہ مفتی محمد جابر القادری صاحب جمشید پور جھارکھنڈ،حضرت

علامہ مفتی محمد اظہار صاحب مصباحی بائسی پورنیہ، یہ وہ متبحر شخصیات ہیں جو مجلس شوری میں اپنے قیمتی اوقات دیکر جوابات کی تصحیح وتصدیق کرتے ہیں ان کے علاوہ اور بھی محترم شخصیات ہیں جن کی ایک لمبی فہرست ہے ان تمام حضرات کے منتظمین فیضان غوث وخواجہ گروپ کے سارے علمائے کرام ممنون ومشکور رہیں اور دعا گو ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ بطفیل مصطفی علیہ التحیۃ والثناء ان کے علم وعمل میں بے پناہ برکتیں عطاء فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین

اور منتظمین گروپ امید واثق کرتے ہیں ایسے ہی ان معتبر ومستند شخصیات ہمیشہ ہماری رہنمائی فرماتے رہیں گے پھر گروپ کے احباب کی جانب سے یہ مطالبہ سامنے آیا کہ،، فیضان غوث وخواجہ،، گروپ میں جتنے سوالات کے جوابات لکھے گئے ہیں انھیں pdf کی شکل دی جائے یہ مطالبہ بار بار کئی مہینے تک جاری رہا مگر اس پر کام کرنے کی

ہمت وجرأت نہیں ہو رہی تھی کہ آپ جانتے ہیں کسی کتاب کو ترتیب دینا کتنا مشکل امر ہے اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جو اس پر خار راہ کی آبلہ پائی کی ہو ترتیب، نظر ثانی، کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے مراحل کو طے کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے کئی مہینے کی عرق ریزی جدوجہد، محنت ومشقت کے بعد کوئی کتاب منصہ شہود پر آتی ہے۔

اس لئے اہل گروپ سنی ان سنی کرتے رہے مگر مطالبہ بھی بڑھتا گیا یہاں تک کہ بے سروسامانی کے عالم میں صرف اللہ تبارک وتعالی ورسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر توکل وبھروسہ کرتے ہوئے فیضان غوث وخواجہ کے جوابات کو PDF کی شکل دینے کیلئے تیار ہو گئے سارے پوسٹ کو یکجا کرکے باب در باب تقسیم کیا گیا تو پتہ چلا کہ چار ضخیم جلدوں میں پی ڈی ایف بنے گی اب دوسرا مرحلہ رقم کی فراہمی کا تھا جسے اہلیان گروپ نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ اپنی جیب خاص سے اکٹھا کرنا شروع کیا اور سبھی ممبران بڑھ چڑھ کر حصہ لئے اور سب سے زیادہ مسرت وشادمانی اس وقت ہوئی جب ہماری جماعت کے جید عالم دین محب محترم حضرت علامہ عبد المبین صاحب قبلہ امجدی مصباحی استاذ جامعہ امجدیہ گھوسی نے اپنی جیب خاص سے ۵۰۰۰ / پانچ ہزار روپئے کی خطیر رقم پیش کی اسطرح چند دنوں میں رقم کا دشوارکن مسئلہ بھی حل ہوگیا اس کے لئے منتظمین گروپ ان تمام حضرات کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں اللہ تعالی انکے علم وعمل اور کاروبار میں بے پناہ برکتیں عطاء فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین

مگر پھر سارے پوسٹ کو باب در باب تقسیم کے بعد نظر ثانی کا اہم دشوار کن اور مشکل ترین مرحلہ تھا ،ملک و بیرون ملک کے طول وعرض میں ارباب حل عقد سے رابطہ قائم کیا گیا تو کچھ جگہوں سے حوصلہ افزا جواب ملے کچھ جگہوں سے مایوس کن خیر کئی محترم و معظم شخصیتیں فتاوی کی نظر ثانی کیلئے راضی ہوگئیں جس سے بہت بڑی مشکلیں آسان ہوئیں کئی مہینوں کی جد و جہد محنت و مشقت پیہم اسرار و کوشش کے بعد نظر ثانی کا کام پایہ تکمیل کو پہنچا پھر کمپوزنگ کا مرحلہ شروع ہوا تو کئی دشواریاں منہ پھاڑے کھڑی تھیں ان دقتوں کو بحسن وخوبی دور کرنے کے بعد چند ایسے معتبر عالم و مفتی کی ضرورت تھی جو عرق ریزی کے ساتھ پروف ریڈنگ کر سکے جلدسوم کی نظر ثانی ،،کتاب الطلاق تا باب النسب حضرت مولانا مفتی محمد جابر القادری صاحب جمشید پوری اور کتاب الذبائح تا کتاب السلام حضرت مولانا مفتی محمد شہروز صاحب قبلہ نے کیں ہیں اور باب الیمین والنذور تا باب الاکل والشرب احقر العباد (محمد رضا امجدی) کے سپرد احباب نے کیا ان دونوں معتبر عالم دین نے ہماری گزارشات پر اپنے قیمتی اوقات دیکر پروف ریڈنگ کے ساتھ اپنے تاثرات سے بھی نوازیں ہیں ،ہماری ٹیم شکر گزار ہے ان تمام مؤقر حضرات کا جنھوں نے نظر ثانی ، پروف ریڈنگ اور کسی بھی طرح کا تعاون کیا ہے اللہ تعالی ان کے علم وعمر وصحت ورزق میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے امین بجاہ سید المرسلینی ڈی ایف کا نام گروپ کے صاحب الرائے احباب نے باہم صلاح ومشورہ سے مشہور زمانہ ولی کامل شعیب الاولیاء شیخ المشائخ پیر طریقت حضرت علامہ سیدنا الشاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ والرضوان ۱۳۰۷ھ وصال ۲۲ / محرم الحرام ۱۳۸۷ھ کی جانب منسوب کرتے ہوئے "العطایا النبویہ فی الفتاوی العلویہ" المعروف فتاوی غوث وخواجہ تجویز کیا ہے۔

خیال رہے یہ سارے کام موبائل کے اسکین پر ہی ہوئے ہیں پھر بھی منتظمین گروپ نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ پی ،ڈی ایف میں کسی قسم کی علمی سقم ، غلطیاں نہ رہ جائے مگر ہارڈ پیپر دیکھنے اور موبائل اسکین میں بڑا فرق ہوتا ہے اس لئے میں تمام اہل علم سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر pdf میں کسی قسم کی علمی سقم ،لفظی یا معنوی غلطی یا خطا پر مطلع ہوں تو طعن وتشنیع کے جملے استعمال کرنے کے بجائے " تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" اور " اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَة" کے جذبے کے تحت مطلع فرمائیں ہم متشکر وممنون ہونگے ہم احسان مند ہیں مفکر ملت مناظر اسلام حضرت علامہ سید نظر عالم صاحب مصباحی کے جنھوں نے،، دعائیہ کلمات،،تحریر فرما کر اہلیان گروپ کے حوصلے کو بلند کیا۔

اللہ تبارک وتعالی ان سب حضرات کا سایۂ عاطفت تادیر قائم ودائم رکھے اوران کے علمی فیوض وبرکات سے ہمیں مستفیض ومستنیر فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین بے حد ناسپاسی ہوگی اگر ہم حضرت قاری عبدالقادر رضوی صاحب حضرت قاری رضوان خان صاحب ،حضرت قاری مبارک حسین نظامی ، فیضان غوث وخواجہ گروپ کے ابتدائی مرحلہ میں بہت زیادہ محنت ومشقت کرکے پوسٹ کی تیاری کرتے تھے اور گروپ کے برہم زلفوں کوخون جگر دیکرسنوارا کرتے تھے اور اس موقعہ پر میں کیسے بھول سکتا ہوں عالم جلیل فاضل نبیل حضرت علامہ محمد مظہر علی رضوی صاحب قبلہ مدرسہ غوثیہ حبیبیہ دربھنگہ بہار،کو جو ہر صبح بلاغہ غوثیہ کلینڈر، بھیجتے ہیں اور ہر مشکل وقت میں گروپ میں اپنی بے پناہ صلاحیتوں کے ساتھ موجودگی کا احساس دلاتے رہتے ہیں، اگر میں بانی گروپ حضرت حافظ وقاری محمد ایوب خان یارعلوی صاحب کا تذکرہ نہ کروں تو بہت بڑی زیادتی ہوگی جو دین کے بےلوث خادم ہیں اخلاق واوصاف میں سنجیدہ ومتین کم سخن شگفتہ مزاج اورمرنجاں مرنج شرست کے مالک ہیں جنھوں اپنی حیات کے قیمتی لمحات کا ایک ایک لمحہ وقف کردیااورگروپ کے علمائے کرام،نظرثانی ،پروف ریڈنگ کرنے والے ہر اشخاص کے ساتھ مضبوط ومستحکم رابطہ میں رہئے اورایک ایک شخصیت سے متعدد مرتبہ رابطہ کیا مسلسل کئی مہنوں تک تب جا کر یہ pdf آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے اللہ تبارک وتعالی جملہ احباب گروپ اورنظرثانی ،پروف ریڈنگ تصحیح وتصدیق ومخلصین ومحبین کو دارین کی سعادتیں عطافرمائے،اس عظیم کاوش کو قبول ومقبول فرما کرلوگوں کی رشد وہدایت کا ذریعہ بنائے اورگروپ کے مجیبین ومصدقین وممبران کیلئے نجات اخروی کا وسیلہ ہو آمین بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ وبارك وسلم،،گرقبول افتد زہےعزوشرف

ازقلم محمد رضاامجدی .قاضی شریعت ادارہ شرعیہ موتیہاری ودارالعلوم رضویہ بڑابریارپور موتیہاری مشرقی چمپارن بہار مقام ہرپوروا باچپٹی سیتامڑھی بہار

بتاریخ ۵ / ذوالقعدہ شریف مطابق ۶ / جون/ ۲۰۲۲ بروز پیر

موبائل 8233295095947025817 7

کلمات دعائیه

پیر طریقت رہبر شریعت پاسبان مسلک اعلی حضرت،حضرت مولانا حافظ وقاری سید نظر عالم مصباحی واعظی ولی عہد خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ واعظیہ سعادات پورسیوان بہار۔

مسلمانوں کی رہنمائی اللہ ورسول کی جانب سے علماء پر فرض ہے،دن ہو یا رات،سفر ہو یا حضر ہر حال میں علماء حق اس اہم فریضے کی ادائیگی میں پوری تندہی سے لگے رہتے ہیں ۔تقریر وتحریر اور فتوی نویسی اسی اہم ذمہ داری کی خوبصورت اور بڑی اہم کڑیاہیں ۔زمانہ قدیم سے لے کر ماضی قریب تک میں جب علماء مشائخ کاکسی علاقے میں ورود ہوتا تو مسلمانوں کی خوشیاں قابل دید ہوا کرتی تھیں ساتھ ہی مسائل پوچھنے،سیکھنے اور سمجھنے کی جوللک تھی حیرت انگیز ہوا کرتی تھی ۔مدتوں لوگ اپنے مسائل اپنے سینے میں دبا کر رکھتے جب کسی عالم سے ملاقات ہوتی تو اپنے مسائل ان سے دریافت کرتے ۔لیکن اب انٹرنیٹ کی جدید سہولتوں نے جہاں رشتوں میں دوریاں پیدا کی ہیں وہیں انسانوں کو انسان سے قریب تر کر دیا ہے ۔خاص کر جدید ذہنیت نے پوری دنیا کو اپنی مٹھی میں سمیٹ لیا ہے ۔اپنی ضرورت کی چیزیں کسی بھی لمحے حاصل کی جاتی ہے تو ذاتی نوعیت کے مسائل کا تسلی بخش جواب بھی بڑی آسانی سے کم وقتوں میں حاصل کیا جارہا ہے ۔

انٹرنیٹ کی سہولت سے جہاں دنیا کے دیگر اسکالرز فائدہ اٹھارہے ہیں وہیں عالم اسلام کے ذمہ دار علماء ومفتیان کرام بھی انسانی ذہن کی اس انوکھی اختراع سے مکمل استفادہ کررہے ہیں ۔ اس کا سب سے زیادہ فایدہ عام اردو خواں مسلمانوں کو حاصل ہوتا ہے کہ انہیں ہاتھوں ہاتھ اسلامی احکام سے آشنائی حاصل ہوجاتی ہے ۔علماء،طلبہ اور اہل اردو کے اہل فہم طبقے کی اس پیش رفت کی بدولت بہت سے جدید مسائل بھی حل ہوئے اور بے شمار ذی صلاحیت علماء ومفتیان عظام کو اپنی صلاحیت کا بھرپور مظاہرہ کرنے کا بھی موقع میسر آیا۔نتیجے میں فقہ وفتاویٰ کی ای بک یعنی پی ڈی ایف فائل کاایک معتدبہ ذخیرہ عالم وجود میں اپنی جلوہ سامانیوں کے ساتھ ہمیں دعوت مطالعہ دے رہا ہے ۔فتاوی غوث خواجہ"

ان ہی اہم فتاووں میں سے ایک ہے جو آن لائن سوالوں کے جوابات دینے کے بعد معرض وجود میں آئے۔

فتاوی غوث خواجہ کے مرتب قاری محمد ایوب خان یارعلوی ہیں جنہوں نے بڑی محنت، جاں فشانی اورعرق ریزی کے ساتھ اس مجموعے کو مرتب کیا ہے۔اس کی پہلی جلد اس سے پہلے شائع کی جا چکی ہے۔یہ دوسری جلد ہے۔فتوے کی اپنی زبان اور اپنی مخصوص اصطلاحات ہوتی ہیں جس کی وجہ سے بسا اوقات دقیق فتاوے اہل علم کے لیے ناقابل فہم ہو جاتے ہیں لیکن فتاوی غوث وخواجہ کی خاصیت یہ ہے کہ دقیق سے دقیق مسائل کو بھی آسان لب و لہجے میں قاری کو سمجھانے میں کامیاب ہے۔ہر قاری اس کتاب سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے اس کے مآخذ ومراجع سے مراجعت بھی کرسکتا ہے۔ شرعی مسائل سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے ۔یہ ضروری نہیں ہے کہ ثقیل الفہم جملوں کی بوچھار میں ہی سیکھے اگر قاری صاحب جیسے ذی علم علماء اسے عام فہم بنا کر سمجھانے پر قدرت رکھتے ہیں تو ہمیں ان کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اللہ نے اپنے اس بندے کو اس خاص وصف سے نوازا ہے۔

مفتی محمد رضا امجدی ایک فعال اور متحرک عالم دین ہیں۔دین وسنیت کے حوالے وسیع القلب اور بڑے ہمدرد ہیں۔امجدی صاحب کا فتاوی غوث وخواجہ کی ترتیب،تالیف اور تنقیح میں بڑا حصہ ہے۔بڑے ذی صلاحیت استاذ ہیں اور مستحضر مفتی بھی ہیں۔ اللہ تعالی ایسے عالموں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور دنیا وآخرت کی بھلائیوں سے نوازے۔

امید علماء،طلبہ اور دین دار اہل اردو کا طبقہ فتوی کی اس سنجیدہ کتاب سے بھرپور استفادہ کریں گے اور مرتب وناشر کے حق میں دعا خیر بھی کریں گے۔

دعا گو سید نظر عالم قادری مصباحی۔ولیعہد۔خانقاہ قادریہ واعظیہ حسینہ سادات پور مقدسہ ضلع سیوان بہار۔۱۰ شوال المکرم ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۲/مئی ۲۰۲۲

تأثر

صاحب فتاوی اکرمی حضرت علامہ مفتی محمد شہروز عالم اکرمی رضوی الافتاء وشیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ حبیبیہ فیل خانہ ہوڑہ بنگال۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد

ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قطعی حکم ملا ہے کہ اپنے قول وعمل کے متعلق اگر اسے معلوم نہیں کہ قانون خداوندی کہاں تک اس کی اجازت دیتا ہے اور اجازت کی صورت میں اس کے کیا حدود ہیں تو اس کو اپنے عقلی گھوڑے دوڑانے کے بجائے اس کے لیے لازم ہے کہ،، فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ " پر عمل پیرا ہو کر قانون کے ان واقف اور تجربہ کاروں سے رجوع کرے

فتوی کی تعریف المعجم الوسیط نے یوں کیا ہے،، الجواب عما يشكل من المسائل الشرعية او القانونية،، یعنی فتویٰ سے مراد وہ جواب ہے جو کسی مشکل شرعی یا قانونی مسئلہ میں دیا جاتا ہے۔

تحقیق وجستجو اور باہمی مفاہمت انسانی زندگی کا ایک اہم عنصر اور بنیادی حصہ ہے اور یہ سلسلہ روز اول سے شروع ہوا قیامت تک جاری رہے گا اسی فہم ومفاہمت، تحقیق وجستجو، طلب ودریافت کو علم وفن کی اصطلاح میں،، فقہ وافتاء،، سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے ماہرین کو فقیہ ومفتی کہتے ہیں۔

فقیہ پھر یہ کہ مفتی کا اطلاق دور قدیم مجتہد مطلق پر ہوتا تھا جب مجتہدین فقہاء کا زمانہ ختم ہوا اور دور تقلید شروع ہوا تو ان مجتہدین مطلق کے مستنبط اور اجتہادی مسائل کو عوام الناس سے بیان کرنے اور نقل کرنے کو فتویٰ سے تعبیر کیا جانے لگا برصغیر میں فتوی نویسی کا سلسلہ چوتھی صدی ھجری کے بعد اس وقت شروع ہوا جب براعظم میں آزاد سلطنتیں قائم ہوئی تھی جگہ جگہ مساجد ومدارس قائم ہونے اور علماء کرام نے

باقاعدہ اس کی ذمہ داری نبھانا شروع کیا ہندو پاک میں مسلم بادشاہوں کے ذریعے بھی کافی کتب فتاویٰ وجود میں آئیں جس کی جیتی جاگتی مثال فتاویٰ تاتارخانیہ، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ ہیں ان میں موخرالذکر کو ہندوستان میں کافی شہرت ومقبولیت حاصل ہے پھر یہ نہ رکنے والا سلسلہ چل پڑا اور ہمارے علماء ومفتیان کرام نت نئے پیدا شدہ مسائل کو حل کرنے میں مصروف عمل ہیں جب سے واٹس آپ کا دور چلا تب سے سوالات وجوہات کا سلسلہ مزید وسیع تر ہوتا گیا اسی سلسلے کی ایک کڑی زیر نظر کتاب،، فتاویٰ غوث وخواجہ،، ہے جو متفرق امصار سے بذریعہ شوشل میڈیا سوالات ہوتے گئے اور باوقار مفتیان کرام اس کے جوابات دیتے گئے۔

ماشاءاللہ تمام جوابات نہایت ہی مدلل ومفصل اور سلیس انداز میں پیش کیا گیا ہے فقیر نے کتاب الذبائح سے کتاب السلام تک نفس مسئلہ کا مطالعہ کیا ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ بہت ہی عمدہ پایا مولی کریم اس کتاب کو مقبول عام وخاص بنانے۔آمین،وما توفیقی الا باللہ۔

کتبہ

فقیر محمد شہروز عالم اکرمی عفی عنہ

خادم الافتاء وشیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ حبیبیہ فیل خانہ ہوڑہ بنگال۔

تقریظ جمیل

عطائے سرکارِامامِ اعظم غازی اہلسنت مناظر اسلام خلیفۂ سرکار تاج الشریعہ وحضور امین شریعت مفتی صوفی کلیم حنفی رضوی مدظلہ النورانی ممبئی۔

حامدا مصلیا

امابعد، ابھی چند روز قبل مولانا قاری عبید اللہ حنفی رضوی سلمہ بذریعے واٹس ایپ ایک pdf بنام فتاویٰ غوث وخواجہ موصول ہوئی!

یہ مختلف فتاوٰں کا ایک حسین گلدستہ ہے جس کو خال خال دیکھا ماشاءاللہ مجیبین گروپ نے سائلین کے سوالات کے بہت ہی مدلل ومبرہن جوابات دیئے ہیں ابتدائی اوراق میں چند مستند و معتبر ومشہور معروف علماء ذوی الاحترام کے تقریظات مقدسہ و ء اَثرات وتصدیقات وغیرہ بھی نظر سے گزری جن سے کتاب ھذا کی اہمیت کا خوب اندازہ ہوتا ہے لہذا یہ اہلسنت کا ایک عظیم سرمایہ ہے جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا آنی والی نسلیں اس سے خوب خوب مستفیض ہوتی رہیں گی!

فتاوی غوث وخواجہ کے جوابات کی ایک خصوصیت وخوبی یہ بھی ہے کہ گروپ کے مفتیانِ کرام نے عام فہم زبان وآسان انداز کو اختیار کیا ہے جو دورحاضر کی عوام کی خستہ حالت کو دیکھتے ہوئے جس کی اہم ضرورت ہے!

میں دل کے اتھاہ گہرایوں سے گروپ کے مجیبین ومرتبین ومعاونین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں رب قدیر بجاہ سید المرسلین ﷺ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول ومحبوب فرمائے اور اہل گروپ کے علم وعمل میں برکتیں عطائے اور مزید دینی جزبہ عطا فرمائے!

سائل امامِ اعظم محمد کلیم حنفی رضوی غفرلہ القوی
قصر ابوحنیفہ کرلا (مغرب) ممبئی-۷۰ مہاراشٹر الھند 9820672770.

تقریظ جلیل

پیر طریقت استاذ العلماء، شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی نقشبندی مجددی معصومی قادری مدظلہ شیخ الحدیث ورئیس دار الإفتاء النور، جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان کراچی

افتاء فقہ اسلامی کا ایک شعبہ ہے اور لغت میں اس کے معنی مطلق جواب دینا یا کسی حکم کا جواب دینا ہے جیسا کہ امام راغب اصفہانی نے اپنی ''مفردات'' میں لکھا ہے، اور اصطلاح شرع میں افتاء کا معنی حکم شرع اور فیصلہ سنانا ہے۔

چنانچہ رد المحتار میں ہے: ال إفتاء: فإنه إفادة الحکم الشرعی"

یعنی، فتوی دینا حکم شرعی سے آگاہ کرنا ہے۔

اور فتاوی رضویہ میں ہے: إنما الإفتاء أن تعتمد علی شیء و تبین لسائلك أن هذا حکم شرعي بيني:

فتوی یہ ہے کہ تو کسی شے پر اعتماد کرے اور تو سائل کو بتادے کہ یہ حکم شرعی ہے۔ ویسے فتاوی اور کتب فتاوی کی تاریخ بہت طویل ہے، لیکن مختصراً یہ ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں خوش نصیب لوگ بارگاہ رسالت میں اپنے سوالات پیش کرکے نور ہدایت کا فیض حاصل کرتے تھے۔ جبکہ بعد کے ادوار میں صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور علمائے کاملین نے اس اہم فریضے کو سرانجام دیا کہ امت مسلمہ اپنی دینی علمی پیاس بجھانے کے واسطے ان کے پاس حاضر ہوتے رہے اور یہ اہل علم وفضل ان کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے، جس پر شاہد لاکھوں صفحات پر مشتمل اسلامی کتب ہیں۔ اور یہ وہ طبقہ ہے جس کو امت کی رہبری کیلئے من جانب اللہ منتخب کرلیا جاتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ۔ (صحیح البخاری)

یعنی اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا عالم بناتا ہے۔

اور بحمدہ تعالی فی زمانہ سوشل میڈیا کے ذریعے علم دین کا حصول انتہائی آسان ہوگیا ہے کہ جس

جواب کیلئے مہینوں انتظار کا سامنا کرنا پڑتا تھا وہ اب منٹوں میں حاصل ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے سبب تبلیغ دین کی آسان راہیں ہموار ہوگئی ہیں، بس اس کے صحیح و درست استعمال کی حاجت ہے۔

اور زیر نظر مجموعہ فتاوی بنام" فتاوی غوث وخواجہ" اس کی ایک جھلک ہے کہ یہ سوشل میڈیا پر آئے ہوئے سوالات کے جوابات پر مشتمل ہیں، جس میں مختلف علمائے دین ومفتیان کرام کے فتاوی بمع اکابرین کی تصدیقات کے موجود ہیں۔ فقیر ان فتاوی کا بالاستیعاب مطالعہ تو نہ کرسکا لیکن بعض مقامات سے دیکھا اور پڑھا تو بفضلہ تعالی قرآن واحادیث اور فقہ کے حوالہ جات سے مرتب ومزین اور سہل پایا اور آجکل ضرورت بھی اس امر کی ہے کہ عوام الناس کو گہرے علمی نکات بیان کرنے کے بجائے خوشگوار اور سادہ الفاظ کے ذریعے پیغام اسلام کو عام کیا جائے اور ویسے ہی لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرنا چاہیے تاکہ انہیں سمجھنے میں کسی قسم کی دقت و پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے بلکہ وہ اسے با آسانی سمجھ سکیں۔

بہر حال یہ اہل علم قابل مبارک باد اور قابل تقلید وتحسین ہیں کہ اس مشکل اور اہم فریضے کو سرانجام دینے میں مصروف عمل ہیں۔ مولی تعالی ان سب کو صحت وعافیت کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے اور ان سب کے قلم میں مزید برکتیں دے اور انہیں خطا ولغزش اور نسیان سے مامون ومحفوظ رکھے اور ان کی علمی کاوشوں کو اپنے پیارے محبوب حضرت محمد مصطفی احمد مجتبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے صدقے طفیل اپنے دربار میں قبول فرمائے اور عوام وخواص کے حق میں نافع بنائے اور جنہوں نے بھی ان فتاوی کو منظر عام پر لانے میں جس طرح بھی جد وجہد اور معاونت کی ہے، ان سب کی سعی کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور انہیں مزید خدمت دین کا شوق اور جذبہ عطا فرمائے اور ان کے رزق حلال میں خوب برکتیں وسعتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الأمین صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم

کتبہ:

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم الحدیث والافتاء بجامعۃ النور پاکستان، کراچی

اسمائے مصدقین

- خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی سید شمس الحق برکاتی مصباحی صاحب قبلہ سابق قاضی گووا
- حضرت مفتی محمد عطاء اللہ النعیمی صاحب قبلہ خادم الحدیث والافتاء بجامعۃ النور جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) کراچی
- حضرت مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی خلیفۂ حضور تاج الشریعہ ومحدث کبیر وصدر مفتی فخراز ہر دارالافتاء والقضاء وسرپرست جماعت رضائے مصطفی برانچ ہاسپیٹ کرناٹک الھند
- سراج العلماء شرف ملت حضرت مفتی شرف الدین رضوی صاحب قبلہ شیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ حبیبیہ فیل خانہ ہوڑہ بنگال
- حضرت مفتی محمد شہروز عالم رضوی اکرمی خادم التدریس والافتاء دارالعلوم قادریہ حبیبیہ فیل خانہ ہوڑہ کلکتہ بنگال؛
- حضرت مفتی محمد رضا امجدی صاحب قبلہ دارالعلوم رضویہ بڑا بریار پور مشرقی چمپارن بہار مقام ہرپورواباچپٹی سیتامڑھی بہار
- حضرت مفتی محمد جابرالقادری رضوی صاحب قبلہ پارسبنی، بوکارو، جھارکھنڈ مقیم حال، خطیب وامام رحمتِ عالم مسجد، ملت نگر، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ
- حضرت مفتی اظہار مصباحی صاحب قبلہ سکونت ہرنتوڑ پوسٹ بائسی بازار ضلع پورنیہ بہار مقیم حال الجامعۃ الرضویہ بیل بازار کلیان ضلع تھانے مہاراشٹر

اسمائے مجیبین

حضرت مفتی محمد جعفر علی صدیقی رضوی صاحب قبلہ کرلوسکرواڑی سانگلی مہاراشٹر
حضرت مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی خلیفۂ حضور تاج الشریعہ ومحدث کبیر وصدر مفتی فخراز ہر دارالافتاء والقضاء وسرپرست اعلیٰ جماعت رضائے مصطفی برانچ ہاسپیٹ کرناٹک الھند
حضرت مفتی محمد رضا امجدی صاحب قبلہ دارالعلوم رضویہ بڑا بریار پور مشرقی چمپارن بہار مقام ہرپوروا باچپٹی سیتامڑھی بہار
حضرت مفتی محمد ثناء اللہ خان ثناء القادری صاحب قبلہ مڑپا شریف سیتامڑھی بہار
حضرت مفتی شان محمد مصباحی قادری صاحب قبلہ فرخ آباد یوپی
حضرت مفتی اسرار احمد نوری بریلوی صاحب قبلہ خادم التدریس والافتاء مدرسہ عربیہ اہل سنت فیض العلوم کالا ڈھونگی ضلع نینی تال اتراکھنڈ
حضرت مفتی الفاظ قریشی نجمی صاحب قبلہ کرناٹک
حضرت مفتی مشیر اسد صاحب قبلہ پورنیہ بہار مقیم حال ممبئی
حضرت مفتی محمد مظہر حسین سعدی رضوی خادم شمس العلماء دارالافتاء والقضاء، جامعہ اسلامیہ میرا روڈ ممبئی، متوطن: نل باڑی سونا پور ہاٹ، اتر دیناجپور بنگال
حضرت مولانا مفتی محمد رضاء اللہ نقشبندی نائب مفتی دارالعلوم رضویہ بڑا بریار پور موتیہاری مشرقی چمپارن
حضرت مولانا مفتی وصی صاحب قبلہ مفتئ شہر بھساول ساکن بہرائچ شریف یوپی
حضرت مولانا کریم اللہ رضوی خادم التدریس دارالعلوم مخدومیہ اوشیورہ برج جوگیشوری ممبئی
حضرت مولانا ابوحنیفہ محمد اکبر اشرفی رضوی صاحب قبلہ، مانخورد ممبئی
حضرت مولانا امجد رضا امجدی صاحب قبلہ پٹھن پورہ سیتامڑھی بہار
حضرت مولانا محمد مظہر علی رضوی صاحب قبلہ خادم التدریس مدرسہ غوثیہ حبیبیہ بریل دربھنگہ بہار
حضرت مولانا محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی صاحب خادم التدریس دارالعلوم رضویہ قادریہ سمستیپورا مشرکھ چھپرہ بہار

حضرت مولانا ابو الاحسان محمد مشتاق احمد قادری رضوی صاحب قبلہ ساکن دیوری ارجی ضلع سدھارتھ نگر یوپی خطیب و امام نگینہ مسجد مہاراشٹر

حضرت مولانا فداء المصطفی صمدی انفاسی صاحب قبلہ رتوارہ چندن، پوسٹ پاروتھانہ سریاں ضلع مظفر پور،، بہار

حضرت مولانا محمد مشاہد رضا حشمتی صاحب قبلہ خادم التدریس جامعتہ ریاض الجنتہ رام پور کیمری

حضرت مولانا محمد معصوم رضا نوریؔ صاحب قبلہ مہواڈھار نزد پیپربازار پوسٹ مہدیہ ضلع بلرام پور

حضرت مولانا محمد راشد مکی صاحب قبلہ گرام ملک پور کٹیہار بہار

حضرت مولانا محمد اسماعیل رضا امجدی صاحب قبلہ گونڈوی یوپی

حضرت مولانا محمد اختر رضا قادری رضوی صاحب قبلہ نیپال گنجوی ناظم اعلی مدرسہ فیض العلوم خطیب و امام نیپالی سنی جامع مسجد سرکھیت (نیپال)

حضرت مولانا عبید اللہ رضوی بریلوی صاحب قبلہ خادم التدریس جامعہ عربیہ فیض الرسول و امام سنی رضا جامع مسجد قصبہ رچھا ضلع بریلی شریف

حضرت مولانا محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی عفی عنہ دارالعلوم اہلسنت محی الاسلام بتھریا کلاں ڈومریا گنج سدھارتھ نگر یوپی

حضرت مولانا محمد عمر علی قادری صاحب قبلہ اسلام پور خادم التدریس مدرسہ بحر العلوم قادریہ باتھ اصلی سیتا مڑھی بہار

حضرت مولانا محمد سلطان رضا شمسی صاحب قبلہ کشمیری جامع مسجد کاٹھمانڈو نیپال

حضرت مولانا اشفاق عطاری صاحب قبلہ نیپال

حضرت مولانا محمد ریحان رضا رضوی صاحب قبلہ فرحاباڑی ٹیڑھا گاچھ بہادر گنج ضلع کشن گنج بہار

حضرت مولانا محمد عامل رضا خان المعروف ضیاء انجم قادری صاحب قبلہ لکھیم پور یوپی

حضرت مولانا ابصار رضا مرکزی صاحب قبلہ بائسی پورنیہ بہار

حضرت مولانا محمد الطاف حسین قادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی خادم التدریس دارالعلوم غوث والوری ڈانگا لکھیم پور کھیری یوپی

حضرت مولانا محمد انور رضا صاحب قبلہ پیاگ پور بہرائچ شریف یوپی

اجمالی فہرست

فہرست مضامین

(طلاق کا بیان)

زید نے کہا تو" آزاد ہے" پھر کہا تجھے طلاق" پھر کہا تو چلی جا" تو کونسی طلاق واقع ہوئی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: مفتیان کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ زید نے لڑائی جھگڑے میں اپنی بیوی ہندہ سے کہا، تو آزاد ہے، پھر کہا تجھے طلاق ہے، پھر کہا تو چلی جا، تینوں جملوں سے طلاق مراد لیا تو اس صورت میں اس کی بیوی ہندہ پر کتنی طلاقیں واقع ہوئیں جواب عطا فرمائیں. بہت مہربانی ہوگی۔ سائل محمد آصف مصطفائی مکرانہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

غصہ کی حالت میں زید کا جملہ" تو آزاد ہے" سے ہندہ پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی،، جیسا کہ شرح وقایہ ثانی ودیگر کتب فقہ میں ہے۔

" و نحو اعتدی و استبرء رحمك. أنت واحدة. أنت حرة لا يحتمل الردو السب

" یعنی " انت حرۃ "تو آزاد ہے۔ اور اسی معنی کر" تو میری طرف سے آزاد ہے" ایسا کنایہ لفظ ہے، جورد کرنے اور گالی دینے کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔ اب اگر ایسا لفظ کوئی اپنی بیوی کے لئے حالت غضب وغصہ میں استعمال کرتا ہے، تو بغیر نیت طلاق کے بھی، طلاق بائن پڑ جائیگی۔

اور شرح وقایہ ثانی میں ہے:

و فی حالة الغضب يتوقف الأولان أی ما يصلح ردا و ما يصلح سبا على النية. و اما القسم الأخير و هو ما لا يصلح ردا ولا سبا يقع به الطلاق وإن لم ينو " (باب ایقاع الطلاق ص ۷۸ / ۷۹ قبیل باب التفویض)

ایسا ہی بہار شریعت میں ہے الفاظ کنایہ سے طلاق واقع ہونے میں یہ شرط ہے کہ نیت طلاق ہو

یا حالت بتاتی ہو کہ طلاق مراد ہے یعنی پیشتر طلاق کا ذکر تھا یا غصہ میں کہا۔ کنایہ کے الفاظ تین طرح کے ہیں۔ بعض میں سوال رد کرنے کا احتمال ہے، بعض میں گالی کا احتمال ہے اور بعض میں نہ یہ ہے نہ وہ، بلکہ جواب کے لیے متعین ہیں۔ اگر رد کا احتمال ہے تو مطلقاً ہر حال میں نیت کی حاجت ہے بغیر نیتِ طلاق نہیں اور جن میں گالی کا احتمال ہے اُن سے طلاق ہونا خوشی اور غضب میں نیت پر موقوف ہے اور طلاق کا ذکر تھا تو نیت کی ضرورت نہیں اور تیسری صورت یعنی جو فقط جواب ہو تو خوشی میں نیت ضروری ہے اور غضب و مذاکرہ کے وقت بغیر نیت بھی طلاق واقع ہے۔ (حصہ ۸ ص ۱۲۸)

پھر زید کے دوسرے جملے سے "تجھے طلاق ہے" اس سے بھی ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی تو بائن اور رجعی سے ملکر ہندہ پر دو طلاق بائن واقع ہو گئیں پھر زید کے تیسرے جملے سے "تو چلی جا" سے بھی ایک طلاق بائن ہو کر اب ہندہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہو گئیں ہندہ زید کے نکاح میں نہ رہی فوراً دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو جائے۔

قال اللہ تعالیٰ " فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعۡدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهُۥ " اگر زید ہندہ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو بعد عدت کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرے شوہر ثانی اس سے ہمبستری کرے پھر ہندہ کو طلاق دے یا مر جائے ہندہ عدت گزارنے کے بعد شوہر ثانی سے نکاح کر سکتی ہے اگر شوہر ثانی نے ہندہ سے ہمبستری نہیں کیا اور طلاق دے دیا زید سے نکاح ہرگز نہیں ہو سکتا۔ (فتاوی فقیہ ملت جلد دوم ص ۸)

لہٰذا اگر بیوی غیر مدخولہ ہے (شوہر ہمبستری نہیں کی) تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی باقی دو لغو (بیکار) ہو جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بہار شریعت حصہ ۸)

کتبــــــہ

محمد ایوب خان یارعلوی ۲۶ دسمبر ۲۰۲۱ عیسوی بروز اتوار

کیا حالت حمل طلاق واقع ہو جائے گی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ حالت حمل میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں جواب عنایت فرمادیں۔ المستفتی محمد جاوید رضا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــالی

طلاق واقع ہوجائیگی ،عورت کا حاملہ ہونا منافی طلاق نہیں ، یہ محض جاہلانہ خیال ہیں ،قرآن وحدیث کا یہی حکم ہے،اور یہی چاروں اماموں کا مذہب ہے۔اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے:

"اَسۡکِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ وَلَا تُضَآرُّوۡهُنَّ لِتُضَيِّقُوۡا عَلَيۡهِنَّ ؕ وَاِنۡ كُنَّ اُولَاتِ حَمۡلٍ فَاَنۡفِقُوۡا عَلَيۡهِنَّ حَتّٰى يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ۚ"

یعنی عدت والی عورتوں کو وہاں رہائش دو جہاں تم خود رہائش رکھتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق، اوران کو تنگی دے کر ضررمت پہنچاؤ، پھر اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو خرچہ دو تاوقتیکہ وہ بچے کو جنم دیں۔

(القرآن الکریم ۶۵/ ۶)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عدت گزارنے والی حاملہ عورت ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے اور بچہ پیدا ہونے تک خرچہ وغیرہ شوہر پر ہے۔اس آیت کریمہ سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے،تو وہی یہ بھی معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کو طلاق واقع ہوجاتی ہیں۔

اسی طرح ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں"شخص مذکور تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے گنہگار ہوا اور عورت پر تین طلاقیں پڑگئیں وُہ نکاح سے نکل گئی،اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا،عورت کا حاملہ ہونا کچھ منافی طلاق نہیں،یہ محض جاہلانہ خیال ہیں۔

(فتاوی رضویہ،کتاب النکاح،ج11 ص85)

اسی طرح فتاوی رضویہ میں ہے تین طلاقیں ہوگئیں،چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے،اب وہ بغیر حلالے اس سے نکاح نہیں کرسکتا،یہی حکم قرآن وحدیث کا ہے وہ عدت تک یعنی بچہ ہونے تک گھر میں رہے گی اور روٹی کپڑا زید کو دینا ہوگا مگر بالکل غیر واجنبی عورت کی طرح رہے اس سے پردہ کرے

واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ ج 13 ص 58 کتاب الطلاق)

کتبــــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی
۳ دسمبر ۲۰۱۸ء بروز سوموار

شوہر نے خود اقرار کیا اور تحریری شکل میں طلاق دیا تو بے شک طلاق واقع ہوگئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ کی شادی چند سال پہلے بکر کے ساتھ ہوئی تھی اب ہندہ کے والد کا کہنا ہے کہ میری بیٹی یعنی ہندہ کو اس کا شوہر یعنی بکر کچھ غلطی کررہا تھا ہم نے طلاق دلوادیا بعدہ ہندہ کو دوسری جگہ شادی بھی کردیا بکر کا کہنا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دیا ہے

ہندہ کے والد کا کہنا ہے کہ میرے پاس طلاق نامہ ثبوت ہے کمیٹی کے لوگ جب طلاق نامہ طلب کئے تو اس میں دو گواہ ہیں:

۱۔ہندہ کے والد

۲۔ہندہ کا رشتہ دار

ازروئے شرع جواب طلب یہ ہے کہ کس کی بات مانی جائے گی بکر کی یا ہندہ کے والد کی طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو دوسری جگہ جو شادی ہندہ کو کردیا گیا اب اس کا کیا ہوگا ہندہ کے والد کو گواہ مانا جائے گا باشرع ایک گواہ ہے وہ ہندہ کا والد۔سائل اعجاز احمد جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

شریعت مطہرہ نے ثبوت طلاق کے لیے دو طریقے بتائے ہیں:

ا۔شوہر خود اقرار کرے۔

المرء یواخذ باقرارہ

اور قرآن مقدس میں ہے:

بیدہ عقدۃ النکاح

یعنی شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

(پارہ ۲ سورۃ البقرہ)

حدیث شریف میں ہے:

الطلاق لمن اخذ بالساق

یعنی طلاق دینے کا حق واختیار شوہر کو ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں بکر طلاق سے انکار کر رہا ہے۔اس کی بات مانی جائے گی۔

ثبوت طلاق کے لیے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ:

دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عادل وثقہ گواہ ہوں کیونکہ شخص واحد کی گواہی ثبوت طلاق کے لیے کافی نہیں یعنی باب شہادت میں شاہد کا عاقل و بالغ صحیح یاد والا، بینا اور مدعی علیہ پر اپنی گواہی سے الزام قائم کرنے کی لیاقت والا ہونا ضروری ہے اور یہ کے اس شہادت میں بوجہ قرابت ولادت یا زوجیت یا عداوت وغیرہا اس میں تہمت نہ ہو۔

(درمختار ج 8 ص 172 کتاب الشھادۃ)

اور یہ بھی ضروری ہے کہ گواہی کے لیے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عادل وثقہ ہوں کیونکہ شخص واحد کی گواہی ثبوت طلاق کے لیے کافی نہیں۔

(درالمختار ج 8 ص 178)

اب صورت مسئولہ میں بکر طلاق سے انکار کر رہا ہے اور ہندہ کے والد تحریری طلاق پیش کر رہا ہے تو فتوی مصطفویہ ص 366 پر ہے تحریری طلاق ہونا کوئی ضروری نہیں طلاق ہو جانے کے لیے تحریر ہر گز لازم نہیں طلاق دو عادل گواہوں سے ثابت یا شوہر کے اقرار سے ثابت تحریر، خط یا دستخط یا نشان انگشت سے تو اتنا ثبوت ہوتا بھی نہیں طلاق دینے میں اصل تو زبان سے ہی طلاق دینا ہے تحریر کرنے

سے بھی طلاق ہو جاتی ہے کیونکہ اس کی وجہ علماء یہی بیان فرماتے ہیں کہ:

القلم احدی اللسانین

اب اس مسئلہ میں بکر طلاق دینے سے انکار کر رہا ہے اور ہندہ کے والد طلاق نامہ کے ذریعہ طلاق کو ثابت کرنے کا دعوی کرتا ہے۔اور ہندہ کے والد گواہ بلکہ مدعی بھی ہے اور دعوی بلا دلیل نامقبول اور والد کی گواہی اولاد کے حق میں قرابت کی وجہ سے غیر مقبول ہے۔

(درالمختار ج8 ص196)

لا تقبل (الشهادة) من الفرع لأصله وبالعكس للتهمة ملخصاً

لہذا ہندہ کے والد کا یہ کہنا ہے کے بکر نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے دیا تھا غیر معتبر ہے کیونکہ شوہر انکار کر رہا ہے اور ہندہ کے والد کے پاس اپنے دعوی میں طلاق نامہ ہے اس طلاق نامہ پر دو گواہ ہیں ایک والد دوسرا رشتہ دار جب والد کی گواہی مقبول نہیں تو صرف ایک گواہ بچ گیا ایک گواہ ثبوت طلاق کے لیے کافی نہیں جب بکر انکار کر رہا ہے اور ہندہ کے والد کے پاس شہادت نہیں پائی گئی تو طلاق ثابت نہ ہوئی۔جب طلاق ثابت نہیں تو زید و ہندہ بدستور شوہر اور بیوی مانے جائیں گے۔

ہندہ کے والد نے جو بیٹی کی دوسری شادی کی محض حرام و باطل ہے لہذا وہاں سے جدا ہو کر اپنے شوہر کے پاس چلی آئے۔اور اس کے والد اس فعل سے توبہ استغفار کریں۔

صورت مسئولہ کا دوسرا رخ اگر بکر نے واقعی میں طلاق دیا اور ہندہ کو یقین کامل ہے اور ہندہ کے پاس کوئی گواہ عادل نہیں ہے تو ہندہ جس طرح ہو سکے اس سے رہائی لے اگرچہ اپنا مہر چھوڑ کر یا اور مال دے کر اور اگر وہ یوں بھی نہ چھوڑے تو جس طرح بن پڑے اس کے پاس سے بھاگے اور اسے اپنے او پر قابو نہ دے اور اگر یہ بھی نہ ممکن ہو تو کبھی اپنی خواہش سے اس کے ساتھ میاں بیوی سا برتاؤ نہ کرے نہ اس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو پھر وبال اس پر ہے۔

لَا یُکلف اللہ نفسا الا وسعھا

ایسا ہی فتاوی رضویہ ج5 ص654 میں ہے۔

کیا تحریر سے طلاق ہو جاتی ہے

ہاں تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بشرطیکہ شوہر اقرار کرے یہ میری تحریر ہے یا میں نے

لکھا یا لکھوایا ہے۔ اگر بکر یہ اقرار نہیں کرتا ہے کہ یہ میری تحریر ہے اور ہندہ کے پاس شرعی گواہ بھی موجود نہیں تو ایسی صورت میں زید سے حلف لی جائے اگر وہ بحلف کہہ دیتا ہے کے یہ میری تحریر نہیں ہے تو ہندہ بدستور اس کی بیوی ہے۔

صورت مسئولہ میں طلاق کسی بھی طرح سے ثابت نہیں ہوئی اب ہندہ کے والد نے جھوٹا دعوی کرکے اپنی بیٹی ہندہ کی شادی دوسرے سے جان بوجھ کر اور حلال سمجھ کر شادی کی اور دوسرے لوگوں نے جان بوجھ کر اور حلال سمجھ کر پڑھایا تو ایسی صورت میں ہندہ کے والد زید پر اور دوسرے لوگوں پر علانیہ توبہ واستغفار فرض ہے اور تجدید ایمان بھی فرض ہے اگر بیوی والے ہوں تو نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد ثناء اللہ خان سیتامڑھی

۸ جون بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

واٹسپ پر طلاق واقع ہونے کا حکم کیا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ بیوی نے اپنے شوہر کو واٹسپ میں لکھا کہ مجھے طلاق دیدو تو شوہر نے طلاق طلاق طلاق لکھا تو کیا طلاق واقع ہوگی اور ہوئی تو کونسی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ سائل فرید اظہر سکھے ٹانڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونـــــــــــہ تعــــــــــالی

میں اگر بیوی نے اپنے شوہر کو واٹسپ میں لکھ کر بھیجا کہ مجھے طلاق دیدو تو شوہر اس کے جواب میں طلاق، طلاق، طلاق تین مرتبہ لکھ کر بھیجا تو ایسی صورت میں تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی کیونکہ میسیج کی حیثیت" خط وکتابت" کی ہے یعنی میسیج کی تحریر خط وکتابت کے حکم میں ہے شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے فقہی سیمینار 4 جولائی 2010 میں اس پر فیصلہ ہو چکا ہے اور خط وکتابت سے یعنی بذریعہ تحریر

طلاق ہوجاتی ہے لہٰذا میسیج کے ذریعہ طلاق دینے اور شوہر کا اقرار طلاق کر لینے کے بعد طلاق واقع ہوجائے گی ہاں بذریعہ میسیج طلاق دینے میں شوہر کا اقرار ضروری ہے جیسا کہ امام اہل سنت سیدی اعلیحضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ" اگر سلیمان (تحریری طلاق دینے والا) کو اس تحریر کا اقرار ہے یا گواہان عادل ثابت ہے تو بیشک صغری پر تین طلاق پڑگئیں" اھ
(فتاوی رضویہ ج5 ص653 رضا اکیڈمی ممبئی)

اور فتاوی شامی میں ہے کہ:

یا فلانۃ اذا اتاك کتابی ھذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب اھ
(فتاوی شامی ج4 ص456)

لہٰذا مذکورہ باتوں سے واضح ہوا کہ جب خط وکتابت اور تحریر سے طلاق ہوجاتی ہے اور میسیج تحریر و خط کے حکم میں ہے تو میسیج کے ذریعہ دی گئی طلاق بھی واقع ہوجائے گی یعنی اگر شوہر میسیج کے ذریعہ طلاق کا مضمون لکھ کر بھیجنے اور طلاق کا اقرار کرے تو میسیج کے ذریعہ طلاق ہوجائے گی۔ تفصیل کے لئے موبائل فون کے ضروری مسائل کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی
۳۰ اکتوبر بروز منگل ۲۰۱۸

ثبوت طلاق / طلاق دیکر انکار کرنے کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے ہندہ کو فون پر تین طلاق دیا اسکی خبر زید کے باپ کو بھی ہے اسکے بعد ہندہ اپنے میکے چلی آئی اسکے بعد زید اپنی بیوی ہندہ کو لینے کیلئے آیا تو زید کی ساس نے پوچھا کیا یہ بات سہی ہے کہ تم طلاق دے دئے ہو تو اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ یہ بات صحیح ہے جس وقت اقرار کیا تھا اسوقت ایک مرد اور ایک عورت موجود تھی لیکن اب زید اور اسکا باپ صاف انکار جارہا ہے ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں قرآن

وحدیث کی روشنی میں حکم شرع بیان فرمائیں کرم ہوگا۔سائل شفیع عالم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

زید کے والد کے علم سے طلاق ثابت نہیں ہو سکتی اسی طرح ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے بھی کیونکہ ثبوت طلاق کیلئے شوہر کا اقرار یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عادل ثقہ عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔

قال اللہ تعالی فی کتابہ الکریم:

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ

لہذا اگر شوہر اقرار کرلے تو شرعاً طلاق واقع ہوجائے گی کہ اس کا اقرار کرنا ہی طلاق ہے لیکن شوہر اقرار نہ کرے اور عورت دعوی پیش کرے تو شوہر کو سمجھایا جائے کہ واقعی اگر طلاق دی ہے تو پھر بہت گناہ ہوگا اور زندگی بھر زنا کا ارتکاب ہوگا اگر پھر بھی نہ مانے تو کسی ولی اللہ کے مزار پر لے جاکر اس طرح قسم کھلوائیں کہ بخدا میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی اگر میں اپنے قول میں جھوٹا ہوں تو کوڑھی اندھا ہوجاؤں اسی طرح تین بار قسم لیں اگر قسم کھانے سے انکار کردے تو ظاہر ہے کہ جھوٹ بول رہا ہے۔

لہذا کسی طرح اس سے طلاق کا اقرار کرالیں اگر اقرار کرلے تو طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر قسم کھالے تو شوہر کے قول کو معتبر مانا جائے گا اور طلاق واقع نہ ہوگی کہ طلاق شوہر کے اقرار یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عادل ثقہ عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوسکتی ہے اور یہاں تینوں صورتیں مفقود ہیں اور جھوٹی قسم کھانے کا وبال اسی کے سر ہوگا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "ان الکذب فجور وان الفجور یھدی الی النار۔ (مشکوۃ ص ۴۱۲، ماخوذ از فتاوی فقیہ ملت جلد دوم ص ۱۴)

البتہ جب عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو شوہر کو اپنے اوپر قدرت نہ دے اور چھٹکارے (خلع) کی کوئی صورت بنائے۔ واللہ اعلم

کتبہ

شان محمد المصباحی القادری جراری فرخ آباد یوپی

۹ جولائی بروز منگل ۲۰۱۹ عیسوی

محل شرط کے فوت ہونے سے تعلیق بھی باطل ہوجائے گی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمر نے ہندہ سے شادی کی پھر کچھ مدت بعد کچھ تنازع ہوجانے کی وجہ سے عمر نے اپنی سسرال میں قسم کھائی کہ اگر میں اس گھر کی دہلیز کو پار کرجاؤں تو ہندہ کو طلاق غور کریں کہ قسم کے وقت مکان کچا تھا پھر مکان پکا بن جانے کے بعد عمر دہلیز پار کرکے گھر میں داخل ہوگیا اور جب عوام نے پوچھا تو عمر کا کہنا ہے کہ اگر چہ مکان اس طرز پر بنا ہے لیکن دہلیز کے پکی ہونے کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوئی ہے۔سائل محمد عمران رضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــالی

اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا گیا اور شرط کا محل نہ رہ جائے تو یہ تعلیق باطل ہوجائے گی مثلا اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر فلاں سے بات کرے تو تجھ پر طلاق اب وہ شخص مرگیا تو تعلیق گئی ختم ہوگئی اور بالفرض وہ شخص کسی ولی کی کرامت سے زندہ ہوجائے اور اب وہ عورت اس سے بات کرے تو طلاق نہیں پڑے گی؛اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھ پر طلاق اور وہ مکان گر کر ختم ہوگیا پھر دوبارہ اسی جگہ مکان تعمیر کیا گیا اب اگر عورت اس گھر میں جائے گی تو طلاق نہیں پڑے گی۔

چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله:نقله في البحر عن الثاني لكن بلفظ ومما يبطله فوت محل الشرط كفوت محل الجزاء كما اذاقال ان كلمت فلانا الخ؛ والتمثيل المذكور لفوات محل الشرط فان الشرط هو كلمت ودخلت اى مضمونها وهو الكلام والدخول ومحلهما هوفلان والدار المشار اليها

(ردالمحتار كتاب الطلاق؛ ج۴ص۶۰۰)

اسی میں ہے:

ولا يقال يمكن حياة زيد بعد موته واعادة البستان دارا لان يمينه انعقد على حياة كانت فيه كما قالوا في ليقتلن فلانا وما اعيد بعد البناء دار

اخری غیر المشار الیھا کما صرحوا بہ ایضا فی لا یدخل ھذہ الدار تامل (حوالہ سابق)

لہذا عمر نے جس مکان میں جانے پر طلاق کو معلق کیا تھا جب وہ مکان منہدم ہوگیا اور اس جگہ دوسرا مکان بن گیا تو اب اس مکان میں جانے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاوی علیمیہ ج ۲ ص ۱۴۱ کتاب الطلاق؛ کتب خانہ امجدیہ دھلی)

کتبـــــــہ

محمد اختر رضا قادری رضوی سرکھیت (نیپال)

۱۷ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۰ جون ۲۰۲۰ء بروز بدھ

غصے میں بیوی سے کہنا تو میری بیوی نہیں، میرے گھر سے نکل جا تو طلاق واقع ہوگی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: اگر شوہر غصے میں کہے کہ تو میری بیوی نہیں، میرے گھر سے نکل جاؤ" تو اس سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ سائل عبدالسلام

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

اگر شوہر نے غصے کی حالت میں اپنی بیوی سے کہا کہ تو میری بیوی نہیں تو اس جملے سے طلاق واقع نہ ہوگی جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

ولو قال لامراتہ: لست لی بامرأۃ. او قال لھا: ما انا بزوجك. او سءل. فقیل لہ: ھل لك إمرأۃ؟ فقال: لا. فان قال: أردت بہ الکذب. یصدق فی الرضا والغضب جمیعاً ولا یقع الطلاق (عالمگیری، ج:1، ص:443، کتاب الطلاق)

اسی میں ہے:

ولو قال:(تو ظن من نی)لا يقع وان نوی،هو المختار، كذا في جواهر الأخلاطی (المرجع السابق،ص:۴۵۴)

اگر جب شوہر نے غصے میں اپنی بیوی سے کہا کہ گھر سے نکل جاؤ تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگی اگر نیت طلاق ہو اگر نیت طلاق نہیں ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے:

1فنحو اخرجی و اذهبی وقومی)تقنعی، تخمری،استتری،انتقلی،اغربیمن الغرابةاو من العزوبة (يحتمل رداً(2) ونحو خلية وبرية حرام بأءن) ومررادفها كبتة بتلة(يصلح سباً،و(3)نحواعتدی واستبرء رحمك،انت واحدة،انت حرة،اختاری،امرك بيدك،لا يحتمل السب والردا ففی حالة الرضا)أی الغضب والمذاكرة (تتوقف الأقسام) الثلاثة تأثيراً (على نية)للاحتمال،والقول له بيمينه في عدم النية،ويكفی تحليفها له فی منزله،فان ابی رفعته للحاكم ،فان نكل فرق بينهما . مجتبى

(وفی الغضب) تتوقف(الاولان)ان نوی وقع وإلا لا(وفی مذاكرة الطلاق) يتوقف (الأول فقط)ويقع بالاخيرين وإن لم ينو والحاصل أن الأول يتوقف على النية فی حالة الرضا والغضب والمذاكرة .والثانی فی حالة الرضا والغضب فقط (يتوقف على النية) ويقع فی حالة المذاكرةبلانية .والثالث يتوقف عليها (أی على النية) فی حالة الرضا،ويقع فی حالة الغضب والمذاكرة بلا نية ـ والله تعالى اعلم

(فتاوی شامی ،ج: 4،ص: 533، 532، 531، 529، كتاب الطلاق،باب الكنايات)

کتبـــــہ

محمد عبد العلیم مصباحی

۲۱ جنوری بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

کیا مذاکرہ طلاق سے طلاق واقع ہوتی ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید وہندہ کے مابین کسی بات کو لیکر تکرار ہوئی بات یہاں تک پہونچی کی طلاق لینے اور دینے کی نوبت آ گئی بیوی نے کہا طلاق دے دو اور شوہر نے کہا کہ طلاق لے لو پھر کچھ دیر کے بعد بیوی کے سامنے تین بار طلاق طلاق طلاق کہا اس نے یہ نہیں کہا کہ طلاق دیتا ہوں صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی ابوالحسنات مظفر پور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

حالت ناراضگی میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ عموماً خفگی اور ناراضگی میں ہی طلاق دی جاتی ہے پس اگر مذاکرہ طلاق یعنی بیوی کی جانب سے طلاق کے مطالبے کی حالت تبدیل نہیں ہوئی تو زید کے صرف طلاق طلاق طلاق کہنے سے مدخولہ کو تینوں مغلظہ واقع ہوگئیں، یاد رہے کہ مذاکرۂ ومطالبۂ طلاق کی حالت مجلس بدلنے سے قبل بھی ممکن ہے، پس مجلس کی تبدیلی پر مذاکرے کی حالت بدل جانا بدرجۂ اتم لازمی ہے، کیوں کہ یہاں مطالبہ کسی میعاد یا وقت سے مقید نہیں ہے، تو اگر حالتِ مذاکرہ بدل گئی ہو خواہ اسی مجلس میں یا مجلس ہی بدل گئی ہے تو حکم طلاق نہیں ہوگا کیوں کہ بغیر اضافت خالی" طلاق طلاق طلاق" کہنا لغو ہو جائے گا، مطالبہ ومذاکرہ کا جواب نہ قرار پائے گا۔

اور اگر شوہر نے بیوی سے حالت ناراضگی میں طلاق؛ طلاق؛ طلاق؛ کے الفاظ بغیر اضافت الی الزوجہ استعمال کئے ہیں، اگرچہ دیتا ہوں یا دی؛؛ اس طرح کا کوئی لفظ استعمال نہیں کیا؛ تو قضاء طلاق مغلظہ کے وقوع کا حکم مدخولہ ہونے کی صورت میں دیں گے، کیوں کہ" بیوی سے" مطالبۂ طلاق پر کہا ہے اس لئے بیوی سے کہنے پر اضافت ہوگئی۔

اور اگر غیر مدخولہ ہے تو پہلے لفظِ" طلاق سے بائن

نظرا الی الظاھر واللہ یتولی السرائر

لیکن اگر شوہر حلف کے ساتھ بیان کرے کہ میری نیت طلاق واقع کرنے کی نہیں تھی بلکہ طلاق کا لفظ بول کر بیوی کو ڈرانا مقصود تھا یا یہ مطلب تھا کہ طلاق دے دونگا تو شوہر کا بیان؛ دیانۃ؛ مان لیا جائے گا اور طلاق کے نہ واقع ہونے کا حکم کیا جائے گا اور اگر شوہر غلط بیانی سے کام لے گا تو زندگی بھر زنا کاری کا

گناہ اور وبال اس کے سر ہوگا۔

(فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم ص ۲۰۶)

الحاصل (نظرا الی السوال) بیان وحلفِ شوہر کا دیانۃً ماننا اسی وقت ہوگا جب حالتِ مذاکرہ ومطالبۂ طلاق متحقق نہیں ہو ورنہ لفظِ صریح "طلاق" مذاکرہ ومطالبۂ طلاق پر محتاج الی النیۃ ہرگز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــہ

محمد رضا امجدی ہرپوروا باجپٹی سیتامڑھی بہار

۱۲ جمادی الاول ۱۴۴۲ھ بروز سوموار

حلالہ کے لئے بار بار طلاق دینا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: زید ۱ اور زید ۲ دونوں سگے بھائی ہیں دونوں کی ابھی ابھی کچھ مہینے پہلے ہی شادی ہوئی ہے اور دونوں ساتھ میں رہتے ہیں شادی کے کچھ مہینوں بعد ہی زید ۱ کے ذہن میں ایک شیطانی خیال آیا اور اس نے اس شیطانی پلان میں زید ۲ کو بھی راضی کر لیا پلان یہ تھا کہ زید ۱ اور زید ۲ دونوں اپنی اپنی بیویوں کو ایک ساتھ ۳ طلاق دیں گے اور طلاق کے بعد ۳ حیض کی عدت گزارنے کے بعد حلالہ کے لیے زید ۱ زید ۲ کی بیوی سے نکاح کرے گا اور زید ۲ زید ۱ کی بیوی سے نکاح کرے گا اور جب تک یہ لوگ چاہیں ایک دوسرے کی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھے پھر کچھ مہینوں بعد طلاق دے کر پھر سے اپنی اپنی بیوی سے نکاح کر لیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زید ۱ اپنی بیوی کو تو پسند کرتا ہے مگر ساتھ ہی زید ۲ کی بیوی کو بھی پسند کرتا ہے اور اُس کی بیوی کے ساتھ مزے کرنے کے لیے یہ عمل کر رہا ہے اور یہی سوچ زید ۲ کی بھی ہے۔

یہ پورا عمل پہلے سے پلاننگ کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ یہ عمل زید کچھ کچھ سالوں میں بار بار کرنا چاہتا ہے مطلب جب بھی خواہشات جاگی تو طلاق پھر حلالہ اور پھر نکاح مطلب دونوں نے نکاح اور طلاق کو مذاق اور حلوہ سمجھ لیا ہے۔

جب دونوں سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں کرنا چاہتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہاں شاید ہم غلط ہوں مگر اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ہم ایک دوسرے کے ساتھ ناچیٹینگ (Cheating) کر رہے ہیں اور نا ہی زنا کر رہے ہیں ہم جو بھی کر رہے ہیں حلال طریقے سے کر رہے ہیں۔ اور یہ عمل اسلام میں جائز ہے۔

اب مفتیان کرام کی بارگاہ میں یہ سوال ہے کہ زید کا یہ عمل کس حد تک جائز ہے، شریعت اسلامیہ میں ایسا کرنے والے پر کیا سزا ہے۔ اور شریعت اسلامیہ اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ سائل عرفان (اندور)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

حدیث: ابغض الحلال الی اللہ الطلاق

یعنی حلال چیزوں میں سب سے زیادہ اللہ کو ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (ابن ماجہ ۲ ص ۶۴۲)

عن معاذ بن جبل قال: قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معاذ ما خلق اللہ شیأ علی وجہ الارض احب الیہ من العتاق ولا خلق اللہ شیأ علی وجہ الارض ابغض الیہ من الطلاق۔

حضرت معاذ سے راوی اللہ کے نبی نے فرمایا اے معاذ کوئی چیز اللہ نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی چیز زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہیں کی۔ (دارقطنی، ج ۵، ص ۶۳)

احمد جابر رضی اللہ تعالی سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور سب سے زیادہ مرتبہ والا اس کے نزدیک وہ ہے جس کا فتنہ بڑا ہوتا ہے ایک آکر کہتا ہے میں نے یہ کیا میں نے یہ کیا ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا دوسرا آکر کہتا ہے میں نے مرد اور بیوی میں جدائی ڈال دی تو اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں تو ہے۔ (مسند احمد، ج ۵، ص ۵۲)

عن ابن وھب قال اخبرنی مخرمۃ عن ابیہ قال محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امرأتہ ثلاث تطلیقات جمیعا

فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھر کم

نسائی نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاق ایک ساتھ دی تو اس کو سن کر غصہ میں کھڑے ہو گئے اور یہ فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل کرتا ہے حالانکہ میں ابھی تمہارے اندر موجود ہوں۔ (ج ۵،ص ۱۴۲)

طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی طلاق دینا ممنوع ہے۔ (بہارشریعت،ج ۸،ص ۱۱۰)

بلاضرورت مرد کا طلاق دینا مکروہ ہے۔ (فتاوی بحرالعلوم،ج ۳،ص ۹۹)

صورت مسؤلہ میں نہ کوئی وجہِ شرعی ہے اور نہ ہی مرد کو ضرورت لہذا دونوں زید کو چاہئے کہ اپنے قبیح وشنیع ارادہ سے باز آجائیں اور اللہ کے غضب وقہر اور اسکی ناپسندیدگی سے ڈریں۔

میرے عزیز! یہ جوانی چند دن کی ہے اس پر اتنا نہ اترائیں کہ اللہ و رسول کے احکام کو ہنسی اور ٹھٹھا بنا کر اور شیطان کی قربت کا کام کر کے دنیا ہی میں اپنے اوپر خدا کے عذاب کو دعوت دے دیں اس کے باوجود اگر اتنے جری ہیں کہ باز آنے والے نہیں تو کان کھول کر سن لیں طلاق دیتے ہی بیویاں نکاح سے نکل جائیں گی اور بعد عدت ان پر ان کا کوئی حق نہ ہوگا کہ ان کا کسی سے حلالہ کراتے گھومیں! بلکہ عورتیں آزاد ہوں گئیں اور انہیں اختیار ہوگا کہ وہ چاہیں تو کسی دوسرے سے نکاح کر لیں ورنہ یوں ہی بغیر نکاح زندگی گزار دیں، البتہ اگر وہ بھی اس قبیح کام سے راضی ہیں تو وہ بھی اللہ کے غضب وقہر اور اس کے عذاب کی مستحق ہیں! انتظار کریں کہ وہ دنیا ہی میں آگ برسادے اور سارا کا سارا آزادانہ خیال رکھا رہ جائے۔

البتہ ایسا کرنے سے زنا کار نہ ہوں گے اگر چہ شریعت کی پکڑ سے محفوظ نہیں ہوں گے، مواخذہ برقرار رہے گا۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

شان محمد المصباحی القادری

۳۰ مئی بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

بیوی کو مارنا وحقوق ازدواجی ادا نہ کرنا نیز طلاق نہ دینا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلے ذیل میں کہ زید نے ھندہ سے شادی کرلی اور بعد از شادی کے ھندہ پر شک کرتا مارتا پیٹتا ہے وہ برداشت کرتی ہے ہر سختی کو جھیلتی ہے مار پیٹ کرتے ہوئے پانچ سال گزر گئے جب زید ھندہ کو میکے چھوڑ کر جاتا ہے پھر چھے چھے ماہ لینے نہیں آتا کوئی چھوڑنے جائے تو شک کرتا ہے ازدواجی حقوق بھی ادا نہیں کرتا ہے ضروریات زندگی کی اشیاء بھی مہیا نہیں کرتا اب ھندہ نے کہا ہے مجھے اس سے طلاق چاہئے مگر وہ طلاق بھی نہیں دیتا کہتا ہے کہ ایسے ہی ذلیل وخوار کرنا ہے ایسی عورت کیلئے شرعی حکم کیا ہے کہ وہ دوسرا گھر بسانے کے لیے کیا کرے تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ المستفتی اکرم علی رضا نگر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

مذکورہ بیوی کو چاہیے کہ پہلے مہذب طریقے سے و پنچایتوں و دیگر جملہ ممکن کاوشوں کے ذریعے اپنے شوہر کو سدھارنے کی کوشش کرے! اس کے باوجود بھی کوئی امید کی کرن نظر نہ آئے تو عورت کو اختیار ہے کہ قاضیٔ شہر کے یہاں اپنی مصیبت و پریشانی سے رہائی کے لیے درخواست پیش کرے لیکن قاضی فوراً اس کے فسخ نکاح کا فیصلہ صادر نہ کرے بلکہ حسب ذیل تدریجی کارروائی کرے! پہلے تحقیق کرے کہ عورت واقعی تعسر نفقہ کے دو چار ہے کہ نہیں؟ اگر تحقیق سے یہ ثابت ہو کہ واقعہ اس کے برخلاف ہے یعنی اسے تعسر نفقہ کی دشواری عارضی طور پر پیش آگئی ہے حاجت دائمہ کی صورت نہیں ہے یا تعسر نفقہ کا سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے بلکہ کسی اور وجہ سے دونوں کے درمیان رنجش پیدا ہوگئی ہے تو قاضی دونوں کی شکایتیں دور کر کے صلح کرادے اور دونوں کو ترغیب وترہیب کے ذریعے ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کرنے کی ہدایت دے کر مقدمہ ختم کردے! اور اگر تحقیق سے یہ ثابت ہو جائے کہ عورت مسلسل تعسر نفقہ کی آزار میں مبتلا ہے اور شوہر کی حالت جوں کی توں بنی ہوئی ہے یعنی محتاج ہے اور بیوی کے حق میں حاجت دائمہ متحقق ہے تو شوہر کو حکم دے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر آزاد کردے تاکہ اس کی وجہ سے وہ پوری زندگی مصیبت کے بھنور میں نہ پھنسی رہے۔

قرآن شریف میں ہے:

"فَاَمۡسِکُوۡھُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ سَرِّحُوۡھُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ"

اور اگر شوہر نرمی سے طلاق نہ دے تو اس کے ساتھ سختی کرے پھر بھی نہ مانے تو اس کے

بائیکاٹ کا فرمان جاری کر دے تاکہ معاشرتی دباؤ سے تنگ آ کر اصلاح پذیر ہو لیکن اگر شوہر کسی طرح بھی طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو اور اسی پر قائم رہے تو موجودہ حالات میں فسخ نکاح سے چارہ نہیں تو قاضی نکاح کو فسخ کر دے اور عورت کو حکم دے کہ عدت گزار کر کسی اور سے نکاح کر لے۔

(ماخوذ از مجلس شرعی کے فیصلے ص ۲۳۳ تا ۲۳٤)

نوٹ آج کل ہمارے سماج میں بہت سارے شوہر اپنی بیویوں پر ساتھ ظلم و زیادتی وغیرہ کرتے ہیں یہ ناجائز حرام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

"مَنْ آذَى مُسْلِمًا فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ"

یعنی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے (نبی کو) ایذا دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو ایذا دی یعنی اللہ کو ناراض کیا۔ (کنز العمال)

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

" وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا "

بیویوں کے نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی گزارو ہوسکتا ہے تم کسی بات کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر کثیر رکھی ہو، (س نسا ٦ پ ٤ آیت ١٩)

دوسری جگہ فرماتا ہے:

"وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ"

عورتوں کا حق مردوں پر ایسا ہی ہے جیسا عورتوں پر ہے دستور کے مطابق۔ (س بقرہ آیت ٢٢٨)

لہٰذا مرد پر نکاح کے بعد عورت کے حقوق کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے کہ اگر وہ اس میں کوتاہی کرتا ہے یا اسے فراموش کرتا ہے تو اسلامی نقطۂ نظر سے عذاب خداوندی کا سزاوار اور جہنم کے عذاب کا مستحق ہوگا۔

کتبــــــہ

عبید اللہ رضوی بریلوی بریلی شریف یو پی/ ١٠ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بروز سوموار

طلاق نامہ پر دستخط کرنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ زبان سے نہ

کہا ہو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان کرام کہ زید کی بیوی اور زید میں اختلاف ہوگیا ایک لمبے عرصے تک ہندہ اپنے مائکے میں رہی بات نہ بننے پر زید کے گھر والے کئ لوگوں کو لیکر ہندہ کے گھر آئے ہندہ کے گھر والوں نے بھی بہت سارے لوگوں کو جمع کیا بات ہونے لگی لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ آپسی سمجھوتے سے طلاق ہو جائے ایک اسٹام پیپر پر وکیل سے ساری بات لکھوالی گئ فریقین سے دستخط لے لیا گیا زید اور ہندہ نے بھی دستخط کر دئے لیکن زید اپنے زبان سے لفظ طلاق نہیں استعمال کیا ایسی صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں اگر واقع ہوگی تو کون سی؟ سائل غلام زین العابدین فیضی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

صورت مستفسرہ میں اگر زید نے حوش حواس کی درستگی اور بلا جبر واکراہ شرعی (یعنی قتل ،کسی عضو کے کاٹے جانے یا ضرب شدید کا ظن غالب نہ تھا تو) طلاق نامہ پر دستخط کرنے سے اگرچہ زبان سے لفظ طلاق ادا نہ کیا طلاق واقع ہوگئی۔

جیسا کہ فتاویٰ فیض الرسول جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ پر ہے کہ:

حوش وحواس کی درستگی میں طلاق نامہ پر انگوٹھا لگا دیا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی کہ وقوع طلاق کے لئے زبان سے کہنا ضروری نہیں ، بلکہ تحریر سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ:

الکتاب کالخطاب انتہی

اور جہاں طلاق نامہ پر دستخط یا انگوٹھا کا بیان ہوتا ہے اس سے طلاق مغلظہ ہی ہوتا ہے اس لئے اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئی بغیر حلالہ وہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا کیونکہ طلاق نامہ اسی طرح کا ہی لکھا جاتا ہے نہ کہ طلاق نامہ پر تحریر طلاق رجعی یا طلاق بائن یا اور کچھ نیز جیسا کہ سؤال میں بھی خود ہے کہ اسٹام پیپر پر وکیل کے معرفت ساری باتیں لکھوائی گئیں ساری باتیں سے کیا مراد ہوگا؟ ساری باتیں سے مراد یہی کہ ہمیشہ کے لئے طلاق مغلظہ کے ذریعے چھٹکارا حاصل کرنا۔

اسی جگہ آگے فتاویٰ فیض الرسول کی عبارت میں یوں ہے:
اور اگر زید یہ گمان کرے کہ میری نیت طلاق دینے کی نہ تھی مسموع نہیں کہ جس طرح زبان سے طلاق صریح دینے میں نیت ضروری نہیں اسی طرح تحریر میں بھی نیت کی حاجت نہیں جب کہ بلا جبر و اکراہ شرعی ہو۔ نیز مزید تسلی وتشفی کے فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۱۶۶ ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ
محمد جعفر علی صدیقی سانگلی مہاراشٹر
۹ جمادی الاول ۱۴۴۲ھ بروز جمعہ

میں تجھے چھوڑ دونگا کہنے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ
سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھے چھوڑ دوں گا اِسی لفظ کو تین بار کہا امر طلب سوال یہ ہے کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟ عند الشرع اِسکا کیا حکم ہے جلد از جلد مع حوالہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر شکریہ موقع دیں۔ سائل محمد انور رضا رضوی از ہری اتر دیناجپور بنگال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــواب بعونـــــــه تعـــــالی
برصدق سائل اگر واقعی زید نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ میں تجھے چھوڑ دونگا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی اگر چہ کتنی ہی بار کہا ہو یہاں تک کہ اگر چھوڑ دونگا کی بجائے طلاق دیدونگا کہتا جب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ آئندہ طلاق دینے کا اظہار ہے اور محض ارادہ یا وعدہ پر طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ مگر ایسے الفاظ بولنے سے احتراز واجتناب کرنا چاہیے۔
حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان فتاوی امجدیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:
اگر واقعی یہی لفظ کہے تھے کہ طلاق دیدونگا طلاق نہ ہوئی کہ یہ طلاق دینا نہیں ہے بلکہ آئندہ طلاق

دینے کا اظہار ہے اور محض اس ارادہ یا وعدہ پر طلاق نہیں ہوتی۔

لأن هذا اللفظ متعين لاستقبال لا يقع به الطلاق كما في الفتاوى الخيريه وغيرها۔ والله تعالیٰ اعلم

(ج:2/ص:171/کتاب الطلاق)

کتبہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اتراکھنڈ

۱۴ ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۶ جولائی ۲۰۲۰ء مطابق بروز سوموار

عورت طلاق کیوں نہیں دے سکتی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: آپ حضرات کی بارگاہ میں ایک سوال ہے کہ: عورت طلاق کیوں نہیں دے سکتی اور صرف مرد کیوں طلاق دے سکتا ہے؟ جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ سائل محمد مشرف رضا رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالیٰ

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

عورت میں قدرتی طور پر عقل کم ہوتی ہے اور جوش وغصہ زیادہ اس کو طلاق کا حق دینا گویا دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے جن قوموں نے عورتوں کو طلاق کا حق دیا وہاں بات بات پر طلاقیں ہو رہی ہیں گھر برباد ہو رہے ہیں جیسے لندن و پیرس۔

(اسرار الاحکام المعروف انوار القرآن ص 41)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

بيده عقدة النكاح

یعنی جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

(پ2 سورہ بقرہ آیت 237)

لہذا مذکورہ باتوں سے ثابت ہوا کہ طلاق کا حق صرف اور صرف مرد کو ہی کیوں حاصل ہے عورت کو کیوں نہیں اگر عورت کو طلاق کا حق حاصل ہوتا تو بہت ساری خرابی لازم آتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے طلاق کا حق صرف مردوں کو دیا۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۲۵ ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۷ جولائی ۲۰۲۰ء بروز جمعہ

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیا اور ہندہ نے کہا میں نے سنا نہیں تو کیا طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی لیکن زید کی بیوی ہندہ کا کہنا ہے کہ میں نے سنا ہی نہیں جبکہ آس پاس والوں نے سنا اب اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں جواب عنایت فرمائیں نوازش ہو گی۔

سائل محمد مختار عالم رضوی گریڈیہ جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــالی

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے دیا تو طلاق واقع ہو گئ طلاق واقع ہونے کے لئے ہندہ کا سننا شرط نہیں ہے کہ ہندہ نے نہیں سنا تو طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ طلاق واقع ہو جائے گی چاہے ہندہ سنے یا نہ سنے زید نے اگر ایک طلاق رجعی دیا تو عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے یعنی زید کہے کہ میں نے اپنی بیوی ہندہ سے رجعت کیا اور اگر دو طلاق رجعی دیا تو زید عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے اور اگر طلاق مغلظہ یعنی تین طلاق دیا تو ہندہ زید کے نکاح سے نکل گئ اب بغیر حلالہ کے دوبارہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی ہے۔

جیسا کہ رب العالمین کا ارشاد پاک ہے:

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعۡدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهُۥ

(سورہ بقرہ آیت ۲۳۰)

اگر زید ہندہ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عدت گزارنے کے بعد دوسرے سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح صحیح کرے اور شوہر ثانی اس سے ہمبستری کرے پھر ہندہ کو طلاق دے یا مرجائے پھر ہندہ عدت گزارنے کے بعد دوبارہ زید سے نکاح کرسکتی ہے اگر شوہر ثانی نے ہندہ سے ہمبستری نہیں کیا اور طلاق دے دیا تو ہندہ کا زید سے ہرگز نکاح نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاوی فقیہ ملت جلد دوم صفحہ ۸)

کتبـــــہ

محمد عمران القادری التنویری سدھارتھ نگر یوپی

۲ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶ مئی بروز منگل

حالت حیض میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو عدت کیسے شمار کی جائے گی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے زید نے اپنی منکوحہ کو حالت حیض میں طلاق مغلظہ دی اب عند الشرع ہندہ عدت کیسے شمار کریگی قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

سائل محمد نسیم اختر رضوی الفاروقی جلیشور نگر پالیکا وارڈ نمبر 10 مہوتری نیپال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

حالت حیض میں طلاق دینا جائز نہیں لیکن اگر دیگا تو واقع ہوجائے گی اور جس حیض میں طلاق

دی ہے وہ عدت میں شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ اسکے بعد پورے تین حیض ختم ہونے پر عدت پوری ہوگی۔ جیسا کہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

حیض کی حالت میں طلاق دی تو یہ حیض عدت میں شمار نہ کیا جائے بلکہ اسکے بعد پورے تین ختم ہونے پر عدت پوری ہوگی اھ

(ح:8/ص:235/ عدت کا بیان/مجلس المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی)

اور فتاوی ھندیہ میں ہے کہ:

اذا طلق امرأته فی حالة الحیض کان علیها الاعتداد بثلاث حیض کوامل ولا تحتسب هذه الحیضة من العدة کذا فی الظهیریة "اھ

(ج:1/ص:527/الباب الثالث عشر فی العدة/بیروت)

اور ایسا ہی فتاوی رضویہ شریف ج:12/ص:427/ دعوت اسلامی میں ہے۔ واللہ اعلم

کتبــــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۴ ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶ جون ۲۰۲۰ء مطابق بروز جمعہ

بیوی سے کہا (تجھے آزاد کیا، طلاق دی) تو کونسی طلاق پڑی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی بیوی کو پہلے کہا میں نے تجھے آزاد کیا دوسری مرتبہ کہا میں نے تجھے طلاق دی اور پھر لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہوگیا تو زید نے کہا میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی زید کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ سائل حافظ اعجاز نوری خلیل آباد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

صورت مسئولہ میں دو طلاق بائن پڑی لہذا نئے مہر سے نکاح کریں پہلا جملہ کنایہ سے ہے جس

میں طلاق کی نیت ضروری ہے لیکن یہاں نیت کی ضرورت نہیں ہے چونکہ بیشتر طلاق کا ذکر ہے۔
دوسرا جملہ صریح ہے اور بائن کو صریح لاحق ہے اور لوگوں کے پوچھنے پر زید نے جو طلاق کی بات لوگوں کو بتائی اس سے کوئی نئی طلاق نہیں پڑیگی کہ مذکورہ طلاق کا ذکر لوگوں سے کر رہا ہے نہ کہ کوئی نئی طلاق دے رہا ہے۔
حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:
تو آزاد ہے یہ جملہ لفظ کنایہ ہے صریح صریح کو لاحق ہوتی ہے یعنی پہلے صریح لفظوں سے طلاق دی پھر عدّت کے اندر دوسری مرتبہ طلاق کے صریح لفظ کہے تو اس سے دوسری واقع ہوگی۔ یوہیں بائن کے بعد بھی صریح لفظ سے واقع کرسکتا ہے جبکہ عورت عدّت میں ہو اور صریح سے مراد یہاں وہ ہے جس میں نیت کی ضرورت نہ ہو اگرچہ اُس سے طلاق بائن پڑے اور عدّت میں صریح کے بعد بائن طلاق دے سکتا ہے۔ اور بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی جبکہ یہ ممکن ہو کہ دوسری کو پہلی کی خبر دینا کہہ سکیں, مثلاً پہلے کہا تھا کہ تو بائن ہے اس کے بعد پھر یہی لفظ کہا تو اس سے دوسری واقع نہ ہوگی کہ یہ پہلی طلاق کی خبر ہے یا دوبارہ کہا میں نے تجھے بائن کر دیا اور اگر دوسری کو پہلی سے خبر دینا نہ کہہ سکیں مثلاً پہلے طلاق بائن دی پھر کہا میں نے دوسری بائن دی تو اب دوسری پڑے گی۔ یوہیں پہلی صورت میں بھی دو ۲ واقع ہونگی جبکہ دوسری سے دوسری طلاق کی نیت ہو۔

(بحوالہ: "الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الطلاق, باب الکنایات, مطلب: الصریح یلحق إلخ, ج۴, ص۵۲۸ - ۵۳۳, حوالہ: بہار شریعت جلد دوم حصہ ہشتم)

کتبــــــہ
ابوحنیفہ محمد اکبر اشرفی رضوی مانخورد ممبئی
۲۵ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۶ اگست ۲۰۲۰ء بروز اتوار

پاگل کی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام ومفتیان کرام کی بارگاہ میں ایک سوال ہے کہ ایک شخص ہے جو پاگل ہوگیا ہے اور کسی کو کچھ نہیں سمجھ رہا ہے اور سب کو گالی گلوج دے رہا ہے اور اپنی بیوی کو طلاق دے دیا تو کیا طلاق واقع ہوگی جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔سائل محمد افتخار عالم مظہری قنوج یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

طلاق کے لئے شرط ہے کہ شوہر عاقل و بالغ ہو نابالغ ومجنون خود طلاق نہیں دے سکتے لہذا اگر یہ ثابت ہوجائے کہ واقعی میں شخص مذکور پاگل ہے اور حالت جنون میں طلاق دیا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ہدایہ (۳\۴۶۸) میں ہے:

ویقع طلاق کل زوج اذا کان عاقلا بالغا؛ولا یقع طلاق الصبی والمجنون۔ واللہ تعالی اعلم

(بحوالہ فتاوی بحرالعلوم ج ۳ ص ۳۰۸؛ طلاق سکران ومجنون کا بیان؛ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

کتبہ

محمد اختر رضا قادری رضوی سرکھیت (نیپال)

۱۸ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۱ جون ۲۰۲۰ء بروز جمعرات

حلالہ قرآن واحادیث سے ثابت ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام ومفتیان عظام کی مبارک بارگاہ میں میرا سوال ہے کہ عورت کو تین طلاق دینے کے بعد حلالہ کیوں کرنا پڑتا ہے براہ کرم جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔سائل محمد مشرف رضا رضوی پورنوی بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

حلالہ کا ثبوت قرآن مقدس وحدیث شریف میں ہے اور چاروں اماموں کا مذہب یہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی ہے اور اس کے بعد بغیر حلالہ رجوع جائز نہیں ہے۔

قرآن مقدس میں اللہ تبارک وتعالی کا حکم ہے:

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ

[البقرہ آیت ۲۳۰]

ترجمہ:۔اگر شوہر نے تین طلاق دے دی تو عورت کے لئے اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ عورت دوسرے شوہر سے صحبت نہ کرے دیکھئے قرآن مطلقہ ثلاثہ کو شوہر اول کیلئے حلال ہونے کی وہی ترکیب بتائی ہے جس کو موجودہ زمانہ میں حلالہ کہا جاتا ہے۔

اور حلالہ کا جواز حدیث رفاعہ میں موجود ہے جس میں صراحت کے ساتھ حکم ہے کہ شوہر اول کی جانب رجعت سے قبل شوہر اول سے صحبت ضروری ہے شوہر اول کیلئے عورت کو حلال ہونے کی جو شرط اللہ ورسول نے متعین کی ہے اس کو نہ ماننا بہت بڑی محرومی ہوگی۔

لوگوں کو ایک مجلس میں تین طلاق دیتے ہوئے شرم نہیں آتی جبکہ اللہ ورسول نے ایک ساتھ تین طلاق دینے سے منع فرمایا ہے۔

اور جب اسکی سزا برداشت کرتے ہوئے شرم آتی ہے حلالہ کا حکم عورت کو ہے مگر سزا مرد کیلئے ہے اس لئے کہ جب تم نے حدود اللہ کو پامال کر کے ایک ساتھ تین طلاق دے دیا، تو تم اس سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے الگ ہو جاو، اور اگر دوبارہ رکھنا چاہتے ہیں، تو شریعت نے طلاق رجعی، و بائن کی شکل میں سہولت دی ہے اس کو نہ استعمال کر کے آخری حد کو پار کر لیا، اور جب آخری حد کو پار کر لیا تو دوبارہ اس کے ساتھ رہنے کیلئے، اللہ ورسول نے شرط نافذ فرما دیا کہ جب تک وہ عورت کسی دوسرے شوہر کے ساتھ صحبت نہ کرلے اس وقت تک تمہارے لئے حلال نہیں ہوگی۔

حلالہ کوئی فرض واجب نہیں ہے آپ نے عورت کو چھوڑ دیا چھوڑ دیا آپ بھی آزاد، وہ بھی آزاد، کون کہتا ہے دوبارہ رکھئے، اور رکھنا چاہتے ہیں تو جس کو اللہ ورسول نے ضروری قرار دیا ہے، اسکی تکمیل کر کے رکھیں۔ واللہ تعالی علم

(ماخوذ فتاوی بحر العلوم جلد سوم ص ۴۳۰/۴۳۱/۴۳۲)

کتبـــــہ

محمد رضا امجدی ہرپورواباچپٹی سیتامڑھی بہار
۵ نومبر بروز منگل ۲۰۱۹ عیسوی

تین طلاق کے بعد بیوی سے کسی قسم کا تعلق رکھنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاق دے دیا ہے اور وہ ایک سال سے زیادہ ہوگیا ہے اور زید اس سے بات چیت بھی کرتا ہے تو اس پر شریعت کا کیا حکم ہے بحوالہ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ سائل کلام الدین

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

طلاق ثلاثہ کے بعد بیوی کا اپنے شوہر سے اور مرد کا اپنی مطلقہ بیوی سے کسی قسم کا تعلق حرام ہے کیونکہ اب وہ دونوں اجنبی جیسے ہیں۔

چنانچہ امام اہلسنت فقیہ باکمال امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں: تین طلاق کے بعد بے حلالہ اسے پھر رکھنا حرام ہے اور اس سے وطی زنا اور اولاد ولدالزنا، اور وہ مرد عورت دونوں فاسق۔ اور ان کی سزا بہت سخت ہے جو یہاں بیان نہیں ہوسکتی اور اللہ عزوجل کا عذاب شدید ہے، ان مرد عورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہوجائیں ورنہ مسلمان ان سے میل جول چھوڑ دیں۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جدید جلد (۲۳) کتاب الطلاق ص (۱۹۷) مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وفی ردالمحتار:

لو وطئ معتدته من الثلاث علما بحرمتها فانه زنًا يحد به"

اگر تین طلاق کے بعد بیوی سے عدت میں جماع کیا تو زنا ہوگا اور اس کو اس پر حد لگائی جائے گی بشرطیکہ خاوند کو اس کے حرام ہونے کا علم ہو۔

(ردالمحتار باب العدۃ جلد (۲) ص (۷۱۲) الطاعۃ المصریہ مصر)

کتبـــــــہ

محمد راشد مکی کٹیہار بہار
۱۸ دسمبر بروز منگل ۲۰۱۸

طلاق بائن اور طلاق رجعی میں کیا فرق ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ طلاق بائن اور دو طلاقوں کیا فرق ہے بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد علی سورت

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــالی

دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر مرد نے کنایہ کے الفاظ کے ساتھ طلاق دی تو طلاق بائن کہلائے گی دوبارہ نکاح کی صورت پڑے گی۔ صریح الفاظ کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دیں تو رجعی کہلائے گی بلکہ عورت سے عدت کے اندر رجعت کے الفاظ وافعال سے کرسکتا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ

ترجمہ: طلاق (جس کے بعد رجعت ہوسکے) دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

(پارہ 2 سورہ بقرۃ آیت 229)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

فوقوع الفرقة بانقضاء العدة فی الرجعی وبدونه فی البائن كذا فی فتح القدير۔

یعنی اگر رجعی ہو تو بعد انقضائے عدت کے فرقت ہو جائے گی اگر بائن ہو تو فی الحال بدوں انقضائے عدت کے فرقت ہو جائے گی یہ۔

فتح القدیر میں ہے:

(ج 1، کتاب الطلاق الباب الاول، صفحہ 348 مکتبہ بیروت)

بہار شریعت جلد دوم میں ہے:

اس کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ اسی وقت نکاح سے باہر ہو جائے اسے بائن کہتے ہیں۔
دوم یہ کہ عدّت گزرنے پر باہر ہوگی، اسے رجعی کہتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

(حصہ 8، صفحہ 112 مکتبۃ المدینہ)

کتبــــــہ

محمد مظہر حسین سعدی رضوی اتر دیناجپور بنگال

۱۲ اپریل ۲۰۲۰ء مطابق ۱۷ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ بروز اتوار

بیوی سے کہا میں نے تمہیں چھوڑ دیا یہ طلاق صریح ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: اگر کسی شخص نے اپنے بیوی کو سات مرتبہ کہا کہ میں نے تمہیں چھوڑ دیا تو کیا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں ٹوٹا مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد چاند رضا بہار شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــــالی

اس صورت میں تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، بیوی بنا حلالہ حلال نہ ہوگی یہ صریح الفاظ ہے نہ کہ کنایہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

اردو میں یہ لفظ کہ میں نے تجھے چھوڑا، صریح ہے" اس سے ایک رجعی ہوگی، کچھ نیت ہو یا نہ ہو، یوہیں یہ لفظ کہ میں نے فارغ خطی یا فارخطی یا فارکھتی دی، صریح ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(بحوالہ؛ الفتاوی الرضویۃ"، ج ۱۲، ص ۵۵۹۔ ۵۶۰، وغیرہ۔ بہار شریعت جلد دوم حصہ ہشتم صریح کا بیان)

کتبــــــہ

ابوحنیفہ محمد اکبر انصاری مانخور ممبئی

۱۱رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۵ مئی ۲۰۲۰ء بروز منگل

کیاہنسی مذاق میں طلاق دینے سے بھی واقع ہوجاتی ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع اس مسئلے کے بارے کہ اگرکسی نے مذاق میں طلاق دیا تواس سے طلاق واقع ہوگی یانہیں؟ مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔سائل: محمدسلمان رضالکھنو

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاته

الجـــــــــــــواب بعونـــــــــــــــه تعــــــــــــالى

ہنسی مذاق میں طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

عن أبي هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاث جدهن جد وهذلهن جد النكاح والطلاق والرجعة اھ

یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ارادہ کریں،تو واقع ہوجاتی ہیں اور مذاق کریں پھربھی واقع ہو جاتی ہیں نکاح،طلاق،رجوع۔

(مشكوة المصابيح ص 284 : باب الخلع والطلاق، الفصل الثانى، المكتبة الأشرفية ديوبند)

البحرالرائق شرح کنزالدقائق میں ہے کہ:

أن طلاق الهازل و اللاعب و المخطئ واقع كما قدمناه لكنه فى القضاء و أما فيما بينه وبين الله تعالى فلا يقع على المخطى اھ

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج 3 ص 450 : كتاب الطلاق، دار الكتب العلميه بيروت)

اور درمختار میں ہے کہ:

بخلاف الهازل و اللاعب فإنه يقع قضاء ديانة لان الشارع جعل هزله

بہ جدا۔فتح "۱اھ (در مختار ج 4 ص 449 : کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

وطلاق اللاعب والهازل به واقع اھ

(فتاوی عالمگیری ج 1 ص 387 : کتاب الطلاق، الباب الاول فی تفسیرہ و رکنه و شرطه، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

زید کی زوجہ پر طلاق پڑ گئی اور اب بغیر حلالہ اس کے لئے حلال نہیں حلالہ کی صورت یہ ہے کہ مطلقہ عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے شادی کرے وہ اس سے صحبت کرے اس کے بعد طلاق دے دے عورت پھر عدت گزارے پھر زید سے شادی کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

جدہ جد هزله جد اھ: یعنی ہنسی مذاق کی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔واللہ تعالی اعلم
(فتاوی بحرالعلوم ج 3 ص 266: کتاب الطلاق)

کتبــــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۱۶ مارچ ۲۰۲۰ء مطابق ۲۰ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ بروز سوموار

طلاق رجعی کی عدت میں شوہر کا انتقال ہو جائے تو کیا حکم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ عورت طلاق رجعی کی عدت کر رہی ہے اور اس درمیان میں اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کیلئے کیا حکم ہے شریعت کا تمام مفتیان کرام توجہ فرمائیں اور باحوالہ جواب عنایت فرمائیں اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے گا۔سائل نظام اختری

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

صورت مذکورہ میں عورت کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ موت کی عدت پوری کرے اور طلاق کی عدت چھوڑ دے کہ وہ جاتی رہی۔

بہارشریعت میں ہے:

عورت کو طلاق رجعی دی تھی اور عدت میں مرگیا تو عورت موت کی عدت پوری کرے اور طلاق کی عدت جاتی رہی۔واللہ تعالی اعلم

(بہارشریعت جلد 2 حصہ 8 ص 239 عدت کا بیان)

کتبـــــه

الفاظ قریشی نجمی کرناٹک الہند

۲۳ مارچ بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

غصے میں دی ہوئی طلاق کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ سے جھگڑا کرتے غصہ میں کئی بار طلاق دے دیا تو کیا طلاق واقع ہوگی جبکہ ہندہ حاملہ تھی اگر طلاق واقع ہوئی تو اسکی عدت کیا ہے دلائل و براہین کے ساتھ جواب عنایت کریں مہربانی ہوگی۔سائل محمد شہریار رضا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

زید کا اپنی بیوی ہندہ کو بار بار لڑائی جھگڑے کے دوران بحالت غصہ طلاق دینے سے طلاق واقع ہوگئی کیونکہ غصے کی حالت میں طلاق دینے سے واقع ہوجاتی ہے لیکن مسئولہ مذکورہ میں طلاق کی تعداد منقول نہیں لیکن قرینہ قیاس کے ذریعہ معلوم ہوتا ہیکہ مغلظہ واقع ہو چکی ہے کیونکہ سوال میں ایک جملہ قابل غور ہے "کئی بار طلاق دے دیا جو تین سے زائد دال ہے تو اب اسکی بیوی اس کے لیے ہمیشہ

کے لیے حرام ہوگئی ہے اب بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہیں ہے اور حلالہ کی صورت یہ ہیکہ بعد طلاق عورت عدت گزارے اس کے بعد کسی سنی صحیح العقیدہ مرد سے نکاح کرے بعدہ وہ طلاق دے یا وصال کر جائے تو بعد عدت شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ"

(پارہ: دوم، رکوع: 13)

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ جو حاملہ ہے اس کی عدت وضع حمل ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ

(پار: ۲۸، سورہ: ایت: ٤، فتاوی فیض الرسول، ج: 2، ص: 111)

کتبـــــہ

محمد عبد العلیم مصباحی

۱۴ فروری بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

طلاق معلق کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ اگر تم اپنی بہن سے کبھی بھی موبائیل فون پر بات کروگی تو تم پر تین طلاق ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اور یہ بھی کہا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بچے کا منہ دیکھے گی، غصے میں کہا تھا ان دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟ واضح فرمائیں۔ سائل محمد قاسم علی اندور ایم پی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــالی

صورت مستفسرہ میں اگر عورت اپنی بہن سے زندگی میں کبھی بھی موبائل فون سے بات کرے گی تو اسے طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی۔اور بغیر موبائل فون کے بات کرے گی تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اس کے شوہر نے طلاق کو موبائل فون سے بات کرنے پر معلق کیا ہے۔

نوٹ:۔ایسے ظالمانہ حکم سے شوہر سخت گنہگار ہوا،کہ اللہ تعالیٰ رشتہ جوڑنے کا حکم دیتا ہے نہ کہ توڑنے کا۔

قال اللہ تعالی:

و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئك لھم اللعنۃ و لھم سوء الدار

اور اللہ سبحانہ نے دوسری جگہ فرمایا:

و اتقوا اللہ الذی تساءلون بہ و الارحام۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــــہ

محمد عمر علی قادری سیتامڑھی بہار

۱۴مارچ ۲۰۲۰ء مطابق ۱۸رجب المرجب ۱۴۴۱ھ بروز سنیچر

عورت کو طلاق کا مطالبہ کرنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: مفتیان کرام کی بارگاہ میں ایک سوال عرض ہے کہ۔ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے وہ بار بار طلاق کا مطالبہ کرتی جبکہ شوہر انکار کرتا کیوں کہ وہ طلاق دینے کو گناہ سمجھتا ہے تو کیا طلاق دینا گناہ ہے اور کسی ولی یا نبی نے طلاق دی ہے کیا طلاق دی جائے یا ایسے ہی نبھایا جائے۔

اگر عورت مرد کی بداخلاقی اور اسکے ظلم وستم سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہو اور پھر طلاق کا مطالبہ کرے تو اس عورت کے لیے اب کیا حکم ہوگا اور اس ظالم وجابر مرد کیلئے احادیث میں کیا وعید آئی

ہے؟ سائل محمد دانش

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

عورت کو سمجھایا جائے اگر سمجھ جائے تو بہتر ہے اور اگر کسی طرح نہیں سمجھتی اور نباہ بھی مشکل ہے تو شوہر طلاق دے سکتا ہے اس صورت میں شوہر گنہگار نہ ہوگا کہ طلاق دینا جائز ہے اور فعل جائز پر گناہ نہیں البتہ بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور اگر وجہ شرعی ہو مثلا اسکو یا دوسروں کو ایذا دیتی ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو تو ممنوع بھی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

بہار شریعت میں درمختار کے حوالہ سے ہے:

طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی ممنوع ہے اور وجہ شرعی ہو تو مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب مثلاً عورت اس کو یا اوروں کو ایذا دیتی یا نماز نہیں پڑھتی ہے۔

(باب الطلاق)

عورت اگر بغیر کسی حرج کے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو ضرور گنہگار ہوگی کہ ایسی صورت میں حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔

امام احمد و ترمذی و ابوداود و ابن ماجہ و دارمی ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو عورت بغیر کسی حرج کے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اُس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

(بہار شریعت، باب الطلاق)

اور اگر شوہر ظلم وستم، مار پیٹ، گالی گلوچ کرتا ہے تو ایسی صورت میں عورت کیلئے شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنا خواہ بعوض (خلع) ہو یا بلا عوض جائز ہے اس میں کوئی گناہ نہیں۔

کما قال اللہ تعالی فی کتابہ الکریم:

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ

(سورۃ البقرۃ، الآیۃ ۲۲۸)

اسی کے تحت تفسیرات احمدیہ میں ہے:

عدم اقامة حدود الله وهو عدم الموافقة بينهما بأن يحدث من المرأة النشوز وسوء الخلق وترك الادب للزوج ومن الزوج الضرب والشتم بغير حق وغير ذلك

(ص ۸۹)

اسی طرح شوہر نان ونفقہ سے عاجز ہو یا عاجز نہ ہو مگر نان ونفقہ ادا نہ کرتا ہو تو بیوی مطالبہ طلاق کر سکتی ہے بلکہ دارالافتاء میں مقدمہ دائر کر سکتی ہے اور قاضی بعد کاروائی ثابت شدہ کے مطابق حکم صادر فرمائے گا۔

(ماخوذ از مجلس شرعی کے فیصلے ص ۲۳۲ تا ۲۳۷)

جس طرح شوہر کے عورت پر حقوق ہیں اسی طرح عورت کے شوہر پر حقوق ہیں دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی ادائگی کریں کوئی کسی پر ظلم وستم جورو جفا، گالی گلوچ نہ کرے، اسی طرح شوہر شریعت کی اجازت سے تجاوز کرتے ہوئے نہ مارے ورنہ ظلم و جبر کے سلسلہ میں سخت وعیدات پر مشتمل احادیث کے مصداق ٹھہریں گے۔

مسلم شریف میں ہے:

تمھیں معلوم ہے مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی، ہم میں مفلس وہ ہے کہ نہ اس کے پاس روپیہ ہے نہ متاع فرمایا:

میری امت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے دن نماز، روزہ، زکاۃ لے کر آئے گا اور اس طرح آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہے، کسی پر تہمت لگائی ہے، کسی کا مال کھالیا ہے، کسی کا خون بہایا ہے، کسی کو مارا ہے لہٰذا اس کی نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی اگر لوگوں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کی خطائیں اس پر ڈال دی جائیں گی پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(از بہار ص ۱۳۹۴)

۲۔ازواج مطہرات سے حضرت فاطمہ بنت شریح مطلقہ ہیں۔

(تاريخ الامم والملوك)

اسی طرح حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنھا کو طلاق ہوئی۔

ہدایہ باب القسم میں ہے:

وإن رضيت إحدى الزوجات بترك قسمها لصاحبتها جاز لأن سودة بنت زمعة رضي الله عنها سألت رسول الله عليه السلام أن يراجعها وتجعل يوم نوبتها لعائشة رضي الله عنها

اسی کے تحت بنایہ میں ہے:

روى البيهقي في سننه بإسناده إلى عروة أن النبي صلى الله عليه وسلم طلق سودة فلما خرج إلى الصلاة أمسكت بثوبه فقالت: والله ما لي في الرجال من حاجة ولكني أريد أن أحشر في أزواجك قال: فراجعها وجعل يومها لعائشة، وهذا مرسل"

۳۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔واللہ تعالی اعلم

(کما جاء فی کتب الاحادیث والسیر

(ج ۳ ص ۳۵۷)

کتبـــــہ

شان محمد المصباحی القادری جراری فرخ آباد یو پی

۳ دسمبر بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

ایک سانس میں تین طلاق کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا ایک ہی سانس میں طلاق ثلاثہ دینے پر ہو جائے گی برائے مہربانی حوالہ کے ساتھ عنایت فرمائیں۔سائل عبدالرحمن

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــالی

تین طلاق ایک مرتبہ دینے سے تینوں طلاق ہوجاتی ہے اور یہ کثیر احادیث سے ثابت

ہے۔اس کے حوالے سے چند احادیث حاضر ہے:

عن سهل بن سعد في هذا الخبر قال فطلقها ثلاث عند رسول الله ﷺ تطليقات عند رسول الله ﷺ فانفذه رسول الله ﷺ

(سنن ابو داؤد شریف کتاب الطلاق باب فی اللعان جلد۲ ص ۲۷۳)

اور ابن ماجہ شریف میں ہے کہ:

قالت طلقني زوجي ثلاثا وهو خارج الى اليمين فاجاز ذالك رسول الله

(سنن ابن ماجه شریف کتاب الطلاق باب من طلق ثلثا فی مجلس واحد جلد اول ص ۶۵۲)

اور ائمہ فقہائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں نافذ ہو جاتی ہے اگر چہ تین طلاق دینا خلاف سنت ہے اور جمہور یہ علمائے سلف کا قول ہے اس کا خلاف اسلاف کے مخالف ہے اور شاذ ہے اور ایسا کہنے والا گمراہ ہے۔

(شرح ابن بطال باب من اجاز طلاق الثلاث جلد، ص ۳۹۰)

لہذا اوپر کے تمام اشارات سے واضح ہوا کہ ایک سانس میں تین طلاق دے یا تین سانس میں میں تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور عورت اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور اب حلالہ کے بغیر ہرگز اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔واللہ تعالیٰ اعلم (بحوالہ رسم ورواج کی شرعی حیثیت ص ۲۶۱ تا ۲۶۲)

کتبـــــہ

محمد سلطان رضا شمسی بلہانیپال/ ۱۶ اپریل بروز منگل ۲۰۱۹ عیسوی

کسی کی دو عورتیں ہوں بڑی نے چھوٹی کو دودھ پلا دیا تو کیا حکم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: ایک شخص نے دو عورتوں سے شادی کی ان میں سے ایک بڑی ہے اور ایک چھوٹی یعنی بڑی کی عمر 26 سال چھوٹی کی عمر دو سال سے کم ہے تو بڑی عورت نے چھوٹی عورت کو دودھ پلا دیا تو کون اس شخص کے نکاح سے نکلے گی جواب عنایت فرمائیں۔محمد صابر حسین بیگو سرائے

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالى

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ:

کسی کی دو عورتیں ہیں بڑی نے چھوٹی کو جو شیر خوار (دودھ پیتی) ہے اسکو دودھ پلادیا تو دونوں اس پر ہمیشہ کو حرام ہوگئیں بشرطیکہ بڑی کے ساتھ وطی کر چکا ہو اور وطی نہ کی ہو تو دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ بڑی کو طلاق دے دی ہے اور طلاق کے بعد اس نے دودھ پلایا تو بڑی حرام ہوگئی اور چھوٹی بدستور نکاح میں ہے۔

دوم یہ کہ طلاق نہیں دی اور پلادیا تو دونوں کا نکاح فسخ ہوگیا مگر چھوٹی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور بڑی سے وطی کی ہو تو پورا مہر پائے گی اور وطی نہ کی ہو تو کچھ نہ ملے گا مگر یہ کہ دودھ پلانے پر مجبور کی گئی یا سوئی تھی تو چھوٹی نے سوتے میں دودھ پی لیا یا مجنونہ تھی حالت جنون میں دودھ پلادیا یا اس کا دودھ کسی نے چھوٹی کے منہ میں ٹپکا دیا تو اس صورتوں میں دونوں کو نصف مہر ملے گا پھر اگر بڑی نے نکاح فسخ کی نیت سے پلایا تو تو شوہر یہ نصف مہر چھوٹی کو دے گا بڑی سے وصول کر سکتا ہے۔

یونہی اس سے وصول کر سکتا ہے جس نے دودھ ٹپکا دیا بلکہ اس سے تو دونوں کا نصف مہر وصول کر سکتا ہے جب کہ اس کا مقصد نکاح فاسد کر دینا ہو اور اگر مقصد نکاح فسخ کرنے کا نہ ہو تو کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس خیال سے پلایا کہ بھوکی ہے ہلاک ہو جائے گی تو اس صورت میں بھی رجوع نہیں عورت کہتی ہے کہ فاسد کرنے کی نیت سے نہیں پلایا تو حلف کے ساتھ قول مان لیا جائے گا۔واللہ اعلم (بہار شریعت حصہ ۷ صفحہ ۹۸)

کتبــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار/ ۲۶ ستمبر بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

اپنی عورت کو کہا میں نے تجھے چھوڑا تو طلاق واقع ہوگئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ جا میں تم کو چھوڑتا ہوں تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں عین ونوازش ہوگی۔سائل محمد مشرف رضا رضوی پورنوی بہار مقیم حال بنگلور کرناٹک شیموگہ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی جیسا کہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

اردو میں یہ لفظ کہ میں نے تجھے چھوڑا صریح ہے اس سے ایک رجعی ہوگی کچھ نیت ہو یا نہ ہو یوں ہیں یہ لفظ میں نے فارغ خطی یا فارخطی یا فارکھتی دی صریح ہے۔

(بہار شریعت جلد دوم حصہ 8 صفحہ 116 مکتبہ دعوت اسلامی)

عورت کو کہا میں نے تجھے چھوڑا اور کہتا ہے میرا مقصد یہ تھا کہ بندھی ہوئی تھی اس کی بندش کھول دی یا مقید تھی اب چھوڑ دی تو یہ تاویل سنی نہ جائے گی ہاں اگر تصریح کر دی کہ تجھے قید یا بندش سے چھوڑا تو قول مان لیا جائے گا۔ واللہ تعالی اعلم

(بہار شریعت جلد دوم حصہ 8 صفحہ 119 مکتبہ دعوت اسلامی)

کتبــــــہ

محمد ریحان رضا کشن گنج بہار

۱۳ اکتوبر بروز اتوار ۲۰۱۹ عیسوی

جب میں شادی کروں تو طلاق تو اب شادی کرنے کی کیا صورتیں ہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ یہ مسئلہ میری سمجھ کی پرے ہے ایک شخص ہے جس کا نام منصور خان ہے وہ ایک مدرسہ میں طالب علم ہوا کرتا تھا مدرسہ میں دورانِ حفظ کر رہا تھا کہ ایک دن مدرسہ کے بچوں نے سگرٹ پیا اچانک مدرسہ کے مولانا صاحب آ گئے تو وہ سب لڑکے وہاں سے بھاگ نکلے جب شام کا وقت ہوا تو مولانا صاحب نے تمام بچوں کو بلایا اور مارنا پیٹنا شروع کر دیا حلانکہ مولانا صاحب نے سگریٹ پیتے کسی کو بھی دیکھا نہیں تھا اور شک کی بنیاد مارا پیٹا مگر یہ بھی سچ ہے کہ بچوں نے سگریٹ پیا تھا مولانا صاحب نے کئی بار پوچھا کہ تم لوگ سگریٹ پیئے ہو مگر

لڑکے مار کے ڈر سے نہیں کہے کہ ہم لوگوں نے ایسا کیا ہے تو مولانا صاحب نے کہا کہ تم لوگ نہیں کئے ہو تو پھر چلو قسم کھاؤ اور وہ قسم یہ تھی جب شادی تب طلاق تو بچوں نے مار کے ڈر سے وہ قسم کھائی کہ پہلے ہی اتنی مار پڑ چکی ہے اور اب اور مار پڑیگی لہذا قسم کھانے میں ہی بھلائی ہے تو بچوں نے قسم کھائی اس وقت تمام بچوں 6.5 پارہ چل رہا تھا اب ان تمام بچوں کی تقریباً شادی ہو چکی ہے ان تمام بچوں میں ایک نام منصور خان بھی تھا اسکے بعد بچوں نے پڑھائی چھوڑ کر کچھ عرصہ کے بعد کام کرنے چلے گئے تمام واقعات کو منصور نے بتایا منصور خان شادی شدہ اسکے 2 لڑکے بھی ہیں مار کھانے کے ڈر سے قسم کھانا یا قسم کھلانا کیسا ہے قسم کھانے اور کھلانے والے پر کیا حکم شرع ہوگا تو یہ کفارہ یا اور کچھ کیا اللہ اور اسکے رسول کے علاوہ کوئی بھی قسم قابل اعتبار ہے منصور خان کا کہنا ہے کہ اپنے استاد کے سامنے کیسے کہوں کہ ہم لوگوں نے ایسا کیا ہے جب کے وہ جلال میں تھیں قرآن و حدیث کی روشنی میں جوابات عنایت فرمائیں تا کہ بندے کی اصلاح ہو سکے۔ المستفتی محمد منصور خان پپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالی

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ امجدیہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

حیلہ بقاء نکاح ایک یہ ہے کہ فضولی اسکا نکاح کر دے یعنی نہ خود کرے نہ کسی کو وکیل کرے بطور ہمدردی دوسرا شخص عقد کردے اور زید اس نکاح کو اپنے کسی فعل سے جائز و نافذ کرے مثلاً مہر بھیج دے یا جماع وغیرہ کرے اجازت کے الفاظ زبان سے نہ کہے تو ایسی صورت میں نکاح ہو جائے گا اور طلاق واقع نہ ہوگی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

اذا قال کل امرأۃ اتزوجها فهی طالق فزوجه فضولی و اجاز بالفعل بان ساق المهر ونحوه لا تطلق بخلاف ما اذا وکل به لانتقال العبارۃ الیه
(جلد اول صفحہ ۴۱۹)

فتاویٰ خانیہ میں ہے:

لو كان حلف قبل نكاح الفضولي ان لا يتزوج امرأة ثم زوجه الفضولي امرأة و اجاز الحالف نكاحه بالقول حنث في يمينه و ان جاز بالفعل من سوق مهر او نحوه اختلفوا فيه و اكثر المشائخ على انه لا يحنث

(فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۲۵۲)

نیز حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

کسی عورت سے کہا اگر تجھ سے نکاح کروں یا جب یا جس وقت تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے تو نکاح ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی یونہیں اگر خاص عورت کو متعین نہیں کیا بلکہ اگر کہا یا جب یا جس وقت نکاح کروں تو اسے طلاق ہے تو نکاح کرتے ہی طلاق ہو جائے گی مگر اسکے بعد دوسری عورت سے نکاح کریگا تو طلاق نہیں ہوگی ہاں اگر یہ کہا جب کبھی میں کسی عورت سے نکاح کروں اسے طلاق ہے تو جب کبھی نکاح کرے گا طلاق ہو جائے گی۔

ان صورتوں میں چاہے کہ نکاح ہو جائے تو اس کی صورت یہ ہے کہ فضولی یعنی جسے اس نے نکاح کا وکیل نہ کیا ہو بغیر اس کے حکم کے اُس عورت یا کسی عورت سے نکاح کر دے اور جب اسے خبر پہنچے تو زبان سے نکاح کو نافذ نہ کرے بلکہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے اجازت ہو جائے مثلاً مہر کا کچھ حصہ یا کل اُس کے پاس بھیج دے یا اُس کے ساتھ جماع کرے یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگائے یا بوسہ لے یا لوگ مبارکباد دیں تو خاموش رہے انکار نہ کرے تو اِس صورت میں نکاح ہو جائے گا اور طلاق نہ پڑیگی اور اگر کوئی خود نہیں کر دیتا اسے کہنے کی ضرورت پڑے تو کسی کو حکم نہ دے بلکہ تذکرہ کرے کہ کاش کوئی میرا نکاح کر دے یا کاش تو میرا نکاح کر دے یا کیا اچھا ہوتا کہ میرا نکاح ہو جاتا اب اگر کوئی نکاح کر دیگا تو نکاح فضولی ہوگا اور اس کے بعد وہی طریقہ برتے جو اوپر مذکور ہوا۔

(جلد ۸ صفحہ ۳۹)

اور ایک بات یہ کہ کسی کو قسم نہیں دلانا چاہئے:

جیسا کہ مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۲۱۹ کی حدیث پاک ہے جو کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لا تقسم

یعنی تم کسی کو قسم مت دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۳ صفحہ ۴۹۷)

کتبــــــہ
محمد مظہر علی رضوی بریل در بھنگہ بہار
۸ مارچ بروز جمعہ ۲۰۱۹ عیسوی

شوہر کا یہ الفاظ کہنا کہ میری طرف سے طلاق سمجھو طلاق سمجھو، طلاق سمجھو، کیا اس سے طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: زید کی بیوی نے کہا کہ مجھے طلاق دے دو میں اپنا انتظام کرلوں گی، زید نے اپنی بیوی کے بھائی کو کال کر کے کہا کہ وہ روز ایسا کہتی ہے اب اس کو اپنے ہی پاس رکھو اور میری طرف سے طلاق سمجھو۔ طلاق سمجھو طلاق سمجھو کیا اس طرح طلاق ہوگئی۔ سائل محمد نعیم عطاری

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــــــالی

الفاظ میری طرف سے طلاق سمجھو، طلاق سمجھو، طلاق سمجھو، اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ یہ الفاظ طلاق میں سے نہیں ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔

لا یقع الطلاق وان نوی کأنه قال لها بالعربیة احسبی انك طالق وان قال ذلك لا یقع وان نوی

(ج 1 کتاب الطلاق صفحه 400)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

إمرأة قالت لزوجها مرا طلاق ده ولو قال داده انکار او کرده انکار لا یقع وإن نوی

یعنی کسی عورت نے اپنے خاوند کو کہا کہ مجھے طلاق دے تو خاوند نے جواب میں کہا تو اس کو طلاق دی ہوئی یا طلاق کی ہوئی سمجھ لے تو طلاق نہ ہوگی اگر چہ اس سے طلاق کی نیت کی ہو۔

(ج 1 الفصل السابع بألالفاظ الفارسیة صفحہ 380)

فتاویٰ رضویہ میں ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے سوال ہوا سوال کا الفاظ یہ ہے کہ میری جانب سے میری زوجہ کو طلاق قطعی سمجھی جائے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں کہ صورت مستفسرہ میں طلاق نہ ہوئی۔ واللہ تعالی اعلم

(جلد 13 صفحہ 244/ 243)

کتبـــــہ

محمد مظہر حسین سعدی اتر دیناجپور بنگال

۲۸ اگست بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

غیر مدخولہ کو تین طلاق دیا تو کتنی واقع ہوئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کسی شخص نے غیر مدخولہ کو تحریر کے ذریعہ تین طلاق دی اور یوں لکھا کہ تجھے طلاق طلاق طلاق تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی اگر چہ کسی کے مجبور کرنے پر دیا ہو؟ جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ سائل احقر محمد شفیق محمودی ضلع بستی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــالی

صورت مسئولہ میں شخص مذکور نے اگر واقعی اپنی زوجہ کو الگ الگ تین طلاقیں دیں تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی اور بقیہ دو لغو ہو گئیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

" اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن علیها فان فرق

الطلاق بانت بالاولی ولم تقع الثانیۃ والثالثۃ کذا فی الھدایہ"
یعنی اگر کسی نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں (مثلاً یوں کہا میں نے تجھے تین طلاقیں دیں) تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور اگر طلاق میں تفریق کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری وتیسری لغو ہو جائیں گی۔ (جلد اول صفحہ ۳۴۹)

ہاں اگر مجبوری کرنے میں اکراہ شرعی پایا گیا یعنی کسی عضو کے کاٹے جانے یا ضرب شدید کا صحیح اندیشہ ہو گیا تھا اور اس صورت میں زبان سے طلاق نہ دی بلکہ اس نے طلاق نامہ پر دستخط کی یا کتابت سے دی تو طلاق واقع نہ ہوئی۔

فتاوی قاضی خان مع ہندیہ میں ہے:

رجل اکرہ بالضرب والحبس علی ان یکتب طلاق امرأتہ فلانۃ بنیۃ فلان بن فلان فکتب امرأتہ فلانۃ بنیت فلان بن فلان طالق لا تطلق امرأتہ لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھھنا و فی البزازیۃ اکرہ علی طلاقھا فکتب فلانۃ بنیت فلان طالق لم یقع"
(جلد اول صفحہ ۴۴۱)

درمختار میں ہے:

"یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو مکروھا"
(جلد سوم صفحہ ۲۳۵)

اور ردالمحتار میں ہے:

فی البحر ان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأتہ فکتب لا تطلق لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ ولا حاجۃ ھنا، کذا ذی الخانیہ"

(جلد سوم صفحہ ۲۳۶)

غیر مدخولہ یعنی خلوت صحیحہ بھی نہ پائے گئی تو اس کے لئے عدت نہیں بشرطیکہ طلاق مغلظہ نہ پڑی ہو لہٰذا اکراہِ شرعی پر طلاق نہیں لیکن اکراہ شرعی نہ ہو تو طلاق بائن واقع ہوئی اب اس صورت میں آپسی رضا

مندی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو عدت کے اندر دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

کتبــــــہ
مشیر اسد مقیم حال ممبئی
۱۲ اپریل بروز منگل ۲۰۱۹ عیسوی

طلاق دیکر بیوی کو اپنے پاس رکھنے والے کے گھر کھانا پینا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہے علمائے دین ومفتیان عظام اس مسئلہ میں زید نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا ہے پھر بھی اپنے ہی گھر میں رکھے ہوا ہے تو کیا اس کے یہاں کا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد ارشاد امامی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

صورت مسؤلہ میں اگر زید نے طلاق مغلظہ دی یا طلاق بائن دی تو بغیر نکاح ثانی اور بغیر حلالہ ونکاح کئے اپنے گھر میں لے آیا اور اس سے ہمبستری بھی کی تو وہ سخت گنہگار حرام کار مستحق عذاب نار ہوا، مرد وعورت دونوں پر فرض ہے کہ ایک دوسرے سے فوراً جدا ہو جائیں اور دونوں توبہ واستغفار کریں, اگر وہ ایسا نہ کریں تو سارے مسلمان اسکے گھر کھانا وغیرہ نہ کھائیں بلکہ اسکا سخت سماجی بائیکاٹ کر دیں یعنی اس سے سلام کلام میل جول اور اٹھنا بیٹھنا سب بند کر دیں جیسا کہ رب کا فرمانے عالی شان ہے:

"وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ
یعنی اگر کبھی شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ واللہ اعلم

(سورہ انعام آیت 68' بحوالہ فتویٰ فقیہ ملت دوم ص (310)

کتبــــــہ
محمد راشد مکی کٹیہار بہار

کن صورتوں میں بیوی کو طلاق لینا جائز ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: بیوی کن صورتوں میں شوہر سے طلاق لے سکتی ہے، کن صورتوں میں شوہر سے طلاق لینا جائز ہے؟ سائل محمد زین العابدین

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــواب بعونـــــه تعـــــالی

اگر زوج وزوجہ میں نا اتفاقی رہتی ہے اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہ کر سکیں گے۔ تو عورت شوہر کے ساتھ خلع کر کے طلاق لے سکتی ہے لیکن شوہر کی طرف سے کسی قسم کی اذیت کے بغیر عورت کا اس سے طلاق کا مطالبہ حرام ہے۔

قال اللہ تعالی فی القرآن المجید:

وَ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْــٴًـا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

(پ ۲، البقرۃ: ۲۲۹)

ترجمہ: تمھیں حلال نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا ہے اُس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ رکھیں گے پھر اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھیں گے تو اُن پر کچھ گناہ نہیں، اِس میں کہ بدلا دیکر عورت چھٹی لے، یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں۔

چنانچہ حدیث مبارک میں ہے۔ جس عورت نے اپنے شوہر سے بغیر شدید ضرورت کے طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

(بحوالہ: مشکوۃ ص ۲۸۳، حوالہ: طلاق کے مسائل ص ۶)

آجکل عورتیں اعلی قسم کا کھانا نہ ملنے پر، میکپ کا سامان نہ ملنے پر، رشتے داروں کے وہاں جانے کی اجازت نہ ملنے پر، مشترکہ گھر میں جدا کمرہ ملنے کے باوجود علیحدہ گھر کا مطالبہ پورا نہ ہونے پر اور

اسی قسم کی دیگر معمولی معمولی باتوں پر طلاق کامطالبہ کرتی ہیں یہ ناجائز وگناہ ہے اور ایسی عورتیں مذکورہ بالا وعید کی مستحق ہیں ۔اور ایسے ہی وہ ماں باپ اور بہن بھائی اور دیگر رشتے دار جو عورت کو مذکورہ وجوہات کی بنا پر طلاق لینے پر ابھارتے ہیں اور شوہر کو دھمکاتے اور اس سے طلاق کامطالبہ کرتے ہیں اور عورت کو جبرا گھر (میکے) میں بٹھالیتے ہیں وہ سب بھی اس گناہ اور وعید میں شریک ہیں ۔اور بعض احادیث میں بلاوجہ طلاق کامطالبہ کرنے والی عورتوں کو منافقہ قرار دیا ہے ۔

(طلاق کے مسائل ص ۷۶)

تنبیہ:۔ زوج وزوجہ دونوں کے گھروالوں یاان کے خویش واقارب میں بڑے معزز شخصوں کو بلا کر حتی المقدور صلح ومصالحت کرنے کی کوشش کریں اور سمجھانے کی کوشش کریں اس کے بعد بھی اگر کوئی اتفاقی صورت نظر نہیں آتی ہوتو خلع کی طرف رجوع کریں ۔واللہ تعالی اعلم

کتبــــہ

ابوحنیفہ محمد اکبر اشرفی رضوی ،مانخورد ممبئی

۱۱ جون بروز منگل ۲۰۱۹ عیسوی

طلاق کیلئے اضافت وقرینہ ضروری ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین زید اپنے بیوی ہندہ کو کئی دفعہ طلاق طلاق طلاق کہا اس میں کیا حکم ہے ۔سائل محمد عبد الغفار خاں نوری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

اس جملہ سے ہندہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اگر زید نے اپنی مدخولہ بیوی کی طرف اشارہ کرکے طلاق طلاق طلاق کہا بار بار کہا اگر چہ بیشمار مرتبہ کہا اس سے اس پر تین طلاق واقع ہوگئی ۔

اشارہ سے کیا مراد طلاق واقع ہونے کے لئے بیوی کی طرف اضافت ضروری ہے.مگر اضافت کالفظ ہونا ضروری نہیں بلکہ اضافت اگر لفظوں میں نہ ہوتو اور شوہر کی نیت مراد میں ہو جب بھی طلاق واقع ہوجائے گی نیز جس لفظ سے طلاق دی ہے وہ لفظ طلاق اضافت کی تمام وجوہ سے خالی ہے.مگر وہاں قرینہ یہیں ہے کہ اس نے الفاظ طلاق سے اپنی بیوی کی طرف اضافت طلاق کاارادہ کیا اور اس نے ان الفاظ

طلاق سے اپنے بیوی کو طلاق دی ہے تو ایسی صورت میں قضاءً طلاق واقع ہوگی دوسری بات اگر نیت میں بیوی کی طرف طلاق کی اضافت نہیں ہے اور نہیں ارادہ اضافت پر کوئی قرینہ مرجحہ موجود ہے تو ان دونوں صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(فتاوی عالمگیری جلد پانچ صفہ 610 سے 635،فتاوی رضویہ جلد پانچ صفہ 407)

۲۔تین مرتبہ سے زیادہ طلاق دینے پر کیا حکم

عن شعبی عن شریح قال رجل انّ یطلقھاماۂةقال بانت منك بثلاث وسائرھن اسراف ومعصية

یعنی حضرت شریح سے کسی نے پوچھا کہ میں نے اپنے بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ تین طلاق سے تمہاری بیوی جدا ہوگئی اور باقی اسراف و معصیت۔

(مصنف ابن ابی شبیہ جلد چار صفہ 13

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

انّی طلقت امراتی الفًا او قال امّا ثلاث فتحرم علیك امار اتك و بفيتهن وزرا تخزت اٰیاتِ اللہ هزوا

یعنی بیشک میں نے اپنی بیوی کو ایک دم ہزار طلاق دی ہے آپ نے فرمایا تین طلاق نے تیری بیوی کو تجھ پر حرام کر دیا اور باقی تجھ پر بوجھ ہیں تو اللہ کی آیتوں کا مذاق بنا دیا ہے۔

(دار قطنی ج ا صفہ ۱۴ و بیہقی جلد 7 صفہ 337)

۳۔انگریزی میں طلاق دینا

اگر زید نے اپنی بیوی مدخولہ کو انگلش میں تین مرطبہ Divorce کہا اور اردو میں دو مرتبہ طلاق کہا تو اس صورت میں بھی تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کسی بھی زبان میں تین دفعہ طلاق بولا تو طلاق واقع ہو جائیگی۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد ثناء اللہ خاں ثناء القادری

۲ جون بروز اتوار ۲۰۱۹ عیسوی

تجھکو رکھوں تو اپنی ماں سے بدکاری کروں کیا طلاق واقع ہوئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید اور اس کی بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا تو زید نے ہندہ کو مارا ہندہ نے زید کو گالی دیتے ہوئے مارا اور اس کی داڑھی پکڑ کر نوچ لیا اس پر زید نے کہا کہ اب اگر میں تجھ کو روکوں تو اپنی ماں سے بدکاری کروں کچھ دنوں بعد زید اور ہندہ پھر میاں بیوی کی طرح رہنے لگے تو ان کے لے شریعت کا کیا حکم ہے حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی محمد عباس عالم مدے پورا بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــالی

زید کا اپنی بیوی ہندہ سے یہ کہنا کہ" اگر میں تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں سے بدکاری کروں" یہ الفاظ طلاق سے نہیں اور نہ عندالشرع قسم ہے۔

فتاویٰ فیض الرسول جلد اول (186) میں ہے لہذا ہندہ پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اور نہ زید پر شرعاً کوئی کفارہ لازم ہوا البتہ جملہ مذکورہ سے زید نے اپنی ماں کی توہین کی ہے جسکے سبب وہ سخت گنہگار ہوا علانیہ توبہ واستغفار کرے اگر ماں زندہ ہے تو اس سے معافی طلب کرے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول ص (30) پر ہے۔

اور داڑھی کا نوچ لینا تو اکثر لڑائی جھگڑے میں عورتیں اپنی دفاع وبچاؤ کے لیے اس طرح کی حرکت کرتی ہیں جو شرعا حرام وگناہ ہے جیسا کہ حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: داڑھی کی توہین اس نیت سے کرنا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اسلام کے شعار میں سے ہے تو کفر ہے، لیکن لڑائی جھگڑے میں پکڑ لینا نوچ لینا یا داڑھی کو لیکر کوئی سخت کلمہ کہنا کفر نہیں حرام ضرور ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ شارح بخاری جلد (۲) ص (۳۸۵))

کتبـــــہ

محمد راشد مکی کٹیہار بہار

کہا اگر میکہ جائے گی تو تجھے تینوں طلاق پھر کئی دنوں کے بعد کہا کہ طلاق کی نیت نہ تھی میں واپس لیتا ہوں تو کیا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو مائکہ جائیگی تو تجھے تینوں طلاق ہے زید نے یہ باتیں بارہ مارچ کو کہیں تھیں وہ بھی چھوٹی موٹی باتوں میں یہ بات ہوئی تھی ڈرانے دھمکانے کے لئے نیت طلاق نہیں تھی پھر زید نے اپنی یہ بات بیس مارچ کو واپس لے لی کہ میں تجھے طلاق نہیں دینا چاہتا پھر کمانے دھمانے کی غرض سے زید ممبئی چلا آیا بیس اپریل کو اور اسکی بیوی اٹھائیس اپریل کو مائکہ چلی گئی زید سے فون پر تھوڑی بات ہوئی زید نے جانے سے منع کیا لیکن وہ بیماری کا بہانہ بتا کر چلی گئی زید نے کہا کہ نہیں مانتی ہے تو جا تو کیا اس بات سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ سائل نور محمد قادری الہ آباد

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــالی

زید نے جب اپنی بیوی پر طلاق معلق کیا میکہ جانے پر تو وہ جب بھی میکہ جائے گی طلاق واقع ہو جائے گی۔

ہدایہ میں ہے:

و اذا اضافه الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرآته, اِن دَخلتِ الدار فَأَنْتِ طالق, و هذا بالاتفاق لان المِلْكَ(ای مِلك المتعة) قائم فی الحال. و الظاهر بقاءه الی وقت وجود الشرط فیصحّ یمینًا و ایقاعًا

(ہدایہ ج2 ص383)

یعنی اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تو شرط کے تحقق کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی اور جب صریح طلاق دینے سے پڑ جاتی ہے تو صریح طلاق اپنی بیوی پر معلق کرنے سے بھی پڑ جائیگی اگر عورت میکہ گئی تو اگرچہ طلاق کی نیت سے نہ کہا ہو بلکہ ڈرانے دھمکانے یا اور کسی نیت سے کہا ہو کیونکہ صریح طلاق

کے لئے نیت کی ضرورت نہیں پڑتی جیسا کہ درمختار میں ہے:

صریحة "کَأَنتِ طالق. یقعبھا و ان نَوٰی خلافھا اولم ینو شیئا

(کتاب الطلاق ج4ص339)

اور اعلی حضرت علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

طلاق جب بھی دی جائے واقع ہو جائے گی خواہ دھمکی مقصود ہو یا کچھ اور۔ صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتے۔ ان سے نیت کرے یا نہ کرے طلاق ہو جاتی ہے۔

(فتاوی رضویہ ج5 ص637)

اور اسطرح طلاق کہہ کر (بول کر) رجوع کرنے سے رجوع نہیں ہوسکتا کیونکہ رجوع کی کوئی صورت نہیں جو کر لینے سے ہو جائے جیسا کہ بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ فتاوی بحر العلوم میں اسی طرح طلاق کہ کر رجوع کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

اس طرح طلاق کے الفاظ کہ دینے کے بعد رجوع کی کوئی صورت نہیں۔

اب اگر تعلیق ختم کرنی ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے اور جب عدت گزر جائے تو عورت میکہ چلی جائے پھر اس سے نکاح کرے اس طرح تعلیق ختم ہو جائے گی اس کے بعد اگر یہ عورت میکہ جائے گی تو طلاق نہیں پڑیگی مگر یہ حیلہ اس صورت میں درست ہے جبکہ اس سے پہلے کبھی اس عورت کو دو طلاقیں ایک ساتھ یا الگ الگ نہ دے چکا ہو ورنہ ایک طلاق دیتے ہی عورت حرام ہو جائیگی اور بغیر حلالہ حلال نہ ہوگی۔

درمختار میں ہے:

وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن اِن وجد فی المِلك طُلِّقَت وعتق والا لا. فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار اَن یطلقھا واحدة ثم بعد العدة تدخلھا فتنحل الیمین فینکحھا اھ

(باب التعلیق ص609 ج4)

فتاوی رضویہ میں ہے:

لانه لمّا ابانھا و انقضت العدة لم تبق محلا للطلاق فاذا حنث بعده نزل الجزاء المعلق ولم یصادف محلا فمضی ھملا وقد انتھی الیمین اھ

(ص787ج5)

ایسا ہی فتاوی عالمگیری جلد 1 صفحہ 416 میں بھی ہے اب سوال سے ظاہر ہے کہ تعلیق ختم کئے بغیر عورت میکہ چلی گئی ہے لہذا طلاق پڑگئی اور مغلظہ ہوگئی اب بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔واللہ تعالی اعلم

(فتاوی مرکز تربیت افتاء جلد اول ص619،فتاوی علیمیہ جلد دوم 167،فتاوی بحر العلوم جلد سوم 340

کتبــــــہ

محمد اختر رضا قادری رضوی سرکھیت (نیپال)

۱۶ربیع الاوّل ۱۴۴۰ ہجری مطابق ۲۵ نومبر ۲۰۱۸ عیسوی بروز اتوار

دو طلاق دینے سے کون سی طلاق واقع ہوگی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ حمل سے ہے اور ہندہ کے شوہر زید نے موبائل فون کے ذریعے ہندہ کو دو طلاق دیا اور کہا کہ تمہارے شکم میں جو بچہ ہے وہ بچہ جب پیدا ہوگا تب مجھے تم وہ بچہ مجھے دے دینا پھر میں تجھے تیسرا طلاق دے دونگا زید ہندہ کو دو طلاق دینے کے بعد اپنی ماں سے موبائل فون پر کہا کہ میں ہندہ کو طلاق دے چکا تم اس کو گھر سے نکال دو تو کیا ان تمام صورتوں ہندہ کے اوپر طلاق بائن کا حکم لگے گا یا پھر طلاق مغلظہ کا اگر طلاق بائن حکم لگے گا تو کیا نکاح ثانی نئے دین مہر کے ساتھ ہوگا یا پھر نکاح اول کا جو دین مہر ہے اسی دین مہر کے ساتھ نکاح ثانی کیا جائے گا؟ برائے مہربانی مکمل جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔سائل محمد زبیر احمد سیتامڑھی بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــواب بعونــــــــــــــہ تعــــــــــــالی

موبائل فون کے ذریعے حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہوتی ہے۔ہندہ جو حاملہ ہے زید نے اپنی مدخولہ کو دو طلاق دیا تو اس پر دو طلاق رجعی واقع ہوئی۔اب اگر ہندہ کو زید رکھنا چاہتا ہے تو عدت کے اندر ہندہ سے رجعت کرلے۔رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر

دو عادل و معتبر شخصوں کو گواہ بھی کر لے۔ اور اگر زید اپنی مطلقہ رجعیہ سے عدت گزرنے سے پہلے ہمبستری کر لے یا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لے تو بھی رجعت ثابت ہو جائے گی۔
شیخ الاسلام والمسلمین سیدی اعلیحضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ تحریر فرماتے ہیں دو طلاق رجعی واقع ہوئیں حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدت کے رجعت کا اختیار ہے اور بعد انقضاء عدت اگر چاہے اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے۔
(الفتاوی الرضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۲۲)

ارشاد باری تعالی ہے:

الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان

(پارہ ۲ سورہ البقرہ رکوع ۱۳ آیت ۲۲۹)

حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ اور اگر عدت کے اندر رجعت نہ کیا تو بعد عدت عورت کی رضا سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ لہٰذا۔ اگر زید کی بیوی کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی یعنی وضع حمل نہیں ہوا ہے تو بغیر نکاح واپس لے سکتا ہے۔ اور اگر عدت گزر چکی ہے یعنی وضع حمل ہو چکا ہے تو عورت کی مرضی سے جدید مہر کے ساتھ نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔
(ہٰکذا فی فتاوی علیمیہ جلد دوم صفحہ ۱۵۱، ۱۵۶۔ وفتاوی فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۱۸۶، ۱۸۷)
انتباہ:۔ رجعت کرنے کی صورت میں کبھی بھی زندگی میں ایک طلاق بھی دی تو ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی جو بغیر حلالہ کے زید کے لئے کبھی حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ
محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی سدھارتھ نگر یوپی
۱۸ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ ۱۱ اپریل ۲۰۲۱ء بروز جمعہ

کورٹ کی طلاق کا کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ
سوال: بعد سلام عرض ہے کہ لڑکی کی شادی تقریبا سات آٹھ سال پہلے کی گئی تھی جس میں دونوں

کے درمیان تعلقات اچھے رہے اور انکو دو بچے پیدا ہوئے جو ایک لڑکا لڑکے کے پاس ہے۔اور ایک لڑکا لڑکی کے پاس ہے ان دونوں میں کسی بات کو لیکر مت بھید ہو گئے اور لڑکی اپنی ایک لڑکے کو لیکر اپنے والد کے پاس آ گئی جولگ بھگ تین سال سے پیر (میکہ) میں رہ رہی ہے تین سال میں لڑکے کی جانب سے کئی بار واپس لے جانے کے لئے کوشش کیا گیا اور سماج کے طرف سے بھی کوشش کی گئی لیکن لڑکی اور اس کے والد کی جانب سے دھیان نہ دینے پر لڑکے نے ایک سال پہلے دوسرا نکاح کرلیا لڑکے کو نکاح کرنے کے بعد لڑکی کے والد نے لڑکی کو کورٹ سے آزاد کروا کر دوسرا نکاح بغیر طلاق کے کر دیا جبکہ لڑکے کی طرف سے آج تک لڑکی کو طلاق نہیں دیا گیا لڑکی کے والد کا کہنا ہے جب لڑکا دوسرا نکاح کرسکتا ہے تو میں اپنے لڑکی کا دوسرا نکاح کیوں نہیں کرسکتا جو ہم آپ سے جاننا چاہتے ہیں کہ لڑکی کے والد کی جانب سے کیا گیا کام درست ہے کہ نہیں شریعت کی روشنی میں صحیح جواب عنایت فرمائیں۔سائل محمد گلشیر شنگنج (اجمیر شریف)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

کورٹ کچہری کے حکام عورت کو طلاق دینے کا اختیار نہیں رکھتے ہیں طلاق کا اختیار شوہر کو ہے اس لئے مذکورہ عورت کو طلاق واقع نہیں ہوئی جب طلاق نہیں ہوئی تو دوسرے مرد سے نکاح بھی درست نہیں ہوا اس لئے یہ زنائے خالص ہے جیسا کہ فتاوی فیض الرسول جلد دوم ص 126 میں ارشاد فرماتے ہیں کورٹ کی طلاق سے عورت کو دوسرا نکاح کرنا حرام اشد حرام ہے ہر گز جائز نہیں کہ طلاق کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کورٹ کو حدیث شریف میں ہے الطلاق لمن اخذ بالساق اس لئے مذکورہ عورت کا دوسرا نکاح باطل ان دونوں نے میاں بیوی جیسا تعلق رکھا تو وہ دونوں سخت گنہگار ہوئے علانیہ توبہ واستغفار کریں اور ایک دوسرے سے الگ رہیں ہر گز آپس میں میاں بیوی جیسا تعلق نہ رکھیں اس نکاح کے پڑھانے والے گواہان وکیل سب لوگ توبہ کریں اور نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کریں اور نکاح پڑھانے والے قاضیانہ کا روپیہ بھی واپس کریں بالخصوص اس عورت کے والد جس نے اپنی انانیت کی بنا پر اپنی لڑکی کو شوہر کے ساتھ رخصت نہیں کیا پھر ظلم بالائے ظلم کورٹ سے طلاق دلوایا؛ دوسرا نکاح کرایا یہ سارے افعال ناجائز وحرام ہیں ان سب سے توبہ کرے اور اگر ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں۔

(فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم ص 114)

اگر وہ عورت زید کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے تو شوہر کو چاہیے کہ طلاق دے دے قرآن مجید کی سورہ نساء میں بیوی کو اذیت دینے کی خاطر لٹکائے رکھنے سے منع فرمایا گیا ہے اور احادیث میں بھی وعیدیں آئی ہیں اس لئے اگر اب طلاق دیتے ہیں تو عورت عدت شرعی گزار کر کسی دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے ۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ
محمد رضا امجدی ہرپوروا باچپٹی سیتامڑھی بہار
۲۱ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بروز سنیچر

کیا صرف طلاق، طلاق بولنے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ نے اپنے شوہر زید سے کہا کہ تم مجھے چھوڑ نہیں پاؤ گے زید نے کہا کیوں نہیں چھوڑ پاؤ نگا ہندہ نے کہا کیسے چھوڑو گے تو زید نے کہا کہ ایک طلاق نو طلاق دس طلاق یہ باتیں موبائل فون پر ہو رہی تھی یہ سن کر ہندہ خاموش ہوگئی پھر زید نے فون کاٹ دیا اور لگ بھگ دس منٹ کے بعد پھر فون پر بات کی اس طرح کئی مہینے تک فون پر بات ہوتی رہی اب لگ بھگ نو مہینے کے بعد ہندہ اور زید دونوں ایک جگہ جمع ہوئے ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اور ہندہ دونوں کیلئے کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں ۔سائل محمد فاروق حسین اشرفی شمسی جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

صورت مسؤلہ میں طلاق نہیں ہوئی البتہ زید طلاق دینے کا اقرار کرلے تو ہندہ مطلقہ قرار پائے گی چونکہ زید نے ہندہ کے سوال کیسے چھوڑو گے کہ جواب میں صرف لفظ طلاق کا استعمال کیا ہے جس میں طلاق کا ذکر تو ہے مگر دیا دیتا ہوں، دونگا کی وضاحت نہیں ہے سوال کیسے چھوڑو گے کہ پیش نظر جواب کا

مطلب ممکن ہے کہ یہ ہو کہ اس طرح لفظ طلاق کہہ کر چھوڑ دونگا اور دونگا کا احتمال ہی اس جگہ زیادہ قوی ہے اور جہاں طلاق کے وقوع وعدم وقوع میں احتمال اور شک ہو طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

جیسا کہ ہدایہ باب الطلاق میں ہے:

لا تطلق بالشك والاحتمال

یعنی شک اور احتمال کی بنا پر طلاق کا وقوع نہیں ہوتا ہے ہاں اگر شوہر تین طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور ہندہ مطلقہ ہو جائے گی اس لئے کہ فون اور مذاق میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ فتاوی علیمیہ ج ۲ /ص ۱۴۵ / پر رقمطراز ہیں فون پر نشہ کی حالت میں دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت ج ا / ح ۸) ص ۱۸ پر ہے کہ اگر تعداد تین سے زیادہ ہو تو تین ہی ہونگی باقی لغو۔

لہذا اگر شوہر اقرار طلاق کرتا ہے تو ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی اور بغیر تحلیل شرعی ہندہ زید کیلئے حرام رہے گی اور اس سے فی الحال الگ ہونا لازم ہوگا ورنہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد رضا امجدی ہر پور وَا با چپٹی سیتا مڑھی بہار

۹ ذی قعدہ ۱۴۴۲ھ بروز سوموار

طلاق کے لئے اضافت کا ہونا ضروری ہے بلا اضافت طلاق واقع نہیں ہوگی اگر چہ شوہر لفظ طلاق طلاق ہزار بار بولے جیسا کہ درمختار میں ہے:

لم یقع بترکہ اضافتہ الیھا

اور فتاوی رضویہ میں ہے:

دریں سخن اضافت بسوئے زن نیست، اگر در دل ہم قصد اضافت نہ کردہ باشد قطعاً طلاق نیست (ماخذ فتاوی علیمیہ جلد ثانی صفحہ ۱۷۶)

الجواب صحیح جابر القادری رضوی جمشید پور

شادی کے کچھ دن بعد شوہر پاگل ہوگیا تو کیا حکم؟

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: ہندہ نے بکر سے شادی کی پھر کچھ سال بعد بکر پاگل ہوگیا اب ہندہ کیا کرے؟ علمائے کرام رہنمائی فرمائیں! کیا ہندہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور بکر سے ایک بچہ بھی ہے سائل عبداللہ مصطفائی فیضی کچھ گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعــــــــــالی

صورت مسئولہ میں عورت حاکمِ شرع کے حضور دعوی کرے، وہ ثبوتِ جنون لے کر روزِ نالش سے ایک سال کامل کی مہلت دے، اگر اس مدت میں شوہر اچھا ہوگیا فبہا، اور اگر نہ اچھا ہوا اور عورت نے پھر رجوع کیا اور حاکم شرع کو ثابت ہوا کہ، زید واقعی ہنوز مجنون ہے تو اب وہ عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے اپنے شوہر کو اختیار کر لے یا اپنے نفس کو، اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اب حاکم شرع تفریق کر دے گا، اس روز سے عورت طلاق کی عدت میں بیٹھے! عدت گزارنے کے بعد جس سے نکاح جائز ہو اس سے نکاح کر سکتی ہے۔

اور یہ اس صورت میں ہے کہ قاضی شرع کو جنون ثابت ہوا اور اس کا مطبق ہونا ثابت نہ ہوا، اور اگر حاکم شرع کو ثابت ہو جائے کہ، واقعی مدتہائے دراز گزر گئیں کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا ہے جنون اس کا مطبق ہے تو اب سال کی مدت نہ دے گا بلکہ فی الفور عورت کو اختیار دے گا کہ شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو۔

فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۴۷۱ میں ہے:

اذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لها کذا فی الکافی قال محمد رحمه الله تعالی ان کان الجنون حادثا یؤجله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرأ و ان کان مطبقا فهو کالجب و به نأخذ کذا فی الحاوی القدسی،

بہر حال یہ تفریق بے حکم حاکم شرع نہیں ہو سکتی، جہاں قاضی شرع نہ ہوں وہاں جو سنی صحیح العقیدہ مرجع فتوی اعلم علمائے بلد ہوں ایسے امور میں حاکم شرعی ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد صادق رضا پٹنہ بہار الھند

۱ مارچ ۲۰۲۰ء مطابق ۵ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ بروز اتوار

باب الخلع

(خلع کا بیان)

خلع کی عدت کتنی ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ میں خلع کی عدت کتنی ہے؟ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی: محمد صفدر رضوی مجبیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــواب بعونـــــه تعـــــالی

جو طلاق کی عدت ہے وہی خلع کی عدت ہے یعنی تین حیض کیونکہ خلع طلاق کے مثل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

عدة المختلعة مثل عدة المطلقة ثلاثة قروء۔

یعنی خلع والی عورت کی عدت بھی مطلقہ کی عدت کی طرح تین حیض ہے۔

(اوجز المسالك الى مؤطا مالك ج 11 ص 112، رقم، 1153 : كتاب الطلاق/المصنف عبد الرزاق ج6ص 507،رقم:1860)

اور دوسری حدیث میں ہے کہ ابو سلمی سے روایت ہے کہ:

عدة المختلعة ثلاث حيض

یعنی خلع والی عورت کی عدت تین حیض ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(المصنف عبد الرزاق ج6ص 507،رقم:1862)

کتبـــــه

کریم اللہ رضوی جوگیشوری مجبیٰ

۱۳اکتوبر بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

خلع میں جہیز وغیرہ لوٹانا پڑے گا یا نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ احمد نے شبنم سے نکاح کیا اور احمد کے ساتھ پندرہ دن سسرال میں ایک ساتھ رہی لیکن میکے جانے کے سات ماہ بعد شبنم اپنے شوہر سے خلع چاہتی ہے لیکن احمد اپنے زوجہ کو کسی بھی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتا۔ شبنم کو اگر احمد نہیں چھوڑتا ہے تو بات کورٹ میں چلی جائے گی ایسی صورت میں مجبوراً احمد راضی ہوا اب شبنم کہتی ہے کہ ہمارا دیا ہوا جہیز کا سارا سامان مہر کے ساتھ لوٹاؤ مگر احمد سامان نہیں لوٹا رہا ہے اب احمد پر شریعت کا کیا حکم ہے کیا احمد سے جبراً جہیز کا سامان شبنم لے سکتی ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی محمد زبیر سمستی پور بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــواب بعونــــــــــــــه تعــــــــــــــالی

صورت مستفسرہ میں بلا عذر شرعی طلاق یا خلع کا مطالبہ ناجائز وحرام ہے سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے:

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ

حضرت ثوبان رضی للہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی للہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو عورت بے ضرورت شرعی خاوند سے طلاق مانگے اس پر جنت کی بو حرام ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق کراھیۃ الخلع للمرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۹)

دوسری حدیث ہے:

عن ثوبان رسول الله صلى الله عليه وسلم: إِنَّ الْمُخْتَلِعَاتِ هُنَّ المنافِقاتُ

زوجین میں اتفاق نہ ہوتو دونو کے گھر والے جمع ہو کر صلاح کریں صلاح نہ ہوتو طلاق یا خلع جائز

ہے جیسا قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ

یعنی پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے۔

(کنزالایمان)

ردالمحتار: وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنْ شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ: السُّنَّةُ إِذَا وَقَعَ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ اخْتِلَافٌ أَنْ يَجْتَمِعَ أَهْلُهُمَا لِيُصْلِحُوا بَيْنَهُمَا. فَإِنْ لَمْ يَصْطَلِحَا جَازَ الطَّلَاقُ وَالْخُلْعُ.

احمد کی جانب سے کوئی زیادتی نہیں ہے تو احمد کو اختیار ہے کہ کچھ عوض (مثلاً جہیز یا مہر وغیرہ) کے ساتھ نکاح کو زائل کر دے جیسا کہ فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

مِلْكِ النِّكَاحِ بِبَدَلٍ بِلَفْظِ الْخُلْعِ كَذَا فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ

اسی میں ہے:

إِنْ كَانَ النُّشُوزُ مِنْ قِبَلِ الزَّوْجِ فَلَا يَحِلُّ لَهُ أَخْذُ شَيْءٍ مِنَ الْعِوَضِ عَلَى الْخُلْعِ وَهَذَا حُكْمُ الدِّيَانَةِ فَإِنْ أَخَذَ جَازَ ذَلِكَ فِي الْحُكْمِ وَلَزِمَ حَتَّى لَا تَمْلِكَ اسْتِرْدَادَهُ كَذَا فِي الْبَدَائِعِ.

اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہے تو احمد پورا سامان رکھ سکتا ہے،، بہتر ہے کہ مہر کے معافی کا مطالبہ کرے اور جہیز وغیرہ کو لوٹا دے۔

اسی میں ہے:

وَإِنْ كَانَ النُّشُوزُ مِنْ قِبَلِهَا كَرِهْنَا لَهُ أَنْ يَأْخُذَ أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَاهَا مِنَ الْمَهْرِ وَلَكِنْ مَعَ هَذَا يَجُوزُ أَخْذُ الزِّيَادَةِ فِي الْقَضَاءِ كَذَا فِي غَايَةِ الْبَيَانِ

(الفتاوى الهندية،، كتاب الطلاق، الباب الثامن فى الخلع وما فى حكمه، الفصل الاول، ج۱، ص۴۸۸۔)

درمختار میں علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(وَكُرِهَ) تَحْرِيمًا (أَخْذُ شَيْءٍ) وَيُلْحَقُ بِهِ الْإِبْرَاءُ عَمَّا لَهَا عَلَيْهِ (إِنْ نَشَزَ وَإِنْ

نَشَزَتْ لَا) وَلَوْ مِنْهُ نُشُوزٌ أَيْضًا وَلَوْ بِأَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَاهَا عَلَى الْأَوْجَهِ فَتْحٌ، وَصَحَّحَ الشُّمُنِّيُّ كَرَاهَةَ الزِّيَادَةِ، وَتَعْبِيرُ الْمُلْتَقَى لَا بَأْسَ بِهِ يُفِيدُ أَنَّهَا تَنْزِيهِيَّةٌ۔ واللہ اعلم

(الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الطلاق، باب الخلع، ج۵، ص۴۴۵ دار الفکر بیروت)

کتبـــــہ

محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی چھپرہ بہار

۴ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ بروز سوموار

زوجین میں نااتفاقی ہو تو خلع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ ہندہ کی شادی زید سے تقریباً چار سال پہلے ہوئی تھی اور ہندہ اب خلع کا مطالبہ کر رہی ہے وجہ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ شوہر کے ناجائز تعلقات دوسری سے ہے اور وہ غیر ہے مزید حق زوجیت بھی ادا نہیں کرتا ہے بایں طور کہ بیوی سے ہفتہ میں پانچ یا چھ روز غائب رہتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہندہ اپنے ماں باپ سے کہتی ہے کہ اگر تم مجھے جبراً بھیجیں گے تو میں جان دے دونگی کیا اس صورت میں عورت کے ماں باپ یا عورت خلع لے سکتے ہیں۔ المستفتی محمد الطاف قادری شہر احمد نگر مہاراشٹر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــہ تعــــــــــالی

صورت مستفسرہ میں زید وہندہ کے گھر والے ان میں صلح صفائی کی کوشش کریں مرد وعورت دونوں کی طرف سے پنچ مقرر کیا جائے جو ان کے درمیان صلح صفائی کروادے لیکن اگر اس کے باوجود آپس میں نہ بنے اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہ کرسکیں گے تو خلع میں کوئی مضائقہ نہیں۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

وَ لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْــٴًـا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَاۚ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

(سورہ بقرہ 229)

جیسا کہ رد المحتار میں ہے:

وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنْ شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ: السُّنَّةُ إذَا وَقَعَ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ اخْتِلَافٌ أَنْ يَجْتَمِعَ أَهْلُهُمَا لِيُصْلِحُوا بَيْنَهُمَا، فَإِنْ لَمْ يَصْطَلِحَا جَازَ الطَّلَاقُ وَالْخُلْعُ. واللہ تعالیٰ اعلم

(الدر المختار و رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الخلع، ج۳،ص ۴۴۱ دار الفكر بيروت)

کتبـــــہ

محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی چھپرہ بہار

۱۰ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات

باب العدة

(عدت کا بیان)

کیا مطلقہ و بیوہ ایام عدت میں موت وشادی وغیرہ میں جا سکتی ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: جو عورت عدت وفات یا طلاق میں ہو تو وہ اپنے کسی عزیز مثلا باپ ماں بھائی وغیرہ وغیرہ کے انتقال میں جا سکتی ہے جواب سے نوازیں کرم ہوگا۔ سائل احسان پورنپور

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

مطلقہ اور بیوہ عورت عدت کے دنوں میں تعزیت اور شادی بیاہ میں شرکت کے لئے نہ جائے اور اگر جائے تو واپس آ کر رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں گزارے درمختار میں ہے:

" (و معتدة موت تخرج في الجديدين و تبيت) أكثر الليل (في منزلها)

(ج:5/ص:224/کتاب الطلاق/باب العدۃ/دارعالم الکتب)

اور ایسا ہی فتاوی فقیہ ملت ج:2/ص:63/باب العدۃ/شبیر برادرز اردو بازار لاہور/ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــــہ

اسرار احمد نوری نینی تال اترا کھنڈ

20 صفر المظفر 1443 ہجر یبروز منگل

لڑکی کا نابالغی میں نکاح ہوا بعد بلوغ طلاق ہوگئی تو کیا عدت ضروری ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے میں کہ لڑکی کی شادی نابالغی کی عمر

میں ہوئی تھی اور بالغی کی عمر میں طلاق لے لی گئی تو کیا لڑکی پر عدت ضروری ہے اور خلوت صحیحہ بھی نہیں ہوئی تھی جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔سائل نعمان رضا مصطفائی جیپور راجستھان

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

صورت مستفسرہ میں اس لڑکی پر عدت ضروری نہیں جیسا کہ حضور فقیہ الملت والدین مفتی جلال الدین قبلہ احمد امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان فتاوی فیض الرسول میں تحریر فرماتے ہیں:

اور اگر عورت کو ہمبستری اور خلوت صحیحہ کے پہلے طلاق دی گئی تو اسکے لئے عدت نہیں بعد طلاق وہ فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

قرآن عظیم پارہ 22/رکوع 3/میں ہے:

یاایہا الذین آمنوا اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیہن من عدۃ تعتدونہا اھ

اور فتح القدیر میں ہے:

الطلاق قبل الدخول لا تجب فیہ العدۃ۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاوی فیض الرسول ج:2/ص:313/باب العدۃ/شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۷ جمادی الآخر ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات

کیا عورت عدت کے دوران بھانجے بھتیجے اور داماد سے پردہ کرے گی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والد کا انتقال ہوگیا ہے زید کی ماں عدت کر رہی ہے تو زید کی ماں اپنے داماد. اور اپنے بھتیجے. اور اپنے بھانجے سے. پردہ کریگی یا نہیں تمام مفتیان کرام توجہ فرمائیں اور باحوالہ جواب عنایت فرمائیں آپ کی

بڑی مہربانی ہوگی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔سائل: نظام اختری

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــه تعـــــــالی

زید کی ماں کے لئے اپنے داماد اور اپنے بھتیجے اور بھانجے سے کوئی پردہ نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ اس کے لئے محرم ہیں اور محرم اسی کو کہتے جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو اس کی چند صورتیں ہیں جن میں ایک حرمت مصاہرت بھی ہے جس کی وضاحت میرے آقا اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت مُجدّدِ دین وملّت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

جن سے نِکاح ہمیشہ کو حرام ہے کبھی حلال نہیں ہوسکتا مگر وجہِ حُرمت (یعنی نکاح حرام ہونے کی وجہ) عِلا قۂ نَسَب (خُونی رشتہ) نہیں بلکہ عِلا قۂ رَضاعت (یعنی دودھ کا رشتہ) ہے جیسے دودھ کے رشتے سے باپ، دادا، نانا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسہ، یا عِلا قۂ صِہر (سُسرالی رشتہ) ہو جیسے خُسر (یعنی سُسر)، ساس، داماد، بہو، ان سب سے نہ پردہ واجب ہے نہ نادُرست ہے، (یعنی ان سے پردہ) کرنا نہ کرنا دونوں جائز، اور بحالتِ جوانی یا اِحتمالِ فتنہ (یعنی فتنے کے اِمکان میں) پردہ کرنا ہی مناسِب۔ (فتاوی رضویہ جدید کتاب الحظر والاباحۃ ج ۲۲ ص ۲۳۵)

لہٰذا مذکورہ باتوں سے ثابت ہوا کہ زید کی ماں اس کے بھتیجے اور بھانجے کے درمیان کوئی پردہ نہیں حرمت نسب کی وجہ سے کیونکہ صاحب بہار شریعت نے بھائی بہن کی اولاد کو حرمت نسب کی قسم میں شمار کیا ہے لہٰذا یہ اس کے لئے محرم ہوئے اور محرم سے کوئی پردہ نہیں، اور داماد سے بھی پردہ نہیں حرمت مصاہرت کی وجہ سے جب کہ جوان نہ ہو اور اگر جوان ہو تو پردہ کرنا مناسب ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــه

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۲۱ نومبر بروز جمعرات ۲۰۱۸

جو عورت عدت میں ہو اسے صراحتاً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ طلاق کے بعد عدت کتنے دن تک ہے اور دوسرا سوال طلاق دینے کے تین دن بعد نکاح کا پیغام پہنچا سکتے ہیں کہ نہیں؟ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔ سائل حافظ ارباز عالم نظامی کشی نگر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

طلاق کی عدت تین حیض ہے اور ایسی مطلقہ جنکو حیض آنا بند ہوگیا یا اب تک حیض نہیں آیا انکی عدت تین مہینے ہیں اور جو مطلقہ حاملہ ہو انکی عدت وضع حمل ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

اَلْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

ترجمہ:۔طلاق والیاں اپنے کو تین حیض تک روکے رہیں اور اُنھیں یہ حلال نہیں کہ جو کچھ خدا نے ان کے پیٹوں میں پیدا کیا اُسے چھپائیں، اگر وہ اللہ (عزوجل) اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہوں۔

(پ۲،البقرۃ:۲۲۸)

وَالّٰٓـِٔیْ یَىٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ

ترجمہ:۔اور تمھاری عورتوں میں جو حیض سے ناامید ہوگئیں اگر تم کو کچھ شک ہو تو اُن کی عدت تین مہینے ہے اور اُن کی بھی جنھیں ابھی حیض نہیں آیا ہے اور حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ اپنا حمل جن لیں

(پ۲۸،الطلاق:۴)

اور جو عورت عدت میں ہو اُس کے پاس صراحۃً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے اگرچہ نکاح فاسد یا عتق کی عدت میں ہو اور موت کی عدت ہو تو اشارۃً کہہ سکتے ہیں اور طلاق رجعی یا بائن یا فسخ کی عدت میں اشارۃً بھی نہیں کہہ سکتے اور وطی بالشبہہ یا نکاح فاسد کی عدت میں اشارۃً کہہ سکتے ہیں اشارۃً کہنے کی صورت یہ ہے کہ کہے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں مگر یہ نہ کہے کہ تجھ سے، ورنہ صراحت ہو جائیگی یا کہے میں ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں جس میں یہ یہ وصف ہوں اور وہ اوصاف بیان کرے جو اس عورت

میں ہیں یا مجھے تجھ جیسی کہاں ملے گی۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَ لٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّاۤ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

اور تم پر گناہ نہیں اس میں کہ اشارۃً عورتوں کے نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو، اللہ (عزوجل) کو معلوم ہے کہ تم اُن کی یاد کرو گے ہاں اُن سے خفیہ وعدہ مت کرو مگر یہ کہ اُتنی ہی بات کرو جو شرع کے موافق ہے۔ اور عقد نکاح کا پکا ارادہ نہ کرو جب تک کتاب کا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) اُس کو جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے تو اُس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) بخشنے والا، حلم والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(سورۃ البقرۃ ۲۳۵)

کتبـــــہ

ابوحنیفہ محمد اکبر اشرفی رضوی مانخورد ممبئی

۱۳ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات

شوہر کے انتقال پر بیوی کتنے دن عدت گزارے گی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: یہ ہے کہ اگر کسی کا شوہر انتقال ہو جائے یا کسی کی بیوی انتقال ہو جائے تو اس بیوی کو کتنے دنوں تک عدت گزارنا پڑے گا اور ایک بات یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ بولتے ہیں کہ اس شوہر کو بھی کہیں نہیں نکلنا چاہیے یا اگر اس کا شوہر کہیں گیا کسی کے یہاں مہمان داری گیا اور اس کو تحفے میں کچھ کپڑے وغیرہ دیا تو کیا اس شوہر کو وہ سب کپڑا لینا جائز ہے یا نہیں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت بڑی مہربانی ہوگی۔ سائل شیخ افتخار رضوی پورنیہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــہ تعـــــــالی

اگر کسی کا شوہر انتقال کر جائے تو بیوہ عورت اگر حاملہ نہ ہو تو چار ماہ دس دن عدت گزارے گی جیسا کہ قرآن مجید پارہ دوم رکوع ۱۴ میں ہے:

'والذین یتوفون منکم و یذرون أزواجا یتربصن بأنفسهن أربعة عشر اشهر وعشرا'

اور فتاوی عالمگیری میں ہے:

عدة الحرة فی وفاة أربعة اشهر وعشرة ایام سواء كانت مدخولا بها او لا مسلمة او كتابية تحت مسلم صغيرة او كبيرة او آئسة و زوجها حرا و عبد حاضت فی هذه المدة او لم تحض ولم يظهر حبلها كذا فی فتح القدير اه
(فتاوی عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۴۷۳)

اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے خواہ بیوہ ہو یا مطلقہ ہو یعنی طلاق والی ہو چاہے وہ عدت کے وجوب کے وقت میں حاملہ ہوئی یا بعد میں۔

قرآن مجید پارہ ۲۸ سورہ طلاق میں ہے:

واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن

اور فتاوی قاضی خان مع ہندیہ میں ہے:

فان كانت الا معتدة عن الطلاق او الوطأ عن شبهة او الموت حاملا فعدتها بوضع الحمل سواء كانت حاملا وقت وجوب العدة او حبلت بعد الوجوب

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بیوی کے انتقال کے بعد شوہر گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے یہ سب باتیں صحیح نہیں ہے اور اس کا شوہر کہیں گیا یا کسی کے یہاں بطور مہمان گیا اور کچھ تحفہ میں کپڑے وغیرہ دیا گیا تو اس کے شوہر کے لیے تحفہ لینا جائز ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد عمران القادری التنویری سدھارتھ نگر یوپی

۴ فروری ۲۰۲۰ء مطابق ۹ جمادی الآخر ۱۴۴۱ھ بروز منگل

بیوہ عورت بناؤ سنگار کب تک نہ کرے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بیوہ عورت ہاتھ یا پیر میں چھلہ یا گلے میں چین یا کوئی دوسرے زیورات اپنے بدن میں پہن سکتی ہے یا نہیں جواب عنایت ہو۔ سائل صدیق

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــواب بعونــــــــــــہ تعـــــــــــالی

فوت شدہ عورت کی عدت جو قرآن میں مذکور ہے وہ چار ماہ دس دن ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

وَ الَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡکُمۡ وَ یَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا یَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ اَرۡبَعَۃَ اَشۡہُرٍ وَّ عَشۡرًا۔

اس آیت کے تحت مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ:

فوت شدہ کی بیوی کی عدت 4 ماہ 10 دن ہے۔

یہ اس صورت میں ہے جب شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا ہو ورنہ عورت 130 دن پورے کرے گی۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۳ ویں ص ۲۹۴-۲۹۵)

شوہر کی وفات کی عدت گزارنے والی دورانِ عدت نہ گھر سے باہر نکل سکتی اور نہ بناؤ سنگار کر سکتی ہے خواہ زیور سے کرے یا رنگین وریشمی کپڑوں سے یا خوشبو، تیل اور مہندی وغیرہ سے۔ اگر کوئی عورت عدت کی پابندیاں پوری نہ کرے تو جو اسے روکنے پر قادر ہے وہ اسے روکے، اگر نہیں روکے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا۔

ان تمام مسائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیوہ عورت اگر عدت میں ہے تو بناؤ سنگار نہیں کر سکتی چاہے زیورات ہی کیوں نہ پہنے کہ یہ بھی سنگار ہے اور رہی بات دیگر دھاتوں کے زیورات تو سونا چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کی زیورات عورتوں کو جائز نہیں چاہے وہ بیوہ ہو یا نہ ہو بیوہ اپنی عدت گزارنے کے بعد بناؤ

سنگار کر سکتی ہے کہ اب جائز ہے۔واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ

محمد جابر القادری رضوی/ ۱۲ جون بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

حمل ساقط ہونے کی صورت میں عدت کیسے پوری کریں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر شوہر مر جائے اور اس کی بیوی حاملہ ہو اور چند مہینے کا حمل ضائع ہو جائے تو کیا اس عورت کی عدت پوری ہو جائے گی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔سائل محمد غفران

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ:

اگر بچے کے ہاتھ پاؤں بن گئے تھے تو عدت پوری ہوگئی اب عدت کی حاجت نہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

اذا اسقطت سقطا ان استبان بعض خلقه انقضت به العدة لانه ولد والا فلا

یعنی حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے تو اگر بچے کے کچھ اعضاء کی تخلیق ظاہر ہوتی ہو تو پھر اس سے عدت پوری ہوگئی کیونکہ یہ مکمل بچہ شمار ہوتا ہے اور اگر ابھی اعضاء ظاہر نہ ہوں تو عدت پوری نہ ہوگی۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۳ صفحہ ۳۰۴)

خلاصۂ کلام یہ کہ اعضاء بننے کی مدت چار ماہ ہے تو چار ماہ یا اس سے زیادہ کا حمل ساقط ہوا تو عدت ختم ورنہ نہیں۔واللہ اعلم

کتبــــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

۳۱ جنوری بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

عورت کی رضا کے بغیر رجعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بعد رجعت عورت رہنا نہ چاہے تو کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: طلاق رجعی کے بعد اگر مرد رجوع کرے اور عورت نہ مانے یا عورت شوہر کے ساتھ رہنا پسند نہ کرے۔ تو اب کیا حکم ہوگا جواب ارشاد فرمادیں۔ سائل محمد سفیان پنجاب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــالی

عدت کے اندر رجعت ہو جائے گی اگر چہ عورت راضی نہ ہو کیونکہ رجعت کے لئے عورت کا راضی ہونا ضروری نہیں ہاں بعد عدت عورت کی مرضی سے بھی رجعت نہیں کرسکتا بلکہ نکاح جدید کرسکتا ہے جیسا کہ صدر الشریعہ بحوالہ درمختار بہار شریعت جلد اول حصہ ہشتم صفحہ 36 ناشر فرید بکڈ پو رجسٹر مٹیا محل جامع مسجد دہلی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

رجعت میں عورت کی رضا کی ضرورت نہیں بلکہ اگر وہ انکار بھی کرے جب بھی ہو جائے گی بلکہ اگر شوہر نے طلاق دینے کے بعد کہہ دیا ہو کہ میں نے رجعت باطل کر دی یا مجھے رجعت کا اختیار نہیں جب بھی رجعت کرسکتا ہے۔

پس اگر شوہر نے طلاق رجعی دی اور پھر رجعت کرلی تو رجعت ہوگئ رجعت کے لئے عورت کا راضی ہونا ضروری نہیں لہذا عورت کی ناراضگی سے رجعت پر کوئی فرق نہیں پڑیگا ہاں اگر عورت رہنا نہیں چاہتی ہے تو جس طرح ہو سکے شوہر سے مزید اور طلاق حاصل کر کے بائنہ ہو جائے بعدہ عدت گزار کر اگر چاہے تو نکاح کسی سنی صحیح العقیدہ جس سے شرعا جائز ہے کرلے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد اختر رضا قادری رضوی سرکھیت (نیپال)

۷ جنوری ۲۰۲۰ء مطابق ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ بروز منگل

بعد طلاق عورت عدت کہاں گزاریگی نیز اس کا نفقہ کس کے ذمہ ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علماء کرام رہنمائی فرمائیں کہ طلاق کے بعد عورت عدت کہاں کرے۔ میکے یا سسرال اور عورت کا نانونفقہ کس کے ذمہ ہے۔ جواب ارشاد فرمادیں۔ سائل علی رضا کراچی پاکستان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

طلاق والی عورت کو بھی شوہر کے مکان میں رہ کر عدت گزارنے کا حکم ہے جیسا کہ پارہ 28 سورہ طلاق میں ہے:

ولا تخرجوھن من بیوتھن

لہٰذا عورت شوہر کے گھر رہ کر عدت گزارے لیکن اگر شوہر فاسق ہے پرہیزگار نہیں ہے جس سے برائی کا اندیشہ ہے تو حکم ہے کہ شوہر کے گھر میں عدت نہ گزارے۔ (عالمگیری درمختار؛ بہار شریعت حصہ 8 صفحہ 134)

(بحوالہ فتاوی فیض الرسول جلد دوم صفحہ 299)

اور زمانۂ عدت کا نفقہ شوہر پر لازم ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد اول مصری میں ہے:

المعتدۃ عن الطلاق توحق النفقۃ والسکنی کذا فی (فتاوی قاضی خان)

(حوالہ مذکورہ 330)

اور بہار شریعت میں ہے:

جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔

نیز اسی میں ہے:

جس عورت کو طلاق دی گئی ہے بہرحال عدت کے اندر نفقہ پائے گی طلاق رجعی ہو یا بائن یا تین طلاقیں عورت کو حمل ہو یا نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــہ

محمد اختر رضا قادری رضوی سرکھیت (نیپال) / ۲۸ جنوری ۲۰۲۰ء مطابق ۲ جمادی الآخر ۱۴۴۱ھ بروز منگل

وطی بالشبہہ میں عدت لازم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: مفتیان کرام کی بارگاہ میں عرض ھے کہ ایسی کونسی صورت ہے کہ عورت کا شوہر زندہ ھے اور اس نے طلاق بھی نہ دی ھے اور اسکی عورت پر عدت واجب ھے رہنمائی فرمائیں عین کرم ھوگا۔ سائل محمد شاھد رضا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

اس کی صورت یہ ہے کہ اس کی عورت کو کسی نے اپنی عورت سمجھ کر شبہہ میں وطی کر لی تو اس عورت پر تین حیض تک وطی بالشبہہ کی عدت لازم ہے جیسا کہ جوھرہ نیرہ میں ہے کہ:

الموطوئۃ بشبہۃ فعدتہا الحیض فی الفرقۃ و الموت۔ واللہ تعالی اعلم

(جوھرہ نیرہ ج2 ص138 بحوالہ فقہی پہلیاں ص216)

کتبــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۲۹ دسمبر ۲۰۱۹ء مطابق ۲ جمادی الاولی ۱۴۴۱ھ بروز اتوار

دوران عدت کیا کیا چیز منع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی یا بائن یا مغلظہ دی تو ان صورتوں میں عدت کب سے شروع ہوگی اور عدت کے درمیان کن چیزوں سے پرہیز کرنا چاہئے برائے کرم جواب ارشاد فرمائیں۔ سائل شارخ رضا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

عدت کی شروعات بعد طلاق یا بعد موت ہے جیسا کہ درمختار میں ہے:

ومبدا العدۃ بعد الطلاق وبعد الموت علی الفور
یعنی عدت کا شروع ہونا بعد طلاق یا بعد موت ہوتا ہے فی الفور

(درمختار جلد دوم باب العدۃ صفحہ ۲۵۰)

عدت دو طرح کی ہوتی ہے، عدت وفات، عدت طلاق، طلاق رجعی کی عدت میں عورت پر کوئی پابندی نہیں البتہ طلاق بائنہ یا مغلظہ اور وفات کی عدت میں عورت پر ضروری ہے کہ سوگ کرے جیسا کہ درمختار میں ہے:

شرعا ترك الزينة ونحوها المعتدة بائن او موت الخ اور اسی میں آگے ھے کہ لانه حق الشرع اظهار للتاسف على فوات نعمة النكاح
یعنی نعمت نکاح زائل ہونے کی وجہ سے سوگ کرے اور یہ سوگ طلاق بائن یا خلع وغیرہ سے ہے جیسا کہ اسی میں ہے:

اذا كانت المعتدة بتة لو موت
بتہ کے متعلق مذکور ہے کہ اس سے مراد طلاق بائن یا خلع وغیرہ ہے

(درمختار جلد دوم کتاب الطلاق فصل فی الحداد صفحہ ۲۵۵)

اور درج ذیل امور سے اجتناب کرے، بناؤ سنگھار نہ کرے، چوڑیاں یا دیگر زیورات نہ پہنے، خوشبو نہ لگائے، پان کھا کر منھ لال نہ کرے، مہندی نہ لگائے، ریشمی، رنگے ہوئے اور پھول دار اچھے کپڑے نہ پہنے، بلا ضرورت محض زینت کے لیے سر میں تیل نہ ڈالے، سرمہ نہ لگائے، چھوٹے دندانوں کی کنگھی نہ کرے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے:

او حريرا او امتشاط بضيق الاسنان والطيب الخ

(درمختار جلد دوم کتاب الطلاق فصل فی الحداد صفحہ ۲۵۶)

اسی طرح عدت میں عورت کے لیے گھر سے نکلنا جائز نہیں، ہاں اگر کوئی شرعی ضرورت درپیش ہو مثلاً سخت بیمار ہو تو ڈاکٹر یا طبیب کو دکھانے کے لیے جا سکتی ہے، اس حکم میں عدتِ وفات اور عدتِ طلاق دونوں مساوی ہیں، وفاتِ زوج کی عدت گذارنے والی عورت کو اگر وہ غریب ہو اور اس کے پاس گذر بسر کے لیے کوئی انتظام نہ ہو تو کسب معاش کی غرض سے دن میں نکلنے کی گنجائش ہے، لیکن رات بہر حال گھر میں آ کر گذارے، مطلقہ کو کسب معاش کے لیے بھی نکلنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ

مطلقہ کے دورانِ عدت کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہوتا ہے۔

ومعتدة موت تخرج فی الجديدين وتبيت أكثر الليل فی منزلها؛ لأن نفقتها عليها فتحتاج للخروج ۔ واللہ تعالی اعلم

(درمختار جلد دوم صفحہ ۲۵۸)

کتبـــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

۱۵ مارچ بروز جمعہ ۲۰۱۹ عیسوی

شوہر کے انتقال کے بعد عدت واجب ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: عرض یہ ہے کہ جس عورت کا شوہر انتقال کر جاے اس عورت کی عدت کب شروع ہوتی ہے جب اسکے شوہر کو قبر میں رکھ دیا جاے تب سے؟ یا انتقال کر جاے تب سے؟

سائل محمد سلیم

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــــــالی

جس عورت کا شوہر انتقال کر جائے یا اسے طلاق دیدے تو اس عورت کی عدت اس کے شوہر کے طلاق دینے یا انتقال کر جانے کے بعد ہی واجب ہو جاتی ہے۔

والعدت واجبة من يوم الموت ويوم الطلاق ۔ واللہ تعالی علم

(شرح مختصر الطحاوی جلد خامس ص ۲۴۸)

کتبـــــہ

امجد رضا امجدی سیتامڑھی بہار

۱۸ مئی بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

دورانِ عدت عورت کا گھر سے باہر جانا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: عرض یہ کہ جس عورت کو طلاق دے دی جائے پھر جو اسکی عدت ہوتی ہے اس عدت کے اندر وہ عورت کہیں پر جا سکتی ہے یا نہیں یا پھر پوری عدت ہونے تک گھر میں ہی رہے گی تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔سائل سلیم رضا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــالی

طلاق والی عورت کو شوہر کے مکان میں رہ کر عدت گزارنے کا حکم ہے جیسا کہ پارہ: 28، سورۃ طلاق میں ہے:

ولا تخرجوهن من بيوتهن

لہٰذا مذکورہ عورت شوہر کے گھر میں رہ کر عدت گزارے لیکن اگر شوہر فاسق ہے پرہیزگار نہیں ہے جس سے برائی کا اندیشہ ہے تو حکم ہے کہ شوہر کے گھر میں عدت نہ گزارے۔

(فتاوی فیض الرسول، ج:2،ص:299،کتاب العدت)

اور عدت طلاق میں گھر سے بالکل نکلنا جائز نہیں ہے کیونکہ عدت طلاق میں نان ونفقہ کی ذمہ داری شوہر پر ہے اور عدت وفات میں عورت کو بلا حاجۃ شدیدہ شرعیہ گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے لہٰذا مذکورہ عورت عدت کے دوران کہیں جانے کی اجازت نہیں ہے ہاں حاجت شرعی ہو تو دن میں نکل سکتی ہیں اور رات گھر میں گزارنا ضروری ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ:

اگر اتنے دنوں کے لئے شوہر گھر چھوڑ جائے اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر عورت اس گھر سے دوسری جگہ منتقل ہو فقیر کی کتاب طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم میں بھی اس پر ایک فتوی موجود ہے۔واللہ اعلم

کتبــــــه

محمد عبدالعلیم مصباحی

۱۶ فروری بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

مقطوع ذکر یا خصی ہونے کی حالت میں خلوت صحیحہ پائی جائے گی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کوئی مقطوع ذکر ہو یا خصی ہو تو کیا وہ اپنی بیوی سے یا سے کمرے میں ہو جہاں مانع وطی نہ ہو کیا خلوت صحیحہ پائی جائے گی یا نہیں اگر پائی جائے یا نہ پائی جائے دونوں صورتوں میں عدت ہے یا نہیں دلیل سے جواب عنایت فرمائیں عین ونوازش ہوگی۔ سائل محمد وسیم اکرم رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــالی

اگر کوئی شخص مقطوع ذکر یا خصی وغیرہ ہو اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ ایسے کمرے میں جمع ہو جائیں جہاں مانع وطی نہ ہو تو ایسی صورت میں خلوت صحیحہ پائی جائے گی اور اس صورت میں عدت بھی واجب ہوگی۔ جیسا کہ عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ میں ہے کہ:

کخلوۃ مجبوب او عنین او خصی وتجب العدۃ فی الکل احتیاطا ای فی جمیع ما ذکر من اقسام الخلوۃ سواء وجد فیہ المانع کالمرض و نحوہ او لم یوجد اھ

(عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ ص 127 : کتاب النکاح، باب المهر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور بہار شریعت میں ہے کہ:

شوہر کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا انثیین نکال لیے گئے ہیں یا عنین ہے یا خنثیٰ ہے اور اس کا مرد ہونا ظاہر ہو چکا تو ان سب میں خلوتِ صحیحہ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

(بہار شریعت ج2 ص70: مہر کا بیان)

کتبـــــه

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۱۶ ستمبر بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

اگر خلوت ہوئی مگر عورت مرد کے قابو میں نہ آئی تو کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید اور ہندہ آج سے تقریباً تین ماہ پہلے شادی ہوئی اور ہندہ رخصت ہو کر زید کے گھر بھی آئی لیکن اب ہندہ زید کے ساتھ کسی صورت بھی تعلق خاص نہیں کرنا چاہتی ہے یہاں تک کہ رشتہ دار اور گاؤں کے لوگوں نے کافی سمجھایا اور سماج کے لوگ دباؤ بھی ڈالے حتیٰ کہ کسی بہانے سے لڑکے کو روم میں بھیج کر باہر سے جیسے ہی دروازہ بند کیا گیا ہندہ چلانے لگی تو فوراً دروازہ کھول دیا گیا طلب امر یہ ہے کہ اس صورتحال میں خلوت صحیحہ کا حکم لگے گا یا نہیں اور لڑکی چونکہ زید کے ساتھ کسی بھی صورت نہیں رہنا چاہتی ہے تو طلاق دینے کی صورت میں زید کو دین مہر پورا دینا ہوگا یا نصف یا کچھ بھی نہیں اور ہندہ عدت گزارے گی یا نہیں؟ سائل محمد راشد الرحمٰن رضوی گڈ جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

خلوت صحیحہ کا تحقق یہاں شرعاً ہو گیا بشرطیکہ دیگر موانع نہ ہوں جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب بہار شریعت جلد دوم حصہ 7 صفحہ نمبر 70 پر تحریر فرماتے ہیں کہ اگر خلوت ہوئی مگر عورت مرد کے قابو میں نہ آئی اگر کوآری ہے مہر پورا واجب ہو جائیگا اور اگر ثیب ہے تو مہر موکد نہ ہوا۔

درمختار ج دوم صفحہ 358 پر ہے: یتاکد عند وطا او خلوۃ صحت او موت أحدھما

اور فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ 526 پر ہے:

رجل تزوج امرأۃ نکاحا جائزا فطلقھا بعد الدخول او بعد الخلوۃ الصحیحۃ کان علیھا العدۃ کذا فی فتاوی قاضی خان۔

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

العدۃ سبب وجوبھا النکاح والتاکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوۃ وھی فی حق حرۃ تحیض بعد الدخول حقیقۃ او حکما ثلثۃ حیض وفی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعۃ او کبر ثلثۃ اشھر ان وطئت فی

الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ۔
(فتاوی رضویہ ج5 صفحہ 844)

اور حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہے بہر حال عدت کے اندر نفقہ پائے گی طلاق رجعی ہو یا بائن یا تین طلاقیں عورت کو حمل ہو یا نہیں۔

(بہار شریعت حصہ 8 ص 151)

لہذا صورت مسئولہ میں ہندہ پر عدت واجب ہے اور زید پر عدت کا خرچ واجب ہے نیز ہندہ کو پورا مہر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــہ
وصی احمد علوی بہرائچ شریف یوپی
۱۷/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ بروز جمعہ

معتدہ کو علاج کیلئے ہسپتال لیجانا جائز ہے؟

السلام علیکم

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے اور وہ عدت میں ہے اور وہ بہت بیمار ہے تو کیا ہسپتال میں ایڈمٹ کرا سکتے ہیں کیونکہ دو تین دن سے آنکھیں نہیں کھول پا رہی ہیں؟ جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ مستفتی محمد فخر الدین کرناٹک الھند

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــواب بعونــــــــــــــہ تعــــــــــــالی

صورت مسئولہ میں معتدہ عورت پر اسی گھر میں عدت گزارنا لازم ہے جس میں وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھی، بغیر ضرورت شدیدہ کے وہ نہ باہر جا سکتی ہے اور نہ مکان بدل سکتی ہے البتہ ضرورت شدیدہ کے وقت اس کے لئے باہر نکلنا یا مکان تبدیل کرنا جائز ہے اور ضرورت شدیدہ کی مختلف صورتیں

ہیں:

(۱) معتدہ کا گھر گرنے کا خطرہ ہو۔

(۲) معتدہ کو اپنے مال وجان پر چوری وغیرہ کا خوف شدید ہو۔

(۳) اگر عدت شوہر کی وفات کی وجہ سے ہے اور عورت گھر کا کرایہ دینے پر قادر نہ ہو۔

(۴) شوہر کے وفات کی عدت گزارنے والی عورت کو میت کے خیال آنے سے اس گھر میں زیادہ وحشت ہو۔

(۵) معتدہ کو شوہر کے گھر میں دوران عدت کسی کی طرف سے فتنے (ابتلاء معصیت) کا خطرہ ہو اور فتنہ سے بچنے کیلئے اسی گھر میں الگ رہنے کا انتظام نہ ہوسکتا ہو۔

(۶) معتدہ بالوفات کے پاس نان ونفقہ کیلئے خرچہ نہ ہو تو وہ دن کو کمائی کیلئے باہر نکل سکتی ہے۔

(۷) معتدہ اگر بیمار ہے اور ڈاکٹر کو معتدہ کے گھر پر بلانا مشکل ہو تو علاج کیلئے معتدہ نکل سکتی ہے البتہ یہ سب گنجائش اس وقت ہیں جب ضرورت شدیدہ ہو، اگر ضرورت اتنی سخت نہیں جس سے بڑا نقصان ہوسکتا ہو تو معتدہ کیلئے گھر سے نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں

جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

"إن اضطرت إلى الخروج من بيتها بأن خافت سقوط منزلها أو خافت على مالها أو كان المنزل بأجرة ولا تجد ما تؤديه في أجرته في عدة الوفاة فلا بأس عند ذلك أن تنتقل... لو كانت بالسواد قد دخل عليها الخوف من سلطان أو غيره كانت في سعة من التحول إلى المصر كذا في المبسوط المعتدة إذا كانت في منزل ليس معها أحد وهي لا تخاف من اللصوص ولا من الجيران ولكنها تفزع من أمر المبيت إن لم يكن الخوف شديدا ليس لها أن تنتقل من ذلك الموضع وإن كان الخوف شديدا كان لها أن تنتقل كذا في فتاوى قاضي خان" (فتاوى هندية ج۱/۵۳۵)

اگر گھر پر ہی علاج کی سہولت میسر نہ ہو تو ایسی صورت میں معتدہ ہسپتال جاسکتی ہے، تاہم کسی ایسی جگہ علاج کرائے جہاں سے علاج کرا کر مغرب سے پہلے گھر واپسی ہوجائے اگر وہ بھی ممکن نہ ہو وہاں

رہ کر علاج کرواسکتی ہے

درمختار وحاشیہ ابن عابدین میں ہے:

" (ومعتدة موت تخرج في الجديدين وتبيت) أكثر الليل (في منزلها)؛ لأن نفقتها عليها فتحتاج للخروج وتعتدان أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه، ولا يخرجان منه إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف إنهدامه أو تلف مالها أو لا تجد كراء البيت ونحو ذٰلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع إليه۔ (الدر المختار مع الشامي، باب العدة/فصل في الحداد ج۵ ۲۲۵ زکریا، ج۳ ۵۳۶ کراچی)

ہدایہ میں ہے:

" لا تخرج المعتدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة؛ فإن المطلقة تخرج للضرورة ليلاً أو نهاراً " (الهداية ج ۲ ۴۲۹-۴۲۸ و مثله شامي ج ۳/ ۵۳۶ کراچی، ج ۵/ ۲۲۵ زکریا، كذا في البحر الرائق ج۴ ۱۵۳ کراچی)

الفتاوی الولوالجیہ میں ہے:

" وإن اضطرت إلى الخروج فلا بأس بذٰلك۔

(الفتاویٰ الولوالجیۃ، کتاب الطلاق/ الفصل الرابع ج ۲/ ۸۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

الحختصر یہ ہے کہ علاج کیلئے عدت والی کو حالت عدت میں ضرورت شدیدہ طبعیہ کے باعث ہسپتال لے جاسکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبـــــہ

محمد مقصود عالم فرحت ضیائی کرناٹک الھند

۱۵ شوال المکرم ۱۴۴۱؁ھ بروز منگل

باب النسب

(نسب کا بیان)

قبل نکاح پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہوگا یا نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: مفتیان کرام سے عرض ہے کہ مرد وعورت نے نکاح سے پہلے قربت کرلی۔اب اسی سے حمل بھی ٹھہر گیا اب نکاح بھی اسی عورت سے ہوا وہ بچہ حلالی ہوگا یا حرامی؟ توبہ بھی کرچکے۔حمل ضائع کروا دیں تو گناہ ہوگا یا نہیں۔جزاک اللہ خیرا کثیرا۔سائل لقمان پاکستان

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــــالی

اگر کوئی مرد نے کسی عورت سے زنا کرلے پھر وہ حاملہ ہوجائے اور اس کے بعد اس عورت سے نکاح کرلے تو اگر نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو اس بچہ کا نسب قضاءً ناکح سے ثابت ہوجائے گا اور دیانۃً ثابت نہیں ہوگا۔اور اگر نکاح کی تاریخ سے چھ مہینہ سے پہلے بچہ پیدا ہوجائے۔اور خاوند یہ اقرار کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو ثبوت نسب کے لئے یہ اقرار تو معتبر نہیں ہوگا۔لیکن اس اقرار کی وجہ سے بچہ اس کی میراث میں وارث بنے گا۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

إذا زنا بامرأة ثم تزوجها فولدت منه إن جاءت به لستة عشر فصاعدا يثبت نسبه إلا ان يدعيه ولم يقل إنه من الزنا إلا ان قال أنه من الزنا فلا يثبت نسبه ولا يرث منه اھ

(فتاوی عالمگیری ج1 ص540: کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر)

اور اسی میں ہے کہ:

اذا تزوج الرجل امرأۃ فجائت بالولد لأقل من ستۃ أشھر منذ تزوجھا لم یثبت نسبہ و ان جاءت لستۃ أشھر فصاعداً یثبت نسبہ منہ اعترف بہ الزوج أو سکتاہ (فتاوی عالمگیری ج1 ص 536)

اور اسی میں ہے کہ:

إذا زنی رجل بامرأۃ فجاءت بولد فادعاہ الزانی لم یثبت نسبہ منہ و اما المرأۃ فیثبت نسبہ منھا ۔

(فتاوی عالمگیری ج4 ص 127:کتاب الدعوۃ/ تبیین الحقائق ج3 ص 275:کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب)

اور بہار شریعت میں ہے کہ:

کسی عورت سے زنا کیا پھر اُس سے نکاح کیا اور چھ مہینے یا زائد میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور کم میں ہوا تو نہیں اگرچہ شوہر کہے کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہے۔

(بہار شریعت ج2 ص 251: ثبوت نسب کا بیان)

چار ماہ کے بعد اسقاط حمل حرام ہے اس سے قبل ضرورۃ کر سکتے ہیں ۔

جیسا کہ درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ:

و قالوا : یباح اسقاط الولد قبل أربعۃ أشھر

ردالمحتار میں ہے کہ:

(و قالوا الخ) ھل یباح الاسقاط بعد الحبل ؟ نعم یباح ما لم یتخلق منہ شئی ولن یکون ذلك الا بعد مائۃ وعشرین یوما ھذا یقتضی انھم ارادوا بالتخلیق نفخ الروح اھ

یعنی کیا حمل ٹھہرنے کے بعد ساقط کرنا جائز ہے؟ ہاں جب تک اس کی تخلیق نہ ہو جائے جائز ہے۔ پھر تخلیق کا عمل 120 دن یعنی چار ماہ کے بعد ہوتا ہے اور تخلیق سے مراد روح پھونکنا ہے اھ

(در مختار مع ردالمحتار ج4 ص 336 : کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، دار الکتب العلمیہ بیروت)

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۱۷ مارچ ۲۰۲۰ء مطابق ۲۱ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ بروز منگل

نومسلم اپنا نسب کس سے جوڑیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: غیر مسلم مسلمان ہوا پھر مسلمان لڑکی سے نکاح ہوا بچہ پیدا اب اس بچے کا حسب ونسب کیا ہوگا شیخ سید پٹھان یا اور کچھ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔سائل مشرف رضا رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

ہندوستان کی اکثر قومیں بزرگان دین کی تبلیغ سے اسلام قبول کی ہیں اور جس قوم نے جس بزرگ کے ذریعے اسلام قبول کیا انکی طرف بطور رشتہ ولا اپنے کو منسوب کر سکتے ہیں اس بچے کو بھی چاہئے کہ پہلے دیکھیں کہ انکے آباء واجداد کن سے مشرف بہ اسلام ہوئے انہیں کیطرف منسوب کریں۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۵ صفحہ ۴۵۷ میں ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

من اسلم من اھل فارس فھو قریشی

یعنی جو اہل فارس سے اسلام لائے وہ قریشی ہے۔

قریش کے لوگوں نے فارس فتح کیا اور وہ لوگ ان کے ہاتھوں پر بیعت ہوئے۔

(فتاویٰ مرکز تربیت افتاء جلد اول صفحہ ۶۳۵)

اور ایک بات یہ کہ ایک مسلمان کے لئے یہ شرف کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام سے مشرف کیا اور سب سے افضل رسول سید الانبیاء کا امتی بنایا اب اگر بظاہر کوئی نسبت نہیں تو حضور سے نسبت غلامی ہی کافی ہے۔

کتبہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

۹ نومبر بروز جمعہ ۲۰۱۸

ثابت النسب کے لیے کتنے ماہ کا ہونا ضروری ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال :۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ خالد کی بیوی صفیہ سے زید نے زنا کرلیا اور زنا کے تقریبا آٹھ مہینے کے بعد صفیہ کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔اب خالد کہتا ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے اور بچہ کو لینے سے انکار کرتا ہے۔

لہذا علمائے کرام کی بارگاہ میں التماس ہے کہ از روئے شرع فیصلہ فرمادیں کہ بچہ کس کا ہے آیا خالد کا یا زید کا؟اور بچے کی پرورش کہاں ہوگی۔؟سائل فقیر تسنیم رضوی مقام کولکاتا بنگال

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــالی

وہ بچہ شرعا خالد کا ہے حدیث پاک میں ہے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

الولد للفراش وللعاھر الحجر

(صحیح البخاری ج2 ص999

لہذا خالد کا انکار نہیں مانا جائیگا جب تک خالد لعان نہ کرے چنانچہ بہار شریعت میں ہے کہ:

مرد نے اپنی عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس طرح پر کہ اجنبیہ عورت کو لگاتا تو حدِّ قذف (تہمت زنا کی حد) اس پر لگائی جاتی ۔یعنی عورت عاقلہ بالغہ حرہ مسلمہ عفیفہ ہو تو لعان کیا جائے اسکا طریقہ (یعنی لعان کا) یہ ہے کہ قاضی کے حضور پہلے شوہر قسم کے ساتھ چار مرتبہ شہادت دے یعنی کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت کو زنا کی تہمت لگائی اس میں خدا کی قسم میں سچا ہوں پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر خدا کی لعنت اگر اس امر میں کہ اس کو زنا کی تہمت لگائی جھوٹ بولنے والوں سے ہو اور ہر بار لفظ اس سے عورت کی طرف اشارہ کرے پھر عورت چار مرتبہ یہ کہے کہ میں شہادت دیتی ہوں خدا کی قسم اس نے جو مجھے زنا کی تہمت لگائی ہے اس بات میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ اس بات میں سچا ہو جو مجھے زنا کی تہمت لگائی لعان میں لفظ شہادت شرط ہے اگر یہ کہا کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ سچا ہوں تو لعان نہ ہوا۔

(جلد اول حصہ ہشتم ص59 ناشر فرید بکڈ پو رجسٹرڈ مٹیا محل جامع مسجد دہلی)

جب لعان ہو جائے تو قاضی یا پنچ یہ کہیں کہ ہم نے تم دونوں کو علیحدہ کیا تو دونوں علیحدہ ہو جائیں گے اور عورت مرد سے عدت کا خرچ بھی پائے گی جہیز کا سامان عورت کا ہے جو وہ لے گی پورا مہر بھی اسکو ملے گا بچہ اپنی ماں کے پاس رہے گا اور اسکی نسبت ماں کی طرف ہوگی۔

ایسا ہی فتاوی بحر العلوم جلد سوم ص 474 پر ہے:

الحاصل بچہ قبل لعان صاحب بستر یعنی شوہر کا ہوگا اور بعدِ لعان ماں کا اور دونوں صورتوں میں زانی کے منہ میں پتھر۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــــہ

محمد اختر رضا قادری رضوی سرکھیت (نیپال)

٤ شعبان المعظم ہجری ۱۴۴۰ ھ مطابق ۱۰ پریل بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

باب مفقود الخبر

(لاپتہ کا بیان)

گم شدہ کی بیوی کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاپتہ شوہر کی بیوی کتنے عرصے انتظار کے بعد شادی کرسکتی ہے؟ اور اگر دوسری شادی کے بعد پہلا شوہر جو لاپتہ تھا اچانک واپس آجائے تو بیوی کیا کرے گی؟ سائل علی رضا کراچی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــه تعــــــــــالی

مفقود الخبر کی بیوی مسلک امام اعظم پر اپنے شوہر کے نوے سال عمر ہونے تک انتظار کرے اور امام ابن ہمام کا مذہب مختار یہ ہے کہ شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے۔

"لقوله علیه السلام اعمار امتی ما بین الستین إلی سبعین بھیقی

مگر وقت ضرورت ملجۂ مفقود کی بیوی کو مسلک امام مالک پر عمل کی رخصت ہے ان کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے عورت ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے وہ عالم اس دعویٰ کو سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے پاس دعویٰ پیش نہیں کیا اور از خود چار سال انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شامل نہیں ہوگی بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال انتظار کرے اس درمیان میں ہر ممکن کوشش کرے اسے ڈھونڈنے کی پھر بھی نہ ملے تو پھر اسی عالم کے پاس استغاثہ پیش کرے اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت وفات گزار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہیے نکاح کرسکتی ہے اس سے پہلے اس کا نکاح کسی سے ہرگز جائز نہیں۔

(بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم باب مفقود الخبر)

اوپر ذکردہ کاروائی کے بعد مفقود الخبر کی بیوی نے نکاح کیا تھا اور اس کے بعد اس کا سابقہ شوہر واپس آگیا تو وہ عورت سابقہ شوہر کو ہی لوٹائی جائے گی۔

جیسا کہ فتاویٰ فقیہ ملت جلد دوم میں بحوالہ فتاویٰ رضویہ شریف جلد ششم ص319 پر ہے:

امرأة المفقود اذا اقدم وقد تزوجت امرأة وهي امرأته ان شاء طلق وان شاء امسك ولا تخير

یعنی مفقود جب لوٹ آئے اور اس کی بیوی دوسرا نکاح کر چکی ہو تو بھی وہ (عورت سابقہ شوہر کی) بیوی ہے اگر وہ چاہے تو طلاق دے اور چاہے تو روک رکھے اور اسے (یعنی شوہر ثانی کو) اختیار نہیں

اس لئے اگر سابق شوہر واپس آجاتا ہے تو اسے اختیار ہے رکھے چاہیے طلاق دے دے اگر طلاق دیتا ہے تو عدت طلاق گزارنے کے بعد پھر نکاح کرے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد رضا امجدی مقام ہرپوروا باچپٹی سیتامڑھی بہار

۲۵ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بروز منگل

کتاب الذبائح

(ذبیحہ کابیان)

کیا چھری میں لکڑی لگا رہنا ضروری ہے؟

جس چھری کے ساتھ جانور ذبح کیا جاتا ہے اس کے ساتھ لکڑی کا ہونا ضروری ہے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر چھری کے ساتھ لکڑی نہ لگی ہو تو جانور حرام ہو جاتا ہے، کیا یہ درست ہے حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ سائل نظری احمد جموں وکشمیر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــالی

چھری میں لکڑی ہونا ضروری نہیں ہے بغیر لکڑی کے بھی چھری سے ذبح کیا ہوا حلال جانور بلا شبہ حلال ہے جو لوگ کہتے ہیں جانور حرام ہو جاتا ہے وہ جاہل ہیں۔

حضور صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ذبح ہر اس چیز سے کرسکتے ہیں جو رگیں کاٹ دے اور خون بہا دے یہ ضروری نہیں کہ چھری ہی سے ذبح کریں اور دھاردار پتھر سے بھی ذبح ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(بہار شریعت حصہ 15 ذبح کا بیان)

کتبــــــہ

محمد معصوم رضا نوری

۱۳ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۴ اگست ۲۰۲۰ء بروز منگل

مرغا ذبح کرتے وقت اگر اسکا سر جدا ہو جائے تو اسکا کھانا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: ایک میرا سوال ہے کہ اگر مرغا ذبح کرنے میں غلطی سے مرغا کا سر دھڑ سے الگ ہو جائے تو مرغا کھانا درست ہوگا یا نہیں۔ المستفتی: محمد عارف انصاری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــــه تعــــــــــالی

کھاسکتے ہیں کوئی حرج نہیں۔ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز فتاوی امجدیہ میں فرماتے ہیں:

قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے بلکہ حرام مغز تک چھری کو پھیر دینا مکروہ ہے مگر وہ جانور حرام نہ ہو گا۔ اس کا کھانا حلال ہے۔ اور بلا قصداً اگر دن کٹ گئی تو حرج نہیں۔

مجمع الانہر میں ہے:

و کرہ قطع الراس اھ

اور فتاوی عالمگیری میں ہے: " و یستحب الاکتفاء بقطع الاوداج ولا یباین الراس ولو فعل یکرہ۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاوی امجدیہ، کتاب الذبح ج 3 ص 297 مکتبہ رضویہ کراچی)

کتبــــــه

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۲۶ اکتوبر بروز جمعہ ۲۰۱۸

غیر مقلدین اور وہابیہ کے ذبیحہ کے احکام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہر غیر مقلد کافر ہے یا نہیں کسی غیر مقلد وہابی کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام اور کسی صورت میں ہم اسکو کھا سکتے ہیں یا نہیں اور اگر اسکو کھایا تو کھانے کے بعد کوئی عبادت قبول ہے یا نہیں اور کسی غیر مقلد وہابی کا ذبیحہ کا گوشت ہم کھائیں تو وہ جائز ہے یا ناجائز اور اگر ہم نے جان کر بلا کسی مجبوری کے کھایا تو اسکا گناہ اور کفارہ کیا ہے اور اسکو کھانے کے بعد میں ہماری نماز روزہ قبول ہے یا نہیں حتی کہ کوئی بھی عبادت قابل قبول ہے یا نہیں کسی غیر مقلد وہابی کے ذبیحہ کے گوشت کھانے کے جواب عنایت فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔سائل ناظم اختر پیلی بھیت

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

(۱) اولاً: وہ غیر مقلد جو اپنے فرقہ کے عالموں کے عقائد باطلہ سے واقف ہونے کے باوجود بھی خود کو غیر مقلدین کی جماعت میں شمار کرے وہ بلا شبہ کافر و مرتد ہے، جیسا کہ فقیہ ملت علامہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

غیر مقلدین بھی وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے، وہ چند باتیں جو حال میں وہابیہ نے اللہ عزوجل اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بکی ہیں، غیر مقلدین سے ثابت نہیں، باقی تمام عقائد میں دونوں شریک ہیں اور ان کے حال اشد دیوبندی کفروں میں بھی وہ یوں شریک ہیں کہ ان پر ان قائلوں کو کافر نہیں جانتے ان کی نسبت حکم ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے نیز مزید ان کے کفر کا اثبات دلیل کے ذریعہ یوں فرماتے ہیں:

یہ لوگ قیاس کے منکر ہیں اور قیاس کا مطلقاً انکار کفر ہے۔

(بحوالہ فتاوی الهندیة، جلد دوم، صفحہ نمبر ۲۷۱)

یہ لوگ تقلید کے منکر ہیں اور تقلید کا مطلقاً انکار کفر ہے۔

(بحوالہ فتاویٰ رضویہ، کتاب السیر، جلد ۱۴، صفحہ نمبر ۲۹۰)

(بہار شریعت جلد اول صفحہ ۲۳۶)

(۲) ثانیاً: غیر مقلدین اور وہابیہ کا ذبیحہ حرام مانند کفار ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

اسی طرح جس بدمذہب کا عقیدہ حد کفر تک پہنچا ہو، جیسے نیچیری کہ وجود ملائکہ و وجود جن وجود شیطان وجود آسمان وصحت معجزاتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وحشر ونشر وجنت ونار بطور عقائد اسلام وغیرہا بہت ضروریات دینیہ سے منکر ہیں۔ یونہی وہ وہابی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل سات یا چھ یا دو یا ایک خاتم النبیین کسی طبقہ زمین میں کبھی موجود ماننے یا ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبوت ملنی جائز جانے اور اسے آیۃ وخاتم النبیین کے مخالف نہ سمجھے، یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین شان اقدس کے لئے حضور کو بڑا بھائی، اپنے آپ کو چھوٹا بھائی کہے، یا حضور ﷺ کی نسبت یہ ناپاک کلمہ لکھے کہ مر کر مٹی میں گئے، وعلی ہذا القیاس جو بدمذہب ضروریات دین اسلام میں سے کسی عقیدہ کا منکر ہو یا اس میں شرک کرے یا تاویلیں گڑھے، بالاجماع تمام علماء اسلام وہ سب کے سب کافر ومرتد ہیں اگرچہ لوگوں کے سامنے کلمہ، نماز، قرآن پڑھتے ہیں، اپنے آپ کو سچا پکا مؤمن جتاتے ہیں اور ہر کافر ومرتد کا ذبیحہ حرام ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

لا تحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد۔

غیر کتابی کا ذبیحہ حلال نہیں ہے خواہ وہ بت پرست ہو مجوسی ہو یا مرتد ہو۔

(درمختار، کتاب الذبائح، مطبع مجتبائی دھلی ۲/۲۲۸)

اس قسم کے ہر بدمذہب کا ذبیحہ مردار وحرام، ان کے ساتھ نکاح حرام وباطل ومحض زنا، ان کے ساتھ کھانا پینا بیٹھنا اٹھنا، ملنا جلنا، کوئی برتاؤ مسلمان جیسا کرنا ہرگز کسی طرح جائز نہیں، ہاں جو بدمذہب دین اسلام کی ضروری باتوں سے کسی بات میں شک نہ کرتا ہو، صرف ان سے نیچے درجہ کے عقیدوں میں مخالف ہوں (مثلاً صرف فاتحہ نہ کرتا ہو، مزار پر نہ جاتا ہو لیکن عقائد میں کچھ خرابی نہ ہو تو ان کا ذبیحہ حلال و جائز ہے)

(فتاویٰ رضویہ، کتاب الغصب، جلد ۲۰، صفحہ نمبر ۲۴۰)

(۳) ثالثاً: مذکورہ بالا تفصیلات سے ثابت ہوگیا کہ ان کا ذبیحہ نرا حرام ہے لہٰذا اب جو بھی سنی صحیح العقیدہ اسے کھائے گا تو گویا اس نے حرام کھایا اب صورت مستفسرہ میں جیسا کہ ذکر ہے اگر کسی نے جان

بوجھ کر کھایا بلا کسی مجبوری کے کھایا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اس نے ان کے ذبیحہ کو اعتقاداً حلال سمجھ کر کھایا حالانکہ شرع مطہر نے اسے حرام کر دیا ہے تو وہ کافر ہوگیا، جیسا کہ سیدی اعلی حضرت نے تحریر فرمایا ہے:

جس نے اللہ کے حرام کردہ کو حلال اعتقاد کیا وہ کافر ہوگیا۔

(فتاویٰ رضویہ، کتاب فضائل وخصائص، صفحہ نمبر ۳٤٦)

(۲) اس نے حلال سمجھ کر نہیں بلکہ حرام جانتے ہوئے ان کے ذبیحہ کو کھایا تو کافر تو نہیں ہوگا لیکن حرام خوری کی وجہ سے گناہ کبیرہ کا مرتکب، عذابِ نار کا مستحق ہوگا۔

(۴) رابعاً: پہلی صورت کا کفارہ یہ ہے کہ اس نے کفر کیا اس پر فرض ہے کہ سچے دل سے توبہ و استغفار کر کے تجدید ایمان و نکاح کرے۔

دوسری صورت کا کفارہ یہ ہے وہ سچے دل سے توبہ و استغفار کرے اور آئندہ حرام خوری سے محفوظ رہے۔

(۵) خامساً: اس کی عبادت کے متعلق بھی دو صورتیں ہیں، اگر اس نے حرام کو اعتقاداً حلال تصور کیا تو ایمان کے بعد کفر کیا یعنی مرتد ہوگیا اور شریعت مطہرہ میں کافر و مرتد کی کوئی بات و ریاضت اصلا قابل قبول نہیں ہے جب تک کہ تجدید ایمان نہ کر لے۔

ثانیاً: حرام سمجھتے ہوئے جس نے کھایا تھا، اس کی عبادت کے متعلق یہ حدیث صحیح ہے حضرت سعد بن وقاص کی روایت میں ہے:

وَالَّذِی نفس مُحَمَّد بِيَدِهِ إِن العَبْد ليقذف اللُّقْمَة الْحَرَام فِي جَوْفه مَا يتَقَبَّل مِنْهُ عمل أَرْبَعِين يَوْمًا

ترجمہ: آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ جب کوئی بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اسکی چالیس دن تک کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا۔ واللہ تعالی اعلم

(الترغيب والترهيب كتاب البيوع، الحديث ۲٦٦۴)

کتبــــــہ

محمد امتیاز حسین قادری لکھنوی یوپی/ ۱۱۲ اگست ۲۰۱۸ء

حالت جنابت میں جانور ذبح کرنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا حالت جنابت میں جانور ذبح کر سکتے ہیں کوئی قباحت تو نہیں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی محسن رضا مصباحی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

حالت جنابت جانور ذبح کرنے میں کوئی قباحت نہیں جیسا کہ فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

ایسے شخص کا جانور کو ذبح کرنا درست ہے بشرطیکہ وہ ذبح کرنا جانتا ہو۔

درمختار میں ہے: فتحل ذبیحتهما ولو الذابح امراة او صبيا يعقل التسمية والذبح ويقدر ۔ والله تعالى اعلم

(فتاویٰ امجدیہ، جلد سوم، کتاب الذبح، ص 300)

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

نابالغ بچہ جانور ذبح کرسکتا ہے کہ نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: علمائے کرام توجہ فرمائیں کہ نابالغ بچہ قربانی کے جانور کو ذبح کرسکتا ہے کہ نہیں۔ سائل عبداللہ مصطفائی فیضی گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

ذبح سے جانور حلال ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں:

ذبح کرنے والا عاقل ہو، مجنوں یا اتنا چھوٹا بچہ جو بے عقل ہو ان کا ذبیحہ جائز نہیں اور اگر چھوٹا بچہ ذبح کو سمجھتا ہو اور اس پر قدرت رکھتا ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے، ذبح کرنے والا مسلم ہو یا کتابی مشرک اور مرتد کا ذبیحہ حرام ومردار ہے۔

کتابی اگر غیر کتابی ہو گیا تو اب اس کا ذبیحہ حرام ہے اور غیر کتابی، کتابی ہو گیا تو اس کا ذبیحہ حلال ہے اور معاذ اللہ مسلمان اگر کتابی ہو گیا تو اس کا ذبیحہ حرام ہے کہ یہ مرتد ہے۔ لڑکا نابالغ ایسا ہے کہ اس کے والدین میں ایک کتابی ہے اور ایک غیر کتابی تو اس کو کتابی قرار دیا جائے گا اور اس کا ذبیحہ حلال سمجھا جائے گا۔

(الدر المختار، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۹۵۔۴۹۹، بحوالہ بہار شریعت سوفٹویئر حصہ پانزدہم صفحہ ۳۱۵)

فلہذا اگر مسلمان کا باشعور نابالغ بچہ ٹھیک شرعی تقاضے کے مطابق ٹھیک طرح سے ذبح کر سکتا ہے تو اس کے ذبح کرنے سے بھی ذبح ہو جائے گا خواہ وہ قربانی کا جانور ہو یا عقیقہ کا یا اور دیگر امور کا۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ
محمد معصوم رضا نوری
۱۹ جنوری ۲۰۲۰ء مطابق ۲۵ جمادی الاولی ۱۴۴۱ھ بروز اتوار

وہ جانور جنکا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے ذبح شرعی کے بعد چمڑا وغیرہ پاک ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علماء دین کی بارگاہ میں سوال ہے کہ کیا اللہ اکبر کہنے سے کوئی بھی جانور حلال ہو جائے گا؟ سائل دانش

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــــالی

جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے ذبح شرعی سے ان کا گوشت اور چربی اور چمڑا پاک ہو جاتا ہے مگر خنزیر کہ اس کا ہر جزو نجس ہے اور آدمی اگر چہ طاہر ہے اس کا استعمال ناجائز ہے۔

(درمختار)

ان جانوروں کی چربی وغیرہ اگر کھانے کے سوا خارجی طور پر استعمال کرنا چاہیں تو ذبح کرلیں کہ اس صورت میں اسکے استعمال سے بدن یا کپڑا نجس نہیں ہوگا اور نجاست کے استعمال کی قباحت سے بچنا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۰۶)

کتبـــــہ
محمد رضا امجدی ہرپوروا باچپٹی سیتامڑھی بہار
۱۳ اپریل بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھا تو کیا حکم؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: وقت ذبح بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو جانور حلال ہوگا یا حرام نیز اور اگر من میں سوچا زبان سے نہ پڑھا تو حلال ہوگا یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد صدام حسین گریڈیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــہ تعــــــــــالی

پہلی صورت میں جانور حلال ہے ذبح کرنے میں قصداً بسم اللہ نہ کہا تو جانور حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ

ترجمہ: اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ (عزوجل) کا نام نہیں لیا گیا اور وہ بے شک حکم عدولی ہے۔

(پ۸، سورۃ الانعام، ۱۲۱)

اور اگر بھول کر ایسا ہوا جیسا کہ جلدی میں بسم اللہ کہنا بھول گیا اس صورت میں جانور حلال ہے۔

(بحوالہ''الھدایۃ''،کتاب الذبائح،ج ۲ص ۳۴۷ حوالہ: بہار شریعت)
دوسری صورت میں جانور حرام سوچنے سے حلال نہیں ہوگا بلکہ زبان سے پڑھنا ہے فقط سوچنے سے حلال ہوجاتا تو نماز میں قرأت کرنے کی جگہ فقط قرآت سوچنے اور دل میں پڑھنے سے نماز بھی ہوجاتی بھول کر ایسا ہوا جیسے کہ دل میں پڑھنے کا ارادہ کیا تھا اور جلد بازی میں یاد نہیں رہا بلا پڑھے ذبح کر دیا تو حلال ہے۔ واللہ تعالی اعلم
(ماخوذ از بہار شریعت، جلد سوم، حصہ پانزدہم ذبح کا بیان)

کتبـــــہ
ابو حنیفہ محمد اکبر اشرفی رضوی، مانخورد ممبئی
۳۱ جولائی بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

عورت کا ذبیحہ حلال ہے مگر عافیت دوکان پر نہ بیٹھنے میں ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال: کیا فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان عورت ذبح کر کے اپنی دکان میں گوشت بیچنا کیسا ہے کیا عورت جانور ذبح کر کے گوشت کی تجارت کر سکتی ہے۔ سائل محمد قمر الحسن چشتی علیمی سیتا پوری
وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ
الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی
عورت بھی جانور ذبح کر سکتی ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے مرد عورت سب اسے کھا سکتے ہیں۔
مشکوۃ شریف کتاب الصید والذبائح صفحہ نمبر 357 پر بخاری کے حوالے سے اس کے جواز کی صریح حدیث موجود ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی بکری کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔
مزید تفصیل کے لیے دیکھئے سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا فتاویٰ مصطفویہ جلد سوم صفحہ نمبر 157 اور فتاویٰ رضویہ جلد 8 صفحہ نمبر 328 اور 332۔

خلاصہ یہ کہ عورتوں کے لئے بھی مردوں کی طرح حلال جانوروں اور پرندوں کو ذبح کرنا جائز ہے اور سمجھ دار بچے کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے۔

(غلط فہمیاں اور ان کی اصلاح حصہ دوم صفحہ نمبر 52)

اب سوال یہ ہے کہ عورت کا اپنی دوکان پر گوشت کا کاروبار کرنا کیسا ہے تو اس سلسلے میں جواب یہ ہے کہ دوکان پر ہر قسم کے لوگ آتے ہیں کون کیسا ہے اس کی جانکاری کسی کو نہیں ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ عورت کسی معتمد اور قابل اعتبار شخص کو اپنی دوکان پر بطور ملازم مقرر کرلے اور دوکان پر خود نہ بیٹھے اسی میں عافیت ہے جب عورتوں کو بوجہ اندیشہ فتنہ حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے جب کہ مسجد میں آنا عبادت کے لئے تھا تو تجارت کے لئے عورتوں کو منڈی میں اتارنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۱۵ اکتوبر بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

مشین کے اندر ذبح کردہ جانور کے گوشت کا کیا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مشین سے کٹا ھوا جانور حلال ہے یا نہیں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔سائل محمد فردین رضا فیضی قنوج

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

مشین کے اندر ذابح ہونے کی شرعی صلاحیت نہیں کہ نہ وہ مکلّف ہے نہ تسمیہ جانے اور نہ ذبح کا شرعی طریقہ لہٰذا مشینی ذبیحہ مسلمانوں کے لیے مثل مردار ہے۔

اسلامی طریق پر ذبح شرعی کی دو قسمیں ہیں:

(1) ذبح اختیاری

(2) ذبح اضطراری

(1) ذبح اختیاری

ان حلال جانوروں کے ساتھ خاص ہے جو پالتوں یا اہلی کہلاتے ہیں اور ذبح اختیاری کے لئے ذابح کا بوقت ذبح بہ نیت ذبح بسم اللہ پڑھنا اور دھار دار چیز سے حلال جانور کی گردن یعنی لبتہ سے ڈاڑھی تک کا درمیانی حصہ کو آگے سے اس طرح کاٹنا کہ چار مشہور رگوں حلقوم مری دو جان میں سے کم ازکم تین کٹ جائیں شرط ذبح ہے اگر ذبح کی شرطیں پوری نہ ہونگی تو وہ شرعی ذبح نہیں کہلائے گا نیز ذابح کا مسلمان یا اہل کتاب یعنی غیر مشرک ہونا بھی صحت ذبح کے لئے ضروری ہے۔

نیز ذابح کے لئے یعقل التسمیۃ کی بھی قید ہے اور مشین کا حال یہ ہے کہ نہ وہ عاقل التسمیۃ ہے نہ ہی الیکٹری کی طاقت کے بغیر ذبح کرنے کی صلاحیت وقوت رکھتی ہے لہذا اس مشین سے ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

کیا اگر مشین کے قریب بسم اللہ پڑھنے کے لئے ایک آدمی کو رکھا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:۔ پھر بھی جائز نہیں ہوگا کیونکہ بفرض محال اگر اسے ذابح قرار دیا جائے اور مشین کو معین یا اس کا عکس تو بھی مشینی ذبح محض مردار ہوگا کیونکہ بسم اللہ کا پڑھنا یا کم ازکم لفظ اللہ پکارنا ذابح اور معین ذابح دونوں پر لازم ہے کیونکہ یہ ذبح اختیاری ہے۔

درمختار میں فتاوی خانیہ کے حوالہ سے ہے:

وضع يده مع يد القصاب في الذابح و اعانه على الذبح سمّى كلمه وجوبًا فلو تركها احدهما او ظنّ تسمية احدهما تكفي حرمت

یعنی ذبح کرتے وقت ذابح کے ہاتھ پر کسی دوسرے نے اپنا ہاتھ رکھ دیا اور ذبح کرنے میں اس کی مدد کی تو ذابح و معین ذابح سب پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اگر ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دیا اور یہ گمان کیا کہ ایک کا بسم اللہ پڑھنا کافی ہے تو باوجود ذبح ہونے کے وہ جانور حرام ہوگیا۔

پھر اگر مشین اور ذابح دونوں ہی کو ذابح قرار دیا جائے تو دونوں پر نصًا واجماعًا تسمیہ واجب ولازم ہوگا اور یہ روشن من الشمس ہے کہ مشینی یا چھری یا بجلی کی رو بسم اللہ پڑھنے اور دین سماوی کا اہل ہونے کی کُلیّتہ صلاحیت ہی نہیں رکھتی ہیں لہذا اس صورت میں بھی مشینی ذبیحہ حرام و مردار اور محض بیکار رہے گا لہذا

جائز نہیں۔واللہ تعالی اعلم

(بحوالہ فتاوی یورپ صفحہ 468 سے 474)

کتبــــــہ

محمد ثناء اللہ خاں ثناء القادری مرپاشریف

۱۹ اگست بروز جمعہ ۲۰۱۹ عیسوی

غیر ختنہ شدہ عاقل بالغ مسلمان کا ذبیحہ کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: مفتیان کرام کی بارگاہ میں سوال ہے کہ ایک شخص عاقل و بالغ مسلمان ہے کیا اسکا ذبح کیا ہوا جانور قبل ختنہ جائز ہے؟ جواب عنایت فرمائیں المستفتی: محمد ریاض عالم

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــہ تعــــــــــالی

عاقل و بالغ مسلمان غیر ختنہ شدہ شخص کا ذبیحہ حلال ہے جیسا کہ درمختار میں ہے کہ:

" فتحل ذبیحتهما ولو الذابح مجنونا او امراة او صبيا يعقل التسمية والذبح و يقدر او اقلف (هو الذى لم يختتن و كذا الاغلف) او اخرس لا تحل ذبيحة غير كتابي من وثني و مجوسي و مرتد"۱۔

(درمختار مع الرد المحتار ج9 ص 231: کتاب الذبائح، دارعالم الکتب بیروت)

اور بہار شریعت میں ہے کہ گونگے کا ذبیحہ حلال ہے اگر وہ مسلم یا کتابی ہو اسی طرح اقلف کا یعنی جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اور ابرص یعنی سفید داغ والے کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔واللہ تعالی اعلم

(بہار شریعت ج3 ص316: ذبح کا بیان)

کتبــــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۲۴ فروری بروز اتوار ۲۰۱۹ عیسوی

کافر کی ذبح کی ہوئی مچھلی کھانا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ کافر کا ذبح کی ہوئی مچھلی کھانا کیسا ہے؟ المستفتی محمد مناظر عالم رشیدی ناظر پور کٹیہار بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

کافر کے ہاتھ کی کٹی ہوئی مچھلی کھانا جائز ہے کیونکہ مچھلی کا ذبح کرنا شرط نہیں بلکہ مردار بھی حلال ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: احلّت لنا میتتان و دمان، المیتتان الحوت و الجراد و الدمان الکبد و الطحال یعنی ہمارے لئے دو مرے ہوئے جانور اور دو خون حلال ہیں دو مُردے مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح ج 2 ص 84 حدیث: 4132)

اور درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ:

(حرم حیوان من شأنه الذبح) خرج السمك و الجراد فیحلان بلا ذکاۃ (ما لم یذك) " اھ (در المختار مع رد المحتار ج 9 ص 423 : کتاب الذبائح، مکتبہ زکریا دیوبند) اور اسی میں ھے کہ " (ولا) یحل (حیوان مائی إلا السمك) الذی مات بآفة ولو متولدا فی ماء نجس ولو طافیة مجروحة وهبانیة (غیر الطافی) علی وجه الماء الذی مات حتف أنفه وهو ما بطنه من فوق إلخ (درالمختار مع ردالمحتار ج9 ص 444/445)

اور امام اہل سنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ سے سوال ہوا کہ جس شخص کے ہاتھ کا ذبح ناجائز ہے جیسے کہ ہنود، اس کے ہاتھ کی پکڑی مچھلی کھانا کیسا ہے؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: جائز ہے ،اگر چہ اس کے ہاتھ میں مرگئی یا اس نے مار ڈالی ہو کہ مچھلی میں ذبح شرط نہیں جس میں مسلمان یا کتابی ہونا ضرور ہو۔ واللہ تعالی اعلم (فتاوی رضویہ ج 20 ص 323: رضا فاؤنڈیشن لاہور)

کتبـــــه

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی/ ۲۵/ ستمبر ۲۰۲۱ء

نشے کی حالت میں ذبح کیا ہوا جانور کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ شرابی جو نشے کی حالت میں ہو اسکے ہاتھ کا ذبیحہ کا کیا حکم ہے.المستفتی اشہر نوری سیفی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــــه تعـــــــــالی

صورت مستفسرہ میں ذبح سے جانور حلال ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں:

(1) ذبح کرنے والا عاقل ہو، مجنون یا اتنا چھوٹا بچہ جو بے عقل ہو ان کا ذبیحہ جائز نہیں اور اگر چھوٹا بچہ ذبح کو سمجھتا ہو اور اس پر قدرت رکھتا ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔

(2) ذبح کرنے والا مسلم ہو یا کتابی مشرک اور مرتد کا ذبیحہ حرام ومردار ہے کتابی کا ذبیحہ اس وقت حلال سمجھا جائے گا جب مسلمان کے سامنے ذبح کیا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اللہ عزوجل کا نام لے کر ذبح کیا ہو اور اگر ذبح کے وقت اس حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لیا اور مسلمان کے علم میں یہ بات ہے تو جانور حرام اور اگر مسلمان کے سامنے اس نے ذبح نہیں کیا اور معلوم نہیں کہ کیا پڑھ کر ذبح کیا جب بھی حلال ہے۔

(3) اللہ عزوجل کے نام کے ساتھ ذبح کرنا ذبح کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام ذکر کرے جانور حلال ہو جائے گا یہی ضروری نہیں کہ لفظ اللہ ہی زبان سے کہے۔البتہ مجنون یا نشہ والا اگر وہ ذبح یا اللہ کے نام سے بے خبر ہو تو ذبیحہ حلال نہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

" لا توکل ذبیحۃ المجنون و الصبی الذی لا یعقل فان کان الصبی یعقل الذبح و یقدر علیه توکل ذبیحته و کذا السکران "

(فتاوی عالمگیری ج5 ص285: کتاب الذبائح)

اور اگر اسے ہوش ہو اور ذبح جانتا ہو اور اس پر قادر بھی ہو تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے درمختار میں ہے کہ:

فتحل ذبیحتهما ، ولو الذابح مجنونا أو امرأة أو صبیا یعقل التسمیة والذبح و یقدر

(درمختار ج6 ص296)

فاسق اور بدعتی جس کی بدعت حد کفر کو نہ پہونچی ہو تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے جیسا کہ المغنی میں ہے کہ:

" فاما المسلم فیحل ما ذکاہ و ان کان فاسقا او مبتدعا ببدعۃ غیر مکفرۃ او صبیا ممیزا او امراۃ لعموم الادلۃ و عدم المخصص

(المغنی ج2 ص260/259)

اور اگر کسی نے وقت ذبح قصدا بسم اللہ کو ترک کیا تو جانور حلال نہیں جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

" ولا تحل ذبیحۃ تارك التسمیۃ عمدا وان ترکھا ناسیا تحل و المسلم و الکتابی فی ترك التسمیۃ سواء کذا فی الکافی۔ واللہ اعلم

(فتاوی عالمگیری ج5 ص288)

کتبـــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

صلح کلی بدمذہب کے ذبیحہ کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ صلح کلی کے ہاتھ سے جانور ذبح کیا ہو حلال ہے یا حرام ایسا صلح کلی جو وہابی دیوبندی بدمذہب کے عقائد نہیں جانتا ہے ایسے شخص سے جانور ذبح کروانا چاہیے یا نہیں، اور یہ بھی بتائیں کہ جو شخص قربانی کا انکار کرے اس پر کیا حکم لگے گا کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں عین کرم ہوگا۔ المستفتی محمد نوری رضا قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

(1) اولا یہ ذہن نشیں فرمائیں کہ صلح کلی اسے کہتے ہیں جو تمام مذاہب کو حق و درست جانے و

مانے مثلا یہ کہے کہ مسلمان بھی صحیح راستے پر اور کافر بھی یوں ہی جملہ باطل عقائد والے کو صحیح وحق تسلیم کرے تو یقینا ایسا شخص صلح کلی ہے اگر مذکورہ صلح کلی کی تعریف مذکورہ مسئولہ شخص پر صادق آتی ہو اور اس کی صلح کلیت حد کفر کو پہونچ چکی ہے تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں کیونکہ کافر کو کافر و باطل ماننا ضروریات دین میں سے ہے نیز جملہ باطل عقائد والے اپنے عقائد خبیثہ کے تحت مرتد و کافر ہے جس کے متعلق عرب و عجم کے سیکڑوں علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے اور صراحتا فرمایا:

"من شك في كفره وعذابه فقد كفر"

لہٰذا ایسا شخص جو تمام باطل ادیان کو حق تسلیم کرے اور اس کی صلح کلیت حد کفر تک پہونچ گئی تو وہ مرتد و کافر ہے اور کافر و مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں بلکہ حرام ہے جیسا کہ درمختار کتاب الذبائح میں ہے:

"لا تحل ذبيحة غير كتابي من وثني و مجوسي و مرتد"

اور صلح کلی کی مذکورہ تعریف مسئولہ شخص پر صادق نہ آتی ہو اور اس کو صلح کلی کہنا بھی روا نہیں اس کا ذبیحہ حلال و درست ہے۔

(2) قربانی بحکم اللہ عزوجل واجب ہے قال تعالی (فصل لربک وانحر) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وسعت کے رہتے ہوئے قربانی نہ کرنے والوں پر سخت وعید فرمائی:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا)۔

لہٰذا جو شخص قربانی کا انکار کرے وہ گمراہ ہے کافر نہیں جیسا کہ میرے امام اہلسنت فقیہ باکمال امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں: قربانی کا انکار ضلالت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جدید جلد (۱۴) ص (۳۲۴) مکتبہ دعوت اسلامی)

اور جوہرہ میں ہے:

"الاضحية واجبة" اى التضحية لان الوجوب من صفات الفعل الا ان الشيخ (القدوري) قال ذالك توسعة و مجازا ويعني واجبة عملا لا اعتقادا حتى لا يكفر جاحده۔ والله تعالى اعلم (الجوهرة النيرة ج ۲/ ۴۴۹ زکریا بکڈپو)

کتبہ

محمد عمر علی قادری سیتامڑھی بہار ۶ ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ بروز سنیچر

باب الیمین والنذر

(قسم اور نذر کا بیان)

مزارات پر منت ماننا منت شرعی ہے یا نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام کہ فقیروں کے دربار پر منت مانگنا کیسا ہے مثلاً میرا بیٹا ہوگا تو میں دربار پر ایک ڈیگ چاول بانٹوں گا مدلل جواب عنایت فرمائیں سائل محمد خالد شاہ پاکستانی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات پر ان سے منت ماننا جائز و درست ہے مگر یہ منت شرعی نہیں بلکہ منت عرفی ہے لہٰذا مذکورہ منت پورا کرنا واجب نہیں، البتہ پورا کرنا بہتر ہے کہ یہ اچھا عمل ہے اس سے بزرگان دین کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

بہار شریعت میں ہے:

”فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے یا گیارھویں کی نیاز دِلانے یا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ یا شاہ عبد الحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ کرنے یا حضرت جلال بخاری کا کونڈا کرنے یا محرم کی نیاز یا شربت یا سبیل لگانے یا میلاد شریف کرنے کی منّت مانی تو یہ شرعی منّت نہیں مگر یہ کام منع نہیں ہیں کرے تو اچھا ہے۔ واللہ اعلم (حصہ ۹ ص ۳۱۷ مطبع دعوت اسلامی)

کتبہ

محمد ایوب خان یار علوی/ ۳رجب المرجب ۱۴۴۳ھ بروز سنیچر

نذر عرفی کا پیسہ مسجد میں دینا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید کے والد نے یہ کہا ہے اپنے پیسے ادھار سے مل جائیں گے تو مسجد کو دیدینگے جبکہ زید کے گھر والے یہ نہیں چاہتے ہیں کیونکہ ان کو؛ ان پیسوں کی ضرورت ہے پہلے سے ہی زید کے گھر یہ ارادہ کئے ہوئے ہیں اور زید کے گھر والے مسجد کے لیے پیسے جمع کر رہے ہیں اب صرف ارادہ کرنے سے زید کے والد کو وہ پیسے مسجد میں دینا واجب ہو جائینگے کیا برائے مہربانی جواب مدلل عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ سائل عبد الکلام رضوی بریلی شریف یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

اس سوال کے جواب کی دو صورت ہے اول یہ کہ اگر اسے منت مانے تو یہ منت شرعی نہیں ہے کہ دینا واجب ہو کہ مسجد میں دینا فرض و واجب کی جنس سے نہیں ہے فتاوی بحر العلوم میں ہے کہ منت ایک وہ ہوتی ہے جسے عرف شرع میں منت کہتے ہیں جو فرض و واجب کی قسم سے ہو اور عبادت مقصودہ ہو اس کا حکم ہے کہ اگر کسی نے مان لیا تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔

(فتاوی بحر العلوم جلد 4 ص 442)

اگر اسے چندہ مانے تو مسجد۔ مدرسہ میں چندہ دینا مستحب ہے اگر کوئی کہ کر نہیں دیا تو خلاف مستحب ہوا لہٰذا صورت مسئولہ میں اس پر وہ روپیہ دینا واجب نہیں ہوگا ہاں اگر دیگا تو ثواب پائے گا لیکن سوال میں ہے کہ وہ خود مجبور ہے اسے پیسے کی حاجت ہے تو اس صورت میں وہ اپنے کام میں لائے۔

کتبـــــہ

محمد ثناء اللہ خان ثناء القادری

مرپاوی سیتا مڑھی بہار

کچا گوشت کھانے سے قسم کا کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کسی نے یہ قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا پھر اس نے کچا گوشت کھالیا تو اس کی قسم ٹوٹے گی یا نہیں؟ جواب عنایت فرمادیں۔سائل عبد المصطفی پنجاب پاکستان

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــالی

اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا پھر اس نے کچا گوشت کھالیا تو ایسی صورت میں حانث نہیں ہوگا یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ اس طرح جملہ بولنے پر عرف عام میں پکا یا بھنا ہوا گوشت مراد ہوتا ہے اس وجہ سے کچا گوشت کھانے سے حانث نہیں ہوگا کیونکہ قسم کی بناء عرف پر ہوتی ہے اگرچہ حقیقۃ وشرعا کچا گوشت گوشت ہے لیکن اس طرح بولنے سے پکا ہوا یا بھنا ہوا گوشت مراد ہوتا ہے جیسے قسم کھانے والا کہے کہ گوشت نہ کھائے گا تو مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ حقیقۃ وشرعا گوشت اس پر بھی صادق آتا ہے۔

جیسا کہ الاشباہ والنظائر کی اس عبارت سے ثابت ہے کہ:

"فلو حلف لا يأكل لحما ,لم يحنث بالسمك ,وإن سماه الله لحما

(الاشباه والنظائر ص478)

اور درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ:

(و لا) حنث (في) حلفه (لا يأكل لحما بأكل) مرقه او (سمك) الا إذا نواهما"

اس عبارت کے تحت ردالمحتار میں ہے کہ:

"قوله: (لا يأكل لحما) تنعقد هذه على لحم الابل و البقرة و الجاموس و الغنم و الطيور مطبوخا و مشويا او قديدا كما ذكره محمد في الاصل فهذا من

محمد إشارة الی انه لا یحنث بالنیء وهو الاظهر "
(درمختار مع ردالمحتار ج 5 ص 593: کتاب الایمان، مطلب حلف لا یاکل لحما، دارالمعرفہ بیروت)
اور ردالمحتار میں ہے کہ:

" و مبنی الایمان علی العرف قال: هو الصحیح. و فی الکافی:. و علیه الفتوی هذا خلاصة ما حققه فی الفتح. و هو حسن جدا و یؤیده ما قدمناه و یاتی ایضا من انه لا یحنث باللحم النیيء کما اشار الیه محمد وهو الاظهر. قال فی الذخیرة: لأنه عقد یمینه علی ما یؤکل عادة فینصرف الی المعتاد و هو الأكل بعد الطبخ. مع انه شك فی أن النیيء لحم حقیقة اعلم أن الملحوظ إلیه فی العرف هو الأكل لا لفظ اللحم "
(در مختار مع رد المحتار ج 5 ص 595 : کتاب الایمان، مطلب : فی اعتبار العرف العملی کالعرف اللفظی، دار المعرفة بیروت)

اور بہار شریعت میں ہے کہ:

"قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائیگا تو مچھلی کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی اور اونٹ، گائے بھینس، بھیڑ، بکری اور پرند وغیرہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اگر ان کا گوشت کھایا تو ٹوٹ جائے گی، خواہ شوربے دار ہو یا بُھنا ہوا یا کوفتہ (یعنی قیمے کے گول کباب جو شوربے میں ڈالتے ہیں) اور کچا گوشت یا صرف شوربا کھایا تو نہیں ٹوٹی۔ یوہیں کلیجی، تلّی، پھیپڑا، دِل گُردہ، اوجھڑی، دُنبہ کی چکی (یعنی دنبے کی گول چپٹی دم اور اس کی چربی) کے کھانے سے بھی نہیں ٹوٹے گی کہ ان چیزوں کو عرف میں گوشت نہیں کہتے اور اگر کسی جگہ ان چیزوں کا بھی گوشت میں شمار ہو تو وہاں ان کی کھانے سے بھی ٹوٹ جائے گی۔ واللہ اعلم
(بہار شریعت ج 2 ص 335: کھانے پینے کی قسم کا بیان)

کتبــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

بیماری سے شفا یابی کی منت مانگنا منت شرعی ہے کہ نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: حضرت میرا سوال یہ ہے کہ ہمنے ایک بکرا اللہ کے نام پے چھوڑا تھا کہ اگر میرا بچہ یا میری لڑکی ٹھیک ھوجائے تو میں اللہ کے نام پے ذبح کرونگا اور وہ منت پوری ھوگئی لیکن اب میری لڑکی کی شادی ہے تو کیا وہ بکرا ہم اپنی لڑکی کی شادی میں ذبح کر سکتے ہیں اور لوگوں کی شادی میں دعوت وغیرہ کر سکتے ھیں یا اس بکرے کے لئے کیا حکم ھے جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔سائل ندیم رضا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

پہلی بات یہ جان لیں کہ یہ منت شرعی منت نہیں ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری فی مسائل النذور جلد ۲ صفحہ ۶۶، درمختار باب النذور جلد ۳ صفحہ ۷۶ میں ہے:

قال ان برئت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرء لا یلزمہ شئ

لہذا اب جبکہ یہ منت شرعی نہیں تو اسکا پورا کرنا بھی واجب نہیں لیکن پھر بھی بہتر ہے کہ پورا کردے اور اسکا گوشت تمام عامۃ المسلمین اور سب گھر والے کھا سکتے ہیں اور بموقع شادی میں بھی دعوت طعام کر سکتے ہیں کوئی قباحت نہیں۔واللہ تعالی اعلم

(فتاویٰ مرکز تربیت افتاء جلد اول صفحہ ۶۵۱)

کتبـــــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

۲۳ فروری بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

نذر شرعی کسے کہتے ہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید بیمار تھا تو زید کے گھر والوں نے کہا کہ زید ٹھیک ہو جائے گا تو جو بکرا گھر پے ہے اسکو صدقہ کرونگا زید موجودہ حالت کو دیکھ کر یہ چاہتا کہ میں اسکی رقم کو غریبوں میں تقسیم کردوں تو کیا زید کا ایسا کرنا درست ہے؟ مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں۔سائل محمد سراج خان ضلع لکھیم پور

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

صورت مسئولہ میں زید کے گھر والوں نے جو نذر مانی ہے وہ نذر (نذر شرعی) قرار نہیں پائے گی جس کی ادائیگی لازم وضروری ہو ہاں صدقہ کرے تو بہتر ہے اب چاہے وہ پورے بکرے کو کسی غریب کے حوالے کرے یا اس کی قیمت سب جائز ہے۔

کیونکہ نذر شرعی ہونے کے لئے ایجاب وشرط کا پایا جانا ضروری ہے۔مثلا یوں کہے اللہ تعالٰی کے لئے مجھ پر اس بکرے کو صدقہ کرنا لازم ہے۔

جیسا کہ میرے امام اہلسنت فقیہ باکمال امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

"الخانیة ان برءت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرأ لا یلزمه شیئ الا ان یقول فللّٰه علی ان اذبح شاۃ"

وھی عبارۃ متن الدر و عللھا فی شرحه بقوله لان اللزوم لایکون الا بالنذر والدال علیه الثانی لا الاول

ویؤیدہ مافی البزازیة ولو قال ان سلم ولدی اصوم ماعشت فھذا وعد لکن فی البزازیة ایضاان عوفیت صمت کذالم یجب مالم یقل اللّٰه علی،وفی الاستحسان یجب ولو قال ان فعلت کذافانا احج ففعل یجب علیه الحج اھ باختصار

خانیہ میں مذکور ہے کہ جب کسی نے کہا کہ اگر میں اس مرض سے تندرست ہو جاؤں تو بکری ذبح

کروں گا، تو تندرست ہونے پر اس پر ذبح کرنا لازم نہیں ہوگا مگر جب یوں کہے کہ للہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں بکری ذبح کروں گا (تو پھر نذر ہوگی اور پورا کرنا لازم ہوگا)۔

یہ درمختار کے متن کی عبارت ہے اور اس کی شرح میں اسکی علت یہ بیان کی ہے کہ اس لئے کہ پورا کرنا نذر کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، اس پر دوسری عبارت دلالت کرتی ہے، پہلی عبارت اس پر دال نہیں ہے۔

اور اس کی تائید بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میرا بیٹا سالم بچے تو میں تا زندگی روزہ رکھوں گا، تو وعدہ ہوگا لیکن اس کے ساتھ بزازیہ میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کہے" اگر مجھے صحت ہوئی تو اتنے روزے رکھوں گا" تو پورا کرنا واجب نہ ہوگا، جب تک اس میں" للہ تعالی کے لئے مجھ پر روزہ لازم ہے" نہ کہے۔ لیکن استحسان یہ ہے کہ اس پر روزہ لازم ہوجائے گا، اور اگر کوئی کہے" اگر میں ایسا کروں تو میں حج کروں گا" اس کے بعد اس نے وہ کام کیا تو حج لازم ہوگا اھ اختصارًا"

(فتاویٰ رضویہ شریف جدید جلد (۱۳) ص (۶۰۰) مکتبہ دعوت اسلامی)

کتبـــــہ

محمد راشد مکی کٹیہار بہار

۲۵ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰ اپریل ۲۰۲۰ء بروز منگل

نذر غیر شرعی سے متعلق ایک مسئلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال جو لوگ یہ نذر مانتے ہیں کہ میرا یہ کام ہوجائے تو میں فلاں مسجد کو اتنی رقم صدقہ کروں گا تو یہ نذر شرعی ہے یا عرفی؟ نیز متعینہ رقم متعینہ مسجد کو دینا ضروری ہے یا کسی بھی مسجد، مدرسہ و کار خیر میں دینے سے نذر پوری ہو جائے مثلاً ایک شخص کی بیوی حاملہ ہے اور اس نے یہ نظر مانی کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو میں فلاں مسجد کو اتنی رقم صدقہ کروں گا؟؟ مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ سائل عالم گیر رضا حشمتی عفی عنہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــه تعـــــــــــالی

صورت مسئلہ میں نذر عرفی ہو گی کیونکہ مسجد میں صدقہ کرنا واجب شرعی نہیں جاننا چاہیے کہ نذر کی دو قسمیں ہیں نذر شرعی و نذر عرفی۔

ا:۔ نذر شرعی اصطلاح شرعی میں وہ عبادت مقصودہ ہے جو جنس واجب سے ہو اور وہ خود بندہ پر واجب نہ ہو مگر بندہ نے اپنے قول سے اسے اپنے ذمہ واجب کر لیا ہو مثلا نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ اور یہ نذر شرعی خدائے تعالی کے ساتھ مخصوص ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

اعلم ان النذر قربة مشروعة اما کونه قربة فلما یلازمه من القرب کالصلوة والصوم والحج والعتق ونحوها واما شرعیته فللاوامر الواردة بایضائه وتمامه فی الاختیار

(فتاوی امجدیہ، ج2 ص312)

اور اسکا حکم یہ ہے کہ اسکا پورا کرنا لازم و ضروری ہے اگر نہیں کریگا تو گنہگار ہوگا۔

۲:۔ نذر عرفی اس نذر کو جس میں اسکے افعال کی جنس سے کوئی واجب شرعی نہ ہو مثلا اس نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو مسجد میں شیرینی لے جاؤں گا یا میلاد کرائیں گا یا مزار شریف پر چادر ڈالوں گا وغیر ذالک۔

(هکذا فی الفتاوی الرضویة ج۵ص۹۶۸ رضا اکیڈمی ممبئ)

اور نذر عرفی کا حکم یہ ہے کہ اسکا ادا کرنا واجب نہیں ہاں بجالانا بہتر ہے اور یہ صدقہ نافلہ کے حکم میں داخل ہے۔

(المرجع السابق ص۹۶۳ رضا اکیڈمی ممبئ)

اسی طرح کہ ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ القدسی فرماتے ہیں کہ:

مسجد میں شیرینی لے جائیں گے یا نمازیوں کو کھلائیں گے یہ کوئی نذر شرعی نہیں اھ

(بحوالہ سابقہ)

نیز:۔ نذر شرعی ہو یا عرفی تعیین مکان نذر میں غیر معتبر جیسا کہ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

جب نذر میں تخصیص مساجد طیبہ حرمین شریفین کی کی ہے وہی بھیجا انسب اگر آسان ہو، اور اگر یہیں کی مساجد میں صرف کر دے جب بھی کوئی حرج نہیں کہ تعیین مکان نذر میں نا معتبر ہے۔ واللہ اعلم (فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۹۶۳ غیر مترجم رضا اکیڈمی ممبئی)

کتبـــــہ
مشاہد رضا حشمتی رام پور کمیری
۱۶ جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ بروز سنیچر

کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھر قدم نہیں رکھوں گا بھول سے ایک قدم اندر رکھ دیا تو کیا حانث ہوگا یا نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید قسم کھا کر رکھا ہے کہ فلاں کے گھر نہیں جائے گا مگر بھول سے چلا گیا اور ایک قدم دروازے کے اندر تھا اور دوسرا باہر اتنے میں زید کو اپنی قسم یاد آ گئی اور پلٹ کر باہر آ گیا تو زید کی قسم ٹوٹی یا نہیں؟ برائے کرم مکمل وضاحت کے ساتھ تحریر کریں گروپ ھذا کے مفتیان عظام۔ المستفتی فقیر تسنیم رضوی مقام کولکا تابنگال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

صورت مسولہ میں شخص مذکورہ حانث نہیں ہوگا جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

وَلَوْ أَدْخَلَ رَأْسَهُ وَلَمْ يُدْخِلْ قَدَمَيْهِ لَا يَحْنَثُ وَكَذٰلِكَ لَوْ تَنَاوَلَ شَيْئًا بِيَدِهِ كَذَا فِي الْمُحِيطِ.

(الفتاوی الهندیة کتاب الأیمان، الباب الثالث فی الیمین إلخ، ج ۲، ص ۶۹۔)

اور حضور صدر الشریعہ و بدر الطریقہ علیہ الرحمہ بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں:

ایک قدم مکان کے اندر رکھا اور دوسرا باہر ہے یا چوکھٹ پر ہے تو قسم نہیں ٹوٹی اگرچہ اندر کا

حصہ نیچا ہو یوہیں اگر قدم باہر ہوں اور سر اندر یا ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مکان میں سے اُٹھالی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ج 2/ ح 9/ ص 324 مکتبۃ المدینہ)

کتبـــــہ
محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی
۴ فروری بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

قرآن کریم کی قسم کھائی تو کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ھیں علماء کرام مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے قرآن پاک کی قسم کھائی تھی کہ آئندہ فلاں گناہ کا ارتکاب نھیں کرونگا اور وہی گناہ زید سے سرزد ہوئی۔ سائل شاہد رضا قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــالی

زید نے قرآن مجید کی قسم کھائی تو یہ قسم ہو جائے گی اور زید نے آئندہ گناہ نہ کرنے کی قسم کھائی اور زید سے گناہ سرزد ہو جائے تو اس کی قسم ٹوٹ گئی اور وہ اس کا کفارہ دے۔

ردالمحتار میں ہے:

أما فی زماننا فیمین و بہ نأخذ و نأمر و نعتقد و قال محمد بن مقاتل الرازی أنہ یمین و بہ اخذ جمہور مشایخنا وعندی لو حلف بالمصحف أو وضع یدہ علیہ وقال حق ھذا فھو یمین۔

(ج 5 کتاب الایمان صفحہ 485)

بہار شریعت جلد دوم میں ہے:

اللہ تعالیٰ کے جتنے نام ہیں یا ان کی صفات میں سے جنکے ساتھ قسم کھائے گا وہ قسم ہو جائے گی، مثلاً

اللہ تعالی کی قسم، خدا کی عزت و جلال کی قسم، قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم۔

(حصہ 9 صفحہ 301)

رہا قسم کا کفارہ تو وہ یہ ہے دس مسکینوں کو کھانا کھلانا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انھیں کپڑا دیں یا ایک غلام آزاد کریں اور جو ان میں سے کسی بات پر قدرت نہ رکھتا ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔

اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم و لکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مسٰکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ذلك کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم کذلك یبین اللہ لکم اٰیتہ لعلکم تشکرون۔

ترجمہ:۔ اللہ (عزوجل) تمھاری غلط فہمی کی قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرتا ہاں ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنھیں تم نے مضبوط کیا، تو ایسی قسموں کا کفارہ دس مسکین کو کھانا دینا ہے اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انھیں کپڑا دینا یا ایک غلام آزاد کرنا اور جو ان میں سے کسی بات پر قدرت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب قسم کھاؤ۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو! اسی طرح اللہ (عزوجل) اپنی نشانیاں تمھارے لیے بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔ واللہ اعلم

(پارہ 7 سورہ مائدہ آیت 89)

کتبــــــہ

محمد مظہر حسین سعدی اتر دیناجپور بنگال

۹ مئی بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

کسی نے قسم کھائی کہ اگر میرا کام نہیں ہوا تو میں اپنی بیوی کو طلاق دوں گا اگر کام پورا نہیں ہوا تو زید حانث ہوگا یا نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ زید نے کسی مجلس میں یہ بات کہی کہ اگر میرا فلاں کام نہیں ہوا تو اللہ کی قسم میں اپنی بیوی کو طلاق دے دونگا کام نہیں ہوا اور اس نے طلاق بھی نہیں دیا تو ایسی صورت میں زید حانث ہوگا یا نہیں ہوگا مدلل جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ العارض محمد ذیشان رضا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

صورت مسؤلہ میں حانث ہو جائے گا کیوں کہ قسم اللہ کے نام کی کھائی ہے جیسا کہ فقیہ ملت میں ہے کہ قسم اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ یا اسکی صفت کے ساتھ کھائے تو وہ قسم واقع ہوتا ہے۔

لہذا اس پر کفارہ ادا کرنا ضروری ہے اور کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت بھر پیٹ کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک پر استطاعت نہ رکھتا ہو تو پے در پے تین روزے رکھے۔

ایسا ہی بہار شریعت نہم (23) پر ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(فتویٰ فقیہ ملت دوم ص (93)

کتبـــــــہ

محمد راشد مکی

قرآن پاک کی جھوٹی قسم کھانا اور اس پر کفارے کا کیا حکم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام جو قرآن پاک کی جھوٹی قسم کھائے اس کے لیے کیا حکم ہے اور جھوٹی قسم کا کفارہ کیا ہے۔سائل: محمد رفیق رضوی شیرانی اشفاقیہ بک ڈپو جامع مسجد ڈیگانہ ناگور راجستھان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

قرآن کریم کی جھوٹی قسم کھانا حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے، اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر قرآن کریم کی جھوٹی قسم کھائی ہے، تو اُس کے لیے توبہ واستغفار ضروری ہے جیسا کہ سُنن ابی داوٗد میں ہے کہ:

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنه قال : قال النبی صلی اللہ علیه وسلم : من حلف علی یمین مصبورة کاذباً، فلیتبوأ بوجهه مقعده من النار اھ

(سنن ابی داؤد ج2 ص106 : باب التغلیظ فی الیمین الفاجرة)

اور کتاب الآثار میں ہے کہ:

الیمین یمینان : یمین تکفر ، و یمین فیها الاستغفار ، فالیمین التی تکفر فالرجل یقول : واللہ ! لأفعلن ، والتی فیها الأستغفار ، فالذی یقول : واللہ لقد فعلت اھ

(کتاب الأثار ص 141 : باب من حلف وھو مظلوم ، مطبوعه کراچی)

اور درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ:

ولا یقسم بغیر اللہ تعالیٰ کالنبی و القرآن و الکعبة ، قال الکمال : ولا یخفی أن الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینًا اھ

(در المختار مع رد المحتار ج 5 ص 484 : کتاب الأیمان ، مطلب فی القرآن مطبوعه زکریا / کذا فی فتح القدیر ج 5 ص 69 : باب ما یکون یمینًا و ما لا یکون یمینًا / مجمع الأنهر ج2 ص286 کتاب الأیمان ، مطبوعه کوئٹه)

اور تنویر الابصار مع در المختار میں ہے کہ:

وهی غموس، تغمسه فی الإثم ثم النار ،وهی کبیرة مطلقًا إن حلف علی کاذب عمدًا ، کو الله ما فعلت کذا عالماً بفعله یأثم بها فتلزمه التوبة اھ

(تنویر الأبصار مع الدر المختار ج5 ص474 : کتاب الأیمان، مطلب فی حکم الحلف بغیره تعالیٰ مطبوعه زکریا)

البتہ اس طرح کی قسموں میں کوئی کفارہ نہیں ہوتا، صرف توبہ واستغفار ہے لہٰذا آپ سچی پکی توبہ اور استغفار کریں اور آئندہ جھوٹی قسم کھانے سے سخت پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قوله: ویأثم بها أی: إثما عظیماً کما فی الحاوی القدسی اھ۔

قوله : (فتلزمه التوبه) إذ لا کفارة فی الغموس یرتفع بها الإثم فتعینت التوبة للتخلص منه ۔ والله تعالی اعلم

(در مختار مع رد المحتار ج 5 ص 486 : کتاب الایمان، دار الکتب العلمیه بیروت)

کتبــــــه

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۱۷ فروری ۲۰۲۰ء مطابق ۲۱ جمادی الآخر ۱۴۴۱ھ بروز سوموار

شریعتِ مطہرہ میں کس قسم کا اعتبار ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ اپنے شوہر زید کو قسم دلائی کہ میری قسم کھائی کہ مرنے کے بعد تم شادی نہں کروگے۔ تو کیا زید ہندہ کے مرنے کے بعد شادی کر سکتا ہے؟ کیا اس طرح کی قسم درست ہے؟ سائل نور الھدیٰ نوری بلیا

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــــالی

صورت مذکورہ میں شریعت میں قسم صرف اللہ کی ذات وصفات پر ہوتی ہے یا کلام اللہ کی قسم ہوتی ہے غیر اللہ کی قسم کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے نہ وہ قسم منقعد ہوتی ہے اور نہ اس کا کوئی کفار ہے۔

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے اباواجداد (یعنی غیر اللہ) کی قسم کھانے سے منع فرمایا تو جو قسم کھانا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاے یا خاموش رہے۔

(تفہیم المسایل. جلداول. صفحہ 343)

دوسرے کے قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی مثلا کہا تمہیں خدا کی قسم یہ کام کردو تو اس نے کہنے سے اس پر قسم نہ ہوتی یعنی نہ کرنے سے کفارہ لازم نہیں. ایک شخص کسی کے پاس گیا اس نے اٹھنا چاہا اس نے کہا خدا کی قسم نہ اٹھنا اور وہ کھڑا ہوگیا تو اس قسم کھانے والے پر کفارہ نہیں۔
اسی طرح عالمگیر میں ہے۔

(بہار شریعت. حصہ نہم. ص. 303. قسم کا بیان)

بیوی کا اپنے شوہر کو قسم دینا کہ میرے وصال کے بعد دوسری شادی نہ کرنا یہ قسم شرعی بھی نہیں اور مرد کو شرع مطہرہ نے با یک وقت چار بیوی کو رکھنے کی اجازت دی ہے تو بیوی کے بعد وصال کیوں نہیں کرسکتا؟ زید شادی کرنا چاہے تو کرسکتا ہے کوئی گناہ وجرم نہیں۔ واللہ اعلم

کتبـــــہ
احمد ربانی سمنانی کشن گنج بہار
۲۴ اکتوبر بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

سب سے پہلے جھوٹی قسم کس نے کھائی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علماء کرام کی بارگاہ میں گزارش ہے کہ سب سے پہلے جھوٹی قسم کسنے کھائی جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد افسر رضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونـــــــــہ تعــــــــالی

مفتی منظور عالم رضوی پورنوی تحریر فرماتے ہیں کہ:
سب سے پہلے جھوٹی قسم ابلیس نے کھائی۔ واللہ تعالی اعلم

(خزائن ص ۲۲۱)
(مخزن معلومات ص ۱۰۰)

کتبــــــہ
محمد اختر رضا قادری رضوی سرکھیت (نیپال)
۱۳ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۷ مئی ۲۰۲۰ء بروز جمعرات

قبرستان میں منت ماننا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ قبرستان میں لوگ منت مانتے ہیں میرا فلاں کام ہوجائے تو میں قبرستان میں مرغا دونگا تو کام ہوجانے پر قبرستان میں مرغا ذبح کر کے پکاتے ہیں اور فاتحہ کرتے ہیں اور سب لوگ کھاتے ہیں یہ درست یا نہیں جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ المستفتی محمد مسعود عالم رحمانی مقام بھیلوا بانکا بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونـــــــــہ تعــــــــالی

منت کی دو قسمیں ہیں: ایک شرعی اور ایک عرفی ہے شرعی۔
منت شرعی یہ ہے کہ اللہ کے لئے کوئی چیز اپنے ذمہ لازم کرلینا۔ اس کی کچھ شرائط ہوتی ہیں اگر وہ پائی جائیں تو منّت کو پورا کرنا واجب ہوتا ہے اور پورا نہ کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے۔ اس گناہ کی نحوست سے اگر کوئی مصیبت آپڑے تو کچھ بعید نہیں۔
دوسری منت عرفی وہ یہ کہ لوگ نذر مانتے ہیں اگر فلاں کام ہوجائے تو فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھائیں گے یا حاضری دیں گے یہ نذرِ عُرفی ہے اسے پورا کرنا واجب نہیں۔

بہار شریعت جلد دوم حصہ نہم صفحہ ۳۱۷ میں ہے: مسجد میں چراغ جلانے یا طاق بھرنے یا فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے یا گیارہویں کی نیاز دِلانے یا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ یا شاہ عبد الحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ کرنے یا حضرت جلال بخاری کا کونڈا کرنے یا محرم کی نیاز یا شربت یا سبیل لگانے یا میلاد شریف کرنے کی منّت مانی تو یہ شرعی منّت نہیں مگر یہ کام منع نہیں ہیں کرے تو اچھا ہے۔

ہاں البتہ اس کا خیال رہے کہ کوئی بات خلاف شرع اس کے ساتھ نہ ملائے مثلاً طاق بھرنے میں رات جگا ہوتا ہے جس میں کنبہ اور رشتہ کی عورتیں اکٹھا ہو کر گاتی بجاتی ہیں کہ یہ حرام ہے یا چادر چڑھانے کے لیے بعض لوگ تاشے باجے کے ساتھ جاتے ہیں یہ ناجائز ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں لوگوں کا قبرستان میں منت ماننا صحیح نہیں ہے ہاں جس نے منت مانا ہے وہ قبرستان پر نا جا کر گھر پر ہی مرغا ذبح کر کے لوگوں کو کھلا پلا دے۔

کتبــــــہ

محمد عمران قادری تنویری غفرلہ سدھارتھ نگر یوپی

کتاب الوقف

(وقف کا بیان)

خانہ کعبہ کے کیلئے زمین وقف کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ہندوستان کا باشندہ ہے اس نے کہا کہ میں اس" زمین" کو" خانہ کعبہ" کے لئے وقف کرتا ہوں۔ امر طلب یہ ہے کہ اس صورت میں زمین کو کیا کیا جائے۔ واقف کا انتقال ہوگیا ہے اور ان کے گھر والے زمین کی فصل کچھ مدرسہ اور کچھ مسجد میں دیتے ہیں۔ کیا از روئے شریعت یہ درست ہے۔؟ اطمینان بخش جواب فرمائیں

المستفتی احمد رضا سمنانی مادھے پور کٹیہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

صورت مسئولہ میں خانہ کعبہ کیلئے وقف صحیح ہے جیسا کہ فتاوی ھندیہ میں ہے:

" وَعِنْدَهُمَا حَبْسُ الْعَيْنِ عَلَى حُكْمِ مِلْكِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى وَجْهٍ تَعُودُ مَنْفَعَتُهُ إلَى الْعِبَادِ فَيَلْزَمُ وَلَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ كَذَا فِي الْهِدَايَةِ وَفِي الْعُيُونِ وَالْيَتِيمَةِ إنَّ الْفَتْوَى عَلَى قَوْلِهِمَا كَذَا فِي شَرْحِ أَبِي الْمَكَارِمِ لِلنُّقَايَةِ"

(الفتاوى الهندية، كتاب الوقف،الباب الاول فى تعريفة وركنه وسببه۔إلخ،ج۲،ص۳۵۰دار الفكر بيروت)

اور جو زمین جس کے لیے وقف ہے اس کی فصلیں اسی پر صرف ہوگی خانہ کعبہ کے متولیان تک پہنچایا جائے اس فصل کو کسی غیر (مسجد ومدرسہ) میں صرف کرنا ناجائز ہے۔

جیسا کہ فتاوی ھندیہ میں ہے:

" اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ فِيمَا يَكُونُ مَصْرِفًا لِلْوَقْفِ فَيَصِحُّ الْوَقْفُ عَلَيْهِ وَمَنْ لَا يَكُونُ فَلَا يَصِحُّ عَلَيْهِ الَّذِي يَبْدَأُ مِنَ ارْتِفَاعِ الْوَقْفِ عِمَارَتُهُ شَرَطَ الْوَاقِفُ أَمْ لَا. ثُمَّ مَا هُوَ أَقْرَبُ إِلَى الْعِمَارَةِ وَأَعَمُّ لِلْمَصْلَحَةِ كَالْإِمَامِ لِلْمَسْجِدِ وَالْمُدَرِّسِ لِلْمَدْرَسَةِ يُصْرَفُ إِلَيْهِمْ بِقَدْرِ كِفَايَتِهِمْ كَذَا فِي السِّرَاجِ وَالْبُسُطِ كَذَلِكَ إِلَى آخِرِ الْمَصَالِحِ هَذَا إِذَا لَمْ يَكُنْ مُعَيَّنًا. فَإِنْ كَانَ الْوَقْفُ مُعَيَّنًا عَلَى شَيْءٍ يُصْرَفُ إِلَيْهِ بَعْدَ عِمَارَةِ الْبِنَاءِ كَذَا فِي الْحَاوِي الْقُدْسِيِّ "

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الوقف،الباب الثالث فی المصارف،الفصل الاول، ج۲،ص۳۶۷۔۳۶۸دار الفکر بیروت)

پہلی فصل وقف کی اس صورت کے بیان میں جو وقف کا مصرف ہوگی، تو اس پر وقف صحیح ہوگا، اور جو شخص مصرف نہ ہوگا اس پر وقف صحیح نہ ہوگا، وقف میں سے پہلے وقف کی تعمیر میں صرف کیا جائے گا خواہ وقف کرنے والے نے شرط کی ہو یا نہ کی ہو، پھر جو امر اس عمارت سے قریب اور مصلحت میں عام ہو جیسے مسجد کے واسطے اس کا امام اور مدرسہ کے واسطے اس کا مدرس پس ان کو بقدرے کفایت کے دیا جائے گا یونہی چراغ و بوریے فرش وغیرہ میں صرف کیا جائے گا پھر اسی طرح آخر تک مصلحتوں میں لحاظ رکھا جائے گا یہ اس وقت ہے کہ وقف کا کوئی مصرف معین نہ ہو اور اگر کسی چیز پر معین کیا گیا ہو تو اس وقت معین کی طرف خرچ کیا جائے گا یہ حاوی قدسی میں ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے وقف میں اتباع شرط واقف لازم ہے۔

" فقد قال علماؤنا ان شَرْطُ الْوَاقِفِ كَنَصِّ الشَّارِعِ أَيْ فِي وُجُوبِ الْعَمَلِ بِهِ " (الأشباہ والنظائر لابن نجیم، صفحۃ ۱۶۳)

ہمارے علماء نے فرمایا کہ واقف کی شرط پر عمل شارع کی نص پر عمل کی طرح ضروری ہے۔

اب بات رہی صرف کی اگر براہِ راست زمین کی فصل وغیرہ کعبے میں صرف کرنا ممکن ہو تو بنص الشارع لازم وضروری ہے ایک بات کا خیال رکھیں کہ خانۂ کعبہ سعودی حکومت کے قبضہ میں ہے اور سعودی میں بدعقیدوں کی حکومت ہے لہذا اس زمین کی فصلیں اس میں صرف کرنا متعذر کی صورت میں ہے حاکم شرع اپنے صوابدید کے مطابق صرف کرسکتا ہے کتب فقہ میں اس کی صورت یہ ہے۔

فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

" دِيبَاجُ الْكَعْبَةِ إِذَا صَارَ خَلَقًا لَا يَجُوزُ أَخْذُهُ لَكِنْ يَبِيعُهُ السُّلْطَانُ وَ يَسْتَعِينُ عَلَى أَمْرِ الْكَعْبَةِ. كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ"

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد وما يتعلق به وفيه فصلان الفصل الأول، ج۲ص۴۵۹ دار الفكر)

کعبہ کی دیباج اگر کہنہ ہو جائے تو اس کا لینا جائز نہیں لیکن سلطان اس کو فروخت کر کے اس سے کعبہ کے امور میں صرف کرنے میں مدد لے۔ یہ فتاویٰ سراجیہ میں ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــــــہ

محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی چھپرہ بہار

۲۱ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ بروز منگل

عید گاہ کی زمین پہ کرائے کا کمرہ و کمپلکس بنانے کا شرعی حکم کیا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ عید گاہ کی زائد زمین پر مسلمانوں کے نفع عام کے لیے کمپلکس (کرائے کے کمرہ دکان وغیرہ) بنانا کیسا ہے؟ سائل محمد علاء الدین ضیائی برکاتی

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــــــــواب بعونــــــــــــــــــه تعـــــــــــــالی

گاؤں کے عید گاہ کی جگہ کو جائز طریق سے کسی قسم کے بھی نفع میں لا سکتے ہیں مثلاً کمپلکس یا کرایہ میں دینے کیلئے دوکان وغیرہ بنا سکتے ہیں جائز ہے۔

بہر کیف اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد دین ملت تہذیب وتادیب کے روشن مینار سنت مصطفی کے آئنہ دار حضور الشاہ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ والرضوان

تحریر فرماتے ہیں کہ:

ہمارے ائمۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین کی نماز جائز نہیں تو وہاں عید گاہ وقف نہیں ہو سکتی کہ محض بے حاجت و بے قربت بلکہ مخالف قربت ہے تو وہ زمین وعمارت ملک بانیان ہیں انہیں اختیار ہے اس میں جو چاہیں کریں خواہ اپنا مکان بنائیں یا زراعت کریں یا قبرستان بنائیں کمپلکس یا کرایہ میں دینے کیلئے دوکان وغیرہ بنائیں اور اب وہاں دوسری عیدگاہ بنائیں گے اسکی بھی یہی حالت ہوگی۔

درمختار میں ہے:

فی القنیۃ صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای اشتغال بما لا یصح ۱۵

(فتاوی رضویہ شریف جلد ششم صفحہ 416 میں ہے)

شرطہ ان یکون قربۃ فی ذاتہ

(فتاوی فیض الرسول جلد 2 صفحہ 368)

لہذا شہر کی موقوفہ عیدگاہ کی زمین سے کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔

لا یجوز تغیر الوقف۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاوی ھندیہ المعروف فتاوی عالمگیری)

کتبـــــہ

محمد صادق رضا پٹنہ بہار الھند

۷ جنوری ۲۰۲۰ء مطابق ۱۱ جمادی الاولی ۱۴۴۱ھ بروز منگل

کیا وقف کردہ مسجد کے وضوخانے کے نیچے سے چیمبر بنا سکتا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد کے بازو میں ایک آدمی نے مسجد کمیٹی والوں کی درخواست پر اپنی جگہ میں سے چھ فٹ جگہ فی سبیل اللہ مسجد کے لئے وقف کیا ہے اور اس کنڈیشن کے ساتھ دیا ہے کہ اس جگہ میں سے اس آدمی کے گھر کا چیمبر لائن پاس ہوگا، اور ایک کنڈیشن یہ

ہے کہ وہ چھ فٹ جگہ مسجد میں ملانے کے لئے اس آدمی کے گھر کا تھوڑا حصہ توڑنا پڑے گا پس اسکی دیوار جو کچھ حصہ بھی ٹوٹے وہ مسجد والے بنا کر دیں گے،ان دو کنڈیشنوں کے ساتھ وہ چھ فٹ جگہ دے رہا ہے !اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کے کنڈیشن کے ساتھ مسجد کے لئے جگہ وقف ہو سکتی ہے؟ اور کیا مسجد کے تعمیراتی فنڈ سے رقم اس آدمی کی ٹوٹی ہوئی دیوار وغیرہ کو بنانے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں؟ اور کیا اس آدمی کے گھر کی چیمبر لائن اس وقف شدہ جگہ میں سے پاس کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے؟ برائے مہربانی اس کا جواب عنایت فرمائیں مسجد والوں کا ارادہ اس جگہ کو وضوخانہ بنانے کا ہے۔سائل محمد یعقوب حشمتی اوریا یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــالی

واقف کی کنڈیشن کے ساتھ اگر واقف کی زمین شامل مسجد کی جائے تو وقف صحیح ہوگا!اور جب تعمیر شرطِ واقف پر مکمل ہو کر مسجد ٹھہرائی جائے گی اسوقت اس جگہ کی مسجدیت مکمل ہوگی! اس سے قبل نہیں! کیوں کہ جب توسیع مسجد کے لئے آس پاس کی زمین قیمتاً مسجد کے فنڈ سے خریدنا درست ہے تو بلا قیمت کنڈیشن والی موقوفہ زمین بدرجہ اتم شامل تعمیر وتوسیع کرنی جائز و درست ہے کنڈیشنوں کے ساتھ اس لئے کہ:

لان شرط الواقف کنص الشارع

اس لئے کہ شرطِ واقف مالِ وقف میں نصِ شارع کی طرح ہے۔

چنانچہ حضرت خلیل ملت مفتی خلیل احمد خان قادری مارہروی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

وہ جگہ جو مسجد میں اضافہ کرنے کے لئے خریدی گئی جب تک اسے مسجد نہ کریں وہ مسجد نہ ہوگی اور جب مسجد نہیں تو اسے دوسرے کام میں لا سکتے ہیں خصوصاً عوام کے مفاد کے لئے۔

(فتاویٰ امجدیہ،فتاویٰ خلیلیہ جلد دوم صفحہ 568 باب احکام المسجد وآداب المسجد)

لہذا صورت مسئولہ میں واقف جب اپنی زمین مسجد میں بلا معاوضہ دینے کے لئے تیار ہے تو اگر وہ کوئی شرط لگائے تو وہ شرط مانی جائے گی جب کہ اس کی شرط شرع کے خلاف نہ ہو۔

حضرت خلیل ملت علیہ الرحمہ ردالمحتار کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

واقف اگر چہ اختیار رکھتا ہے جس قسم کی چاہے شرط لگائے اور جو شرط لگائے گا اعتبار ہو گا لیکن ایسی

شرط لگائے جوکہ خلاف شرع ہو یہ شرط باطل ہے اور اس کا اعتبار نہیں۔

(المرجع السابق صفحہ 512 باب الوقف)

لہٰذا چیمبر وضو خانے کے نیچے سے بنانے میں کوئی قباحت نہیں! اور قبل تکمیل تعمیر تمام مسجدیت کا حکم بھی نہیں ہوگا! اور شخص مذکور اپنا مکان تڑوا کر برائے توسیع مسجد جو زمین دے رہا ہے بعد شکستگی مکان اس کی درستگی کا پیسہ کمیٹی والے مسجد کے فنڈ سے ادا کریں۔ واللہ اعلم

کتبــــــہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۱۸ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بروز بدھ

مدرسہ کو مسجد میں تبدیل کرنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مدرسے کو مسجد میں تبدیل کرنا کیسا ہے تفصیلی بحوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ المستفتی مُحَمَّد شاداب رضا قنوج

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــــــالی

مدرسہ کو مسجد میں تبدیل کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

لَا يَجُوزُ تَغْيِيرُ الْوَقْفِ عَنْ هَيْئَتِهِ۔ واللہ تعالی اعلم

(الفتاوی الھندیۃ، ۲/۴۹۰)

کتبــــــہ

محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی چھپرہ بہار

۲۴ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ بروز بدھ

وقفی قبرستان میں کھیتی کرنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: میرا سوال یہ ہے کہ ایک قبرستان ہے جو کافی لمبا چھوڑا ہے اور اس میں مردہ کو دفن کیا جاتا ہو دوسری طرف لوگ کھیتی وغیرہ کرتے ہیں اور اسے فائدہ اٹھاتے ہیں۔تو کیا جو لوگ کھیتی کرتے ہیں وہ جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز بھی ہے تو اسکی وجہ کیا ہے مدلل جواب عنایت فرمائیں۔سائل محب الدین قادری مقام چرکٹیا پیرا اترول ضلع بلرام پور یو پی الھند

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــالی

قبرستان جو مردے دفن کرنے کے لیے وقف کیا گیا ہے اس میں کھیتی کرنا جائز نہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیه

(ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۴۲۸)

اور عالمگیری میں ہے:

لا یجوز تغیر الوقف

(عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۹۰)

لہٰذا قبرستان میں کھیتی کرنا ہرگز جائز نہیں۔

درمختار میں ہے:

اذا اتم ولزم لا یملك ولا یملك (الدر المختار ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۴۰۲)

لہذا جن لوگوں نے قبرستان میں کھیتی کی وہ گنہگار مستحق عذاب نار ہیں انکو چاہیے فوراً توبہ کریں ہاں اگر قبرستان وقفی نہ ہو تو قبروں سے الگ جو مالک ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ

محمد امین قادری رضوی دیوان بازار مرادآباد یو پی/ ۲۴ فروری ۲۰۲۰ء مطابق ۲۹ جمادی الآخر ۱۴۴۱ھ

بروز سوموار

شہر یا دیہات کے عیدگاہ کو تبدیل کر سکتے ہیں یا نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: حضرت میں جاننا چاہتا ہوں کہ عیدگاہ کی زمین پر مدرسہ بناسکتے ہیں یا نہیں؟اور نمازیوں کے لئے بیت الخلا بناسکتے ہیں یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔حضرت عیدگاہ شہر میں ہے لیکن گاؤں کا بھی حکم واضح فرمادیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔سائل محمد شارق قادری دموہ ایم پی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــالی

اگر عیدگاہ سٹی میں ہے تو اس کو مدرسہ اور نمازیوں کے لئے بیت الخلا بنانا جائز نہیں، کیونکہ یہ عیدگاہ کا وقف صحیح ہے اور وقف کو تغییر کرنا جائز نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئۃ

ترجمہ:۔وقف کو تغییر کرنا جائز نہیں ہے اس کی صورت سے۔

(2ج الباب الرابع عشر فی المتفرقات صفحہ 490)

ردالمحتار میں ہے:

الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ.

ترجمہ:۔وقف کو باقی رکھنا واجب ہے جس پر وہ پہلے تھا۔

(ج6 کتاب الوقف مطلب لا یستبدل العامر الا فی اربع صفحہ589)

درمختار میں ہے کہ:

شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ

(کتاب الوقف ج6ص649)

اگر عیدگاہ دیہات میں ہے تو یہ عیدگاہ کا وقف صحیح نہیں ہے۔اور اس زمین میں مدرسہ یا نمازیوں کے لئے بیت الخلا کا حصہ بنا لینا شرعاً یہ جائز نہیں بلکہ اس میں ان کے وارثوں کا حق ہے ہاں اگر ان کے وارثین مدرسہ یا نمازیوں کے لئے بیت الخلا بنانے کے لئے وقف کر دیں یا اجازت دے

دیں تو بنا سکتے ہیں کوئی حرج نہیں۔

درمختار مع ردالمحتار میں ہے:

و أن يكون قربة فى ذاته أى بأن يكون من حيث النظر إلى ذاته وصورته قربة.

(ج6 كتاب الوقف، صفحه 524)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وأما شرائطه و منها أن يكون قربة فى ذاته و عند التصرف فلا يصح وقف المسلم أو الذمى على البيعة والكنيسة أو على فقراء اهل الحرب فى ذاته.

(ج2 كتاب الوقف، وهو مشتمل على اربعة عشر بابا، صفحه 353)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اور ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عیدگاہ وقف نہیں ہوسکتی کہ محض بے حاجت و بے قربت بلکہ مخالف قربت ہے، تو وہ زمین و عمارت ملک بانیان ہیں انہیں اختیار ہے اس میں جو چاہیں کریں، خواہ اپنا مکان بنائیں یا زراعت کریں یا قبرستان کرائیں، اور اب وہاں دوسری عیدگاہ بنائیں گے اس کی بھی یہی حالت ہوگی۔

درمختار میں ہے:

فى القنية صلوٰة العيد فى القرى تكره تحريما اى اشتغال بما لا يصح۔

قنیہ میں ہے کہ گاؤں میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے یعنی ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں۔ اسی کی کتاب الوقف میں ہے:

شرطه ان يكون قربة فى ذاته۔

شرط وقف یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے قربت مقصودہ ہو۔

(جلد 16 صفحہ 342)

بہار شریعت جلد دوم میں ہے: وہ کام جس کے لئے وقف کرتا ہے فی نفسہ ثواب کا کام ہو یعنی واقف کے نزدیک بھی وہ ثواب کا کام ہو اور واقع میں بھی ثواب کا کام ہو اگر ثواب کا کام نہیں ہے تو وقف صحیح نہیں۔ مثلاً کسی ناجائز کام کے لئے وقف کیا اور اگر واقف کے خیال میں وہ نیکی کا کام ہو مگر حقیقت

یں ثواب کا کام نہ ہوتو وقف صحیح نہیں اور اگر واقع میں ثواب کا کام ہے مگر واقف کے اعتقاد میں کارثواب نہیں جب بھی وقف صحیح نہیں ۔واللہ اعلم

(حصہ دس وقف کا بیان صفحہ 526)

کتبــــہ

محمد مظہر حسین سعدی رضوی اتر دیناجپور بنگال

۳ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات

وقف کی زمین کو بدلنا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ زید نے تین کٹھا زمین مسجد کو وقف کیا جن میں سے ایک کٹھا میں مسجد بنائی گئی اور کچھ زمین پر مکتب بنائی گئی کچھ زمین خالی رہی پھر کچھ عرصہ کے بعد لوگوں نے یہ ارادہ کیا کہ مسجد کو اور بڑھایا جائے اب پچھم کی جانب بکر کی زمین تھی لوگوں نے بکر سے کہا کہ آپ اپنی کچھ زمین دے دیں اور کچھ زمین مسجد کی جو خالی ہے وہ آپ لیلیے بکر اس بات پر تیار ہو کر لے لیا ۔اور بکر نے اس اپنا گھر بنالیا تقریباً چالس کا عرصہ گزر گیا مسجد بنے اور گھر بنے اب بستی کے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بکر کا اس پر گھر بنا کر رہنا جائز نہیں ہے ۔سائل محمد انور رضا قادری رضا نگر سگولی موتیہاری بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

صورت مستفسرہ میں زید اگر مسجد و مدرسہ دونوں کی نیت سے زمین وقف کیا تو دونوں بنانا جائز ہے اور زمین جو خالی رہ گئی تھی پھر تعمیر جدید میں کشادہ کرنے کیلئے وقف شدہ زمین سے ادل بدل کرنا ناجائز وحرام ہے۔

جیسا کہ فتاوی مرکز تربیت افتاء جلد دوم ص ۱۷۰ پر رقمطراز ہیں:

وقفی زمین کا تبادلہ ناجائز وحرام ہے خواہ واقف کرے یا کوئی اور البتہ جب واقف وقت وقف

تبادلہ کی شرط لگا دے یا وقف بالکل قابل انتفاع نہ رہئے تو تبادلہ ہوسکتا ہے۔

ردالمختار کتاب الوقف مطلب فی استبدال الوقف وشرطہ میں ہے:

اعلم ان الاستبدال علی ثلاثة وجوه الأول ان يشرطه الواقف لنفسه أو لغيره أو لنفسه وغيره فالاستبدال فيه جائز علی الصحيح وقيل اتفاقا والثانی ان لا يسترطه سواء شرط عدمه أوسکت لکن صار بحيث لا ينتفع به بالکلية بأن لا يحصل منه شیء اصلا أو لا يفی بمؤنته فهو أيضا جائز علی الأصح اذا کان بأذن القاضی ورأيه المصلحة فيه

اور فتاوی رضویہ شریف میں امام طرابلس کی اسعاف کے حوالہ سے ہے:

لا يجوز له أن يفعل الا ما شرط وقت العقد

(بحوالہ فتاوی مرکز تربیت افتاء جلد دوم ص ۱۷۰)

سوال مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زید نے وقت وقف ایسی کوئی شرط نہیں لگائی تھی اولا قولی وقف کر دیا تھا اور زمین مسجد کے حوالے بھی کر دیا تھا تو وقف قولی بلا شرط تبادلہ تام ولازم ہو چکا پھر بعد میں لوگوں کے کہنے پر اس میں تبادلہ کا اختیار زید کو نہیں رہ گیا اسے چاہئے کہ مسجد کی زمین خالی کر کے مسجد کے حوالے کرے۔

اور رہ گئی وہ زمین جس سے ادل بدل کیا ہے اب وہ بھی زمین وقف ہوگئی اس زمین کو زید کو لینے کا کوئی حق نہیں ہے اور مسجد کی زمین پر گھر بنایا ہے اسے خالی کر کے مسجد کے حوالے کرے اور جن لوگوں نے بدلنے کا مشورہ دیا تھا وہ تمام لوگ مجمع عام میں توبہ کریں اور اس قسم کے کاموں سے باز رہنے کا پختہ و پکا وعدہ کریں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد رضا امجدی ہرپوروا باچپٹی سیتامڑھی بہار

۱۹ اگست بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

مسجد کے نام زمین وقف کرنے کے بعد واقف کا اس پہ حق جتانا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام کی بارگاہ میں سوال ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین کو مسجد کے نام پر وقف کر دیا اور تعمیر بھی کر دیا لوگوں نے بھی اس تعمیر میں حصہ لیا اور مسجد کے نام پر دیگر جگہ بھی زمین ہیں اب اس شخص کے انتقال کے بعد کئی سال بھی ہوگیا اب اس کے بیٹے کے بیٹے سب یہ کہے ہماری مسجد ہے اور جمعہ کا روپیہ خود اپنے استعمال میں رکھنا کیسا؟ اس مسجد سے فائدہ حاصل کرنا کیسا اپنی منمانی بھی کرتا ہے؟؟ سائل مولانا محمد قیس احمد دار العلوم حامدیہ جگدر باز ارسیتا مڑھی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

جب واقف نے اس زمین کو وقف کر دیا اور اس پر مسجد بن گئی تو وہ کسی کی ملکیت نہیں ہے اس پر واقف کے وارثوں کا حق جتانا اور اپنی ملکیت جاننا حرام ہے جیسا کہ ھدایہ اولین ص ۶۲۰ / میں ہے:

اذا صح الوقف خرج من ملك الواقف

جب اس زمین پر اس کی ملکیت ہی نہیں رہ گئی تو حق جتانا یا منمانی کرنا دونوں حرام ہے۔

اسی طرح درمختار بحوالہ بہار شریعت کتاب الوقف میں ہے:

وقف صحیح ہو جانے کے بعد وقف کی جائداد واقف کی ملکیت نہیں رہ جاتی اور واقف کسی دوسرے کو بھی اس کا مالک نہیں بنا سکتا نہ بیع کر سکتا ہے ہاں واقف نگہ داشت کیلئے متولی بن سکتا ہے حضور بحر العلوم فتاویٰ بحر العلوم جلد پنجم ص ۷۹ میں ارشاد فرماتے ہیں:

جو متولی قابل بھروسہ نہ ہو یا کار تولیت سے عاجز یا خائن ہو تو اسے معزول کر دینا واجب ہے اگر چہ خود واقف ہی کیوں نہ ہو اس لئے ایسے شخص کو تولیت سے معزول کرنا ضروری بشرطیکہ کوئی فتنہ وفساد نہ ہو اور برصدق سائل مسجد کے جمعہ کی رقم کو اپنے مصرف میں لانا حرام جتنی رقم اب تک اپنے مصرف میں خرچ کیا سب کا تاوان دینا لازم وضروری اور ان ساری باتوں سے اعلانیہ توبہ کرے اور اپنے افعال قبیحہ پر نادم ہوں اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے: لا يدخل الجنه بخيل ولا منان ۔ کتبـــــه

محمد رضا امجدی دار العلوم رضویہ بڑا بریار پور مشرقی چمپارن بہار/ ۲۱ جمادی الاول ۱۴۴۲ھ بروز بدھ

مدرسہ کی وقف کردہ زمین مسجد میں دینا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: زید اپنی زمین مدرسہ کے لئے وقف کر دیا اور اس کا انتقال بھی ہوگیا مدرسہ کی زمین سے سٹی ہوئی ایک مسجد ہے مسجد کمیٹی چاہتی ہے کہ مسجد میں جانے کے لئے مدرسہ کمیٹی کچھ زمین دے دے تاکہ سیڑھی بن سکے تو کیا مدرسہ کمیٹی کو اختیار ہے کہ زمین دے سکے۔

سائل نورالھدی نوری بلیا یوپی

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــــالى

صورت مذکورہ مدرسہ کی زمین چونکہ وقف شدہ لہٰذا اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك (درمختار) وفي ردالمختار: قوله "لا يملك" أي لا يكون مملوكاً لصاحبه ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه

(شامي: ٦/٥٣٩)

ایسا ہی بہار شریعت جلد2 وقف کے بیان میں ہے:

وقف کو نہ باطل کرسکتا ہے نہ اس میں میراث جاری ہوگی نہ اسکی بیع ہوسکتی ہے نہ ہبہ ہوسکتا ہے۔

(بہار شریعت جلد 2 حصہ 10 ص 523 وقف کا بیان)

اس لیے مدرسہ کی انتظامیہ کمیٹی کو وقف کردہ زمین کو نہ تو فروخت کرنے کا اختیار ہے نہ ہی زینہ کے استعمال کیلئے دینے کا حق ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

الفاظ قریشی نجمی کرناٹک الھند

۱۶ جنوری بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

کافر نے وقف کیا تو کیا حکم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کافر نے مزار شریف کیلئے زمین وقف کیا بعدہ کچھ عرصہ بعد کچھ لوگوں نے اس وقف شدہ زمین پر مسجد بنادیا اور زمین کے مالک سے ملکر زمین مسجد کیلئے لکھوالیں ویسے مسجد بننے کے بعد زمین کے مالک سے زمین بیچنے کی بات کہی گئی تو زمین کے مالک نے کہا ہم نے زمین مزار شریف کیلئے وقف کر دیا تھا اب آپ لوگوں کو جو بنانا چاہے بنا سکتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے برائے کرم جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد سجاد علی ایم پی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

صورت مسئولہ میں زمین اگر مزار کیلئے وقف کیا تو وہ وقف مکمل ہوگئی اب اس پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے اگر چہ دوبارہ اس شخص نے مسجد بنانے کی اجازت دی ہو اس لئے کہ اولا جب اسکی ملک نہیں تو اجازت کا حق بھی نہیں ہے کافر نے کسی چیز کو وقف کیا تو وقف ہوگا کہ نہیں۔

فتاوی رضویہ شریف جلد ششم قدیم ص ۳۳۸ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اوقاف جائزہ مطلقا اگر چہ بے نیت ثواب کئے جائیں اگر چہ وقف کرنے والے مسلمان بھی نہ ہوں خواہ ہمارے مذہبی تعلیم اعمال۔ عبادات کیلئے ہوں یا غریبوں کی مدد۔ تعلیم۔ طبی مدد وغیرہا کیلئے علی العموم سب مذہبی ہیں اور ان میں دست اندازی مذہبی دست اندازی نیت وعدم نیت یا اسلام وکفر واقف سے یہ فرق پڑتا ہے کہ واقف اگر مسلمان ہو اور ثواب کی نیت سے کرے جیسا کہ عام اوقاف میں مسلمانوں کی یہی نیت ہوتی ہے۔

تو وہ اس کے لئے قربت وعمل صالح و باعث ثواب وقرب رب الارباب بلکہ اطلاق عام میں عبادت الہی ہے اور ایسا نہ ہو تو واقف کو ثواب نہ ملے گا مگر وقف فی نفسہ ضرور ہمارا دینی مذہبی کام ہی رہے گا۔

(فتاوی رضویہ شریف جلد ششم قدیم ص ۳۳۸)

اس لئے کافر نے مزار کیلئے زمین وقف کر دیا تو اب اس پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔

فتاوی رضویہ شریف میں ہی ارشاد فرماتے ہیں:

مسجد کیلئے ہندو کا وقف باطل ہے۔ لانہ لیس قربۃ فی دینہ الباطل

یونہی اگر مسجد بنالیں گے تو نماز ہو جائے گی مگر مسجد میں پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ واللہ اعلم (ص ۳۳۴ قدیم)

کتبــــــہ

محمد رضا امجدی ہرپور وا باچھپٹی سیتامڑھی بہار

۲۰ اگست بروز منگل ۲۰۱۹ عیسوی

کتاب البیوع

(خرید وفروخت کا بیان)

دوسری کمپنی کا نام لیکر اپنی اپنی اشیاء کی فروخت کرنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان ذوی الاحترام مسئلہ ذیل میں کہ زید کافر کی مشہور کمپنی کا نام اس کی اجازت کے بغیر استعمال کر کے کاروبار کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس کی کمپنی کا نام استعمال کر کے مال زیادہ سے زیادہ بکیگا اور خوب کمائی ہوگی اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طرح سے کمائے ہوئے روپئے زید کے لیے حلال ہوں گے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں المستفتی محمد فیصل، دہلی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

کسی کمپنی کا نام استعمال کر کے جعلی اشیاء خریدنے والے کو بتائے بغیر بیچ دینا حرام ہے کیونکہ یہ دھوکہ ہے اور دھوکہ دے کر مال فروخت کرنا ناجائز وحرام ہے، اور وہ پیسے بھی اس کیلئے حلال نہیں۔ مسلمان کی تجارت جھوٹ، وعدہ خلافی اور دھوکہ دہی جیسے تمام خلافِ شرع امور سے پاک ہونا چاہیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۫ " (پارہ ۵، سورۃ النساء آیت ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔

معجم الاوسط کی حدیث شریف ہے:

" عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا« (المعجم الأوسط، ۲۹۸/۱)

فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

" وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ -رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى- يَكْرَهُ أَنْ يَمْدَحَ الرَّجُلُ سِلْعَتَهُ عِنْدَ الْبَيْعِ كَذَا فِي الْمُلْتَقَطِ "

(الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية الباب الخامس والعشرون فى البيع والاستيام على سوم الغير، ج ۵ ص ۳۶۴ دار الفكر بيروت)

سنن ترمذی شریف میں ہے " عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ« (سنن الترمذي، ۵۰۷/۳)

مشہور مُفسِّرِ قرآن، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیْہ اس مفہوم کی حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: بَرَکت (مٹ جانے) سے مُراد آیندہ کاروبار بند ہو جانا ہو یا کئے ہوئے بیوپار میں گھاٹا (نقصان) پڑ جانا یعنی اگر تم نے کسی کو جھوٹی قسم کھا کر دھوکے سے خراب مال دے دیا وہ ایک بار تو دھوکا کھا جائے گا مگر دوبارہ نہ آئے گا نہ کسی کو آنے دے گا، یا جو رقم تم نے اُس سے حاصل کرلی اُس میں بَرَکت نہ ہوگی کہ حَرام میں بے برکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مرآۃ المناجیح، ۴/ ۲۴۴)

کتبــــــہ

محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی چھپرہ بہار

۲ صفر المظفر ۱۴۴۳ھ بروز سنیچر

مسلمان کو دیوالی کے موقع پر مال زیادہ بکنے کے لئے اپنی دوکان کو سجانا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: دیوالی پر دکان سجانا کیسا جبکہ اس سے کاروبار بڑھتا ہو۔ نیت صرف کاروبار بڑھانے کی ہو نہ کہ دیوالی کی۔ کیونکہ کاروبار گفٹ آئٹم کا ہے اور سجاوٹ دیکھ کر کسٹمر زیادہ آتے ہے۔ سائل محمد مبارک حسین نظامی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــــــہ تعــــــــــالی

صورت مسئلہ میں وہ تشبہ نہیں پایا جارہا ہے جسکی عندالشرع ممانعت ہے اس لیے حرج نہیں ہونا چاہیے ممانعت اسی صورت میں ہوگی جبکہ یا تو فاعل کی نیت تشبہ کی ہو، یا وہ شیء بدمذہبوں کا شعار خاص ہو، یا فی نفسہ وہ شیء کوئی وجہ ممانعت رکھتی ہو۔

لہٰذا صورت مسئلہ میں فاعل نے واضح کر دیا کہ میری نیت کاروبار کی ہے دیوالی کی نہیں رہا شعار تو ظاہر ہے کہ یہ انکا شعار خاص نہیں ہے کیونکہ شعار خاص کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں اور انکے غیر میں مشترک نہ ہو اور فی نفسہ دکان کو اپنے کاروبار کو ترقی دینے کی غرض سے لائٹنگ کرنا کوئی وجہ ممانعت نہیں رکھتا۔

جیسے کہ امام اھل سنت قدس سرہ القدسی فرماتے ہیں:

تشبہ وہی ممنوع ومکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شیء ان بدمذہبوں کا شعار خاص ہو یا فی نفسہ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو بغیر ان صورتیں کے ہرگز وجہ ممانعت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاوی رضویہ ج ۹ قسط اول ص ۹۱ رضا اکیڈمی ممبئی)

کتبــــــہ

مشاہد رضا حشمتی رام پور کمیری

۲ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ

کیا عورتیں اپنا بال بیچ سکتی ہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ آج کل عورتیں اپنے سر کے بال بیچتی ہیں سو روپیے کے سو گرام بال لینے والے کو تو ان کا یہ بال بیچنا کیسا ہے مفتیان کرام توجہ فرمائیں اور با حوالہ جواب عنایت فرمائیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔سائل نظام اختری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالیٰ

زندہ یا مردہ انسانوں کے بالوں سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا ممنوع ناجائز ہے اوراس کا کھانا پینا احتراماً وا کراماً حرام ہے اسی طرح اس کی خرید وفروخت اوراس کا کاروبار ناجائز ہے۔

شعر الانسان والانتفاع بہ ای لم یجز بیعہ والا نتفاع بہ لان الآدمی مکرم

ترجمہ:۔ انسانی بال سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا کہ وہ کھانے پینے سے متعلق ہوں یا خرید وفروخت سے جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے تمام اعضاء انسانی کے ساتھ لائق تعظیم ہے۔

انسانوں کے بال کی خرید وفروخت اور زیب وزینت کے لئے اس کا استعمال عورت اور مرد کے لیے حرام ہے۔ کذافی الاختیار شرح المختار وصل الشعرا لشعر الآدمی حرام سواء کان شعرھا او شعر غیرھا

بال کو آدمی کے بال سے جوڑنا حرام ہے خواہ وہ بال اس کے اپنے ہی تراشیدہ ہو یا کسی دوسرے آدمی کے ہوں بعض جانوروں اور نائیلون وغیرہ کے بنے ہوئے بالوں کے استعمال میں عورتوں کے لئے کوئی حرج نہیں جائز ہے لیکن مردوں کو اس سے بچنا چاہیے کہ زینت عورتوں کے لئے رواں ہے نہ کہ مردوں کے لیے۔

فتاوی ہندیہ باب الکرامۃ جلد چہارم میں ہے:

ولا باس للمراۃ ان تجعل فی قرونھا وذوائبھا من الوبر

ترجمہ:۔عورتوں کے لئے اس کے گیسوؤں اور چوٹیوں میں نقلی بالوں کا گچھا رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ھکذا مکتوب فی بحر الرائق

کتبـــــہ

محمد عمر رضا خان قادری

۱۴ جنوری بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کیا پچاس کا نوٹ ساٹھ یا اس سے کم میں خرید سکتے ہیں؟ جیسا کہ آج کل لوگ کرتے ہیں کہ اگر کسی کو چینج کی ضرورت ہوتی ہے تو چینج دینے والا کہتا ہے چالیس دونگا یا کسی کا سو کا نوٹ پھٹ جاتا ہے تو لینے والا پچاس میں لیتا ہے جب کہ نوٹ سو کا ہوتا ہے جواب جلد از جلد ارسال فرمادیں کرم ہوگا۔سائل فرید اظہر سکھے ٹانڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

بہار شریعت میں ہے کہ:

نوٹ کو نوٹ کے بدلے میں بیچنا جائز ہے اور اگر دونوں معین کرلیں تو ایک نوٹ کے بدلے دو نوٹ بھی خرید سکتے ہیں جس طرح ایک پیسے سے معین دو پیسے بھی خرید سکتے ہیں روپیوں سے خریدا یا بیچا جائے تو جدا ہونے سے پہلے قبضہ ضروری ہے جو رقم نوٹ پر لکھی ہو اس سے کم وبیش پر بھی بیچنا جائز ہے دس کا نوٹ پانچ یا بارہ میں بیع کرنا درست ہے جس طرح ایک روپیے سے ۶۴ پیسے کی جگہ سو یا پچاس پیسے میں بھی بیچے جائیں تو حرج نہیں۔

(بہار شریعت حصہ ۱۱ صفحہ ۲۰۷ بیع صرف کا بیان فاروقیہ بکڈ پو،فیصلہ جات بریلی صفحہ ۱۱۰)

کتبـــــہ

محمد مظہر علی رضوی

۱۰ نومبر بروز سنیچر ۲۰۱۸

بیع سلم کی تعریف اور اس کے شرائط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بیع سلم کی تعریف اور اس کے شرائط کیا ہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔ سائل غلام حیدر سنبھلی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

بیع سلم اس بیع کو کہتے ہیں جس میں ثمن (قیمت) فوراً ادا کرنا ضروری ہو اور مبیع (فروخت شدہ چیز) کو بعد میں خریدار کے حوالے کرنا بیچنے والے پر لازم ہو۔ بیع سلم کو لفظ بدلی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

لغوی واصطلاحی معنی:۔

سلم کے لغوی معنے ہیں تسلیم یعنی سپرد کرنا، سونپنا۔

شریعت میں سلم یہ ہے کہ قیمت فی الحال دی جائے، چیز ادھار ہو، یہ تجارت سات آٹھ شرطوں سے جائز ہے چونکہ اس بیع میں قیمت فوراً سپرد کی جاتی ہے اس لیے سلم کہلاتی ہے اسے بیع سلف یعنی ادھار کی بیع بھی کہتے ہیں کہ مال مبیع اس میں ادھار ہوتا ہے۔ بیع سلم کا ثبوت قرآن شریف سے بھی ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی لکھنے والے کو انصاف کے ساتھ (معاہدہ) لکھنا چاہئے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ دینا چاہئے۔

(سورہ البقرہ آیت ۲۸۲، ترجمہ کنز الایمان)

یہاں بیع سلم مراد ہے۔ رہن کے معنی ہیں حبس یعنی قید کرنا، روکنا، شریعت میں گروی کو رہن کہتے ہیں۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کے حق کی وجہ سے اپنی کوئی چیز حقدار کے پاس رکھ دی جائے کہ جب یہ شخص حق دار کا حق ادا کر دے، اپنی چیز لے لے، رہن کا ثبوت قرآن شریف سے بھی ہے حدیث

شریف سے بھی۔

چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو (قرض خواہ کے) قبضے میں گروی چیز ہو اور اگر تمہیں ایک دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ (مقروض) جسے امانت دار سمجھا گیا تھا وہ اپنی امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔

(سورہ البقرہ آیت ۲۸۳، ترجمہ کنزالایمان)

بیع سلم کے لیے چند شرطیں ہیں جن کا لحاظ ضروری ہے:

(1) عقد میں شرط خیار نہ ہو نہ دونوں کے لیے نہ ایک کے لیے۔

(2) راس المال کی جنس کا بیان کہ روپیہ ہے یا اشرفی یا نوٹ یا پیسہ۔

(3) اُس کی نوع کا بیان یعنی مثلاً اگر وہاں مختلف قسم کے روپے اشرفیاں رائج ہوں تو بیان کرنا ہوگا کہ کس قسم کے روپے یا اشرفیاں ہیں۔

(4) بیان وصف اگر کھرے کھوٹے کئی طرح کے سکے ہوں تو اسے بھی بیان کرنا ہوگا۔

(5) راس المال کی مقدار کا بیان یعنی اگر عقد کا تعلق اُس کی مقدار کے ساتھ ہو تو مقدار کا بیان کرنا ضروری ہوگا فقط اشارہ کر کے بتانا کافی نہیں مثلاً تھیلی میں روپے ہیں تو یہ کہنا کافی نہیں کہ ان روپوں کے بدلے میں سَلَم کرتا ہوں بتانا بھی پڑے گا کہ یہ سو ہیں اور اگر عقد کا تعلق اُس کی مقدار سے نہ ہو مثلاً راس المال کپڑے کا تھان یا عددی متفاوت ہو تو اس کی گنتی بتانے کی ضرورت نہیں اشارہ کر کے معین کر دینا کافی ہے۔ اگر مسلم فیہ دو مختلف چیزیں ہوں اور راس المال مکیل یا موزوں ہو تو ہر ایک کے مقابل میں ثمن کا حصہ مقرر کر کے ظاہر کرنا ہوگا اور مکیل و موزوں نہ ہو تو تفصیل کی حاجت نہیں اور اگر راس المال دو مختلف چیزیں ہوں مثلاً کچھ روپے ہیں اور کچھ اشرفیاں تو ان دونوں کی مقدار بیان کرنی ضرو رہے ایک کی بیان کر دی اور ایک کی نہیں تو دونوں میں سلم صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بہار شریعت جلد ۲ حصہ ۱۱ ص ۷۹۵)

کتبـــــہ

امجد رضا امجدی

۱۷ اگست بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

قسطوں پر سامان خریدنا بیچنا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: قسطوں پر کوئی سامان خریدنا کیسا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں المستفتی: محمد جنید عالم نوری کلیر شریف

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــــالی

قسطوں پر سامان کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے اس کی صورت اس طرح ہو کہ بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدار) کے درمیان مبیع (جو چیز بیچی جارہی ہے) کی قیمت مقرر ہو جائے اگرچہ رائج الوقت سے زیادہ ہو اور یہ بھی طے ہو جائے کہ ماہانہ اقساط کی رقم کیا ہوگی اور ادائیگی کتنی مدت میں ہوگی اور قسط کی تاخیر سے جرمانہ نہ ہوگا۔ اور مبیع خریدار کی ملک کرکے اس کے حوالے کر دی جائے۔ تو یہ بیع شرعاً درست وجائز ہے۔

جیسا کہ مجلۃ الاحکام الشرعیہ میں ہے کہ:

البیعُ مع تأجیل الثمن و تقسیطه صحیح" اھ

(مجلۃ الاحکام الشرعیہ ص 113 : الفصل الثانی. فی البیع بالنسیئۃ و التاجیل)

اور قضایا فقہیہ معاصرہ میں ہے کہ:

أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء و المحدثين فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد بشرط أن يبتّ العاقدان بأنه بيع موجل بأجل معلوم بثمن متفق عليه عند العقد اھ

(قضایا فقھیه ص 12 : مطبوعه دمشق / الدر المختار مع رد المحتار ج 7 ص 362 : مطبوعه زکریا)

اور جامع ترمذی میں ہے کہ:

وقد فَسَّر بعض أهل العلم قالوا بيعتين في بيعة أن يقول: أبيعُك هذا الثوب بنقد بعشرة و بنسيئة بعشرين، ولا يفارقه على أحد البيعتين فإذا فارقه على أحدهما فلا بأس إذا كانت العقدة على أحد منهما اھ

(الجامع الترمذی: بابُ ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة، رقم: 6231)

اور امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

جائز ہے جبکہ دونوں حقیقتاً بیع کا ارادہ کریں نہ کہ قرض کا، اس لئے کہ بیچنا جائز اور کمی بیشی جائز اور مدت معین پر ادھار جائز جیسا کہ ہم سب باتوں کی تحقیق بیان کر آئے اور اقساط بندی بھی ایک قسم کی مدت ہی معین کرنا ہے۔ الخ۔

(فتاوی رضویہ ج 17 ص 493: رضا فاؤنڈیشن لاھور)

اور فتاوی فیض الرسول میں ہے کہ:

کوئی بھی سامان اس طرح بیچنا کہ اگر نقد قیمت فوراً ادا کرے تو تین سو قیمت لے اور اگر ادھار سامان کوئی لے تو اس سے تین سو پچاس روپیہ اسی سامان کی قیمت لے۔ یہ شریعت میں جائز ہے سود نہیں ہے نقد اور ادھار کا الگ الگ بھاؤ رکھنا شریعت میں جائز ہے۔ مگر ضروری ہے کہ سامان بیچتے وقت ہی یہ طے کر دے کہ اس سامان کی قیمت نقد خرید و تو اتنی ہے اور ادھار خرید و تو اتنی ہے تو یہ جائز ہے۔

(فتاوی فیض الرسول ج 2 ص 380: مطبوعہ شبیر برادر لاہور)

لیکن اگر قسط کی تاخیر کی صورت میں سود یا جرمانہ دینا پڑے تو پھر یہ عقد سراسر ناجائز وحرام ہوگا جیسا کہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

(قسطوں کے کاروبار میں) یہ جائز نہیں کہ تین سو روپیہ میں فروخت کر دیا اب اگر قیمت ملنے میں ہفتہ کی دیر ہوگئی تو اس سے پچیس یا پچاس زیادہ لے ایسا کرے گا تو سود ہو جائے گا۔ اھ

(فتاوی فیض الرسول ج 2 ص 380' مطبوعہ شبیر برادر لاہور)

لہذا مذکورہ بالا اصول وضوابط کی روشنی میں ثابت ہوا کہ قسطوں پر کوئی بھی سامان خریدنا بیچنا جائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــــــہ

کریم اللہ رضوی مجیبی

۱۲ اکتوبر بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

بیع مضاربت کسے کہتے ہیں اور اسکے شرائط کیا ہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے بکر کو کہا کہ مجھے تجارت کرنے کے لئے کچھ روپئے دو مثال کے طور پر ایک یا دو لاکھ روپے میں کچھ کاروبار کروں گا اور مہینے میں جو نفع نقصان ہوگا وہ میں سمجھوں گا لیکن آپ کو سات ہزار روپئے ہر مہینہ دیتا رہوں گا تو بکر نے کہا کہ نہیں دس ہزار روپئے مجھے دو تو سات ہزار پر ہی اکتفاء ہوگیا تو آیا کہ زید کا بکر سے تجارت کی غرض سے ایک یا دو لاکھ روپئے لینا درست ہے یا نہیں؟ بحوالہ ومفصل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع فراہم کریں۔

المستفتی محمد امتیاز عالم رضوی مجاہدی عفی عنہ متعلم دارالعلوم نصیر الدین اولیاء کولکا تابنگال

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

اس تجارت کو مضاربت کہتے ہیں، یہ تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام، مال دینے والے کو رب المال اور کام کرنے والے کو مضارب اور مالک نے جو رقم دیا اسے راس المال کہتے ہیں،، اس عقد کی مشروعیت میں یہ مصلحت ہے کہ امیر و غریب دونوں کو فائدہ پہنچے مال والے کو روپیہ دے کر اور غریب آدمی کو اس کے روپیہ سے کام کرکے۔

اس کام میں کچھ شرائط ہیں جو کتب فقیہ میں مذکور ہے بطور کچھ مثال یہ ہے کہ مثلا

1 راس المال از قبیل ثمن ہو۔

2 راس المال معلوم ہو۔

3 راس المال عین ہو۔

4 راس المال مضارب کو دے دیا جاتا۔

5 نفع دونوں کے مابین شائع ہو۔

6 ہر ایک کا حصہ معلوم ہو۔

7 مضارب کے لئے نفع دینا شرط ہو۔

البحر الرائق کتاب المضاربتہ جلد 7 ص 48،49 سے لکھا گیا ہے:
کچھ مسائل اس کے تعلق سے ملاحظہ فرمائیں:

1 مضاربت میں صاحب مال کی طرف سے معین نفع کی شرط اور مضارب پر نقصان کی شرط جائز نہیں۔

اس اصول پر صورت مسئولہ میں کہ یہ طے ہوا کہ دو لاکھ روپیہ دو میں سات ہزار روپیہ ہر مہینہ دونگا بن یہ شرط جائز نہیں ہے یہ قرض ہر نفع سود کہلائے گا۔

2 مسئلہ دوم کہ مضارب کے ذمہ نقصان کی شرط باطل ہے۔
(تلخیص فتاوی رضویہ جلد پنجم ص 268)

اس اصول پر صورت مسئولہ مجھے کہ یہ طے ہوا کہ مضارب نے کہا کہ جو نفع ونقصان ہوا وہ میں سمجھونگا یہ شرط باطل ہے کہ نقصان صاحب مال کی طرف رہے گا۔

3 مسئلہ مضاربت میں ایک رقم کا تعین کر دینا کہ نفع ہو یا نہ ہو۔کم یا زائد ہر طرح اس قدر ماہوار دیں گے ضرور حرام ہے مثلاً ایک رقم کا تعین کر دینا کہ نفع ہو یا نہ ہو،کم ہو یا زائد ہر طرح اس قدر ماہوار دیں گے ضرور حرام ہے۔

(تلخیص فتاوی رضویہ جلد پنجم ص 268)

اصول 4 برائے تجارت کسی کو رقم دینا اور نفع تجارت سے اپنے لئے کچھ رقم مقرر کر لینا جائز نہیں۔
اصول 5 کسی کو اس طور پر برائے تجارت روپیہ دینا کہ جو طبیعت میں آئے دینا یعنی نفع دینا جائز نہیں ہے کہ تعین نہ ہوا اصول پانچ - یہ کہ جو طبیعت میں آئے دینا جائز نہیں ہے کہ تعین نہ ہوا اور یہ کہ دس فیصدی یا آنہ روپیہ دینا، اگر اس سے مراد ہے کہ جتنے روپیے اس کو تجارت کے لئے دئے ہیں ان ہر فی صدی دس یا،فی روپیے ایک آنہ مانگتا ہے تو حرام قطعی اور سود ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ جو نفع ہوا اس میں سے دسواں یا سولہوا حصہ دینا تو یہ حلال ہے۔

(تلخیص فتاوی رضویہ جلد پنجم ص 270)

اس اصول کے تحت دو باتیں ثابت ہوئیں کہ:

اول اگر کسی کو تجارت کے لئے دو لاکھ روپئے دئے کہ تم کام جو اور میں تم سے ہر مہینہ سات ہزار

لونگا تو یہ حرام ہے یا پھر میں تم کو دو لاکھ روپے دیا اور ہر مہینہ ایک ہزار پر دو سو لونگا یعنی دس پرسینٹ سے دو لاکھ کا ہر مہینہ 20 ہزار روپیہ لونگا تو یہ قطعی طور پر سود ہوا جو حرام ہے۔

دوسری بات کہ یہ طے ہوا کہ تم کو دو لاکھ دونگا اور تم کو اس سے 20 ہزار نفع ہوا تو اس 000.20 نفع میں دس پرسینٹ یعنی دو ہزار لونگا یعنی نفع میں لونگا تو یہ جائز ہے لیکن ہو نجی میں اگر طے ہوا تو حرام ہے تیسری بات یہ ہے کہ میں تم کو دو لاکھ روپیہ دونگا اور تم کو جو نفع ہو اس سے مجھ کو مطلب نہیں ہے جو دل میں آئے ہم کو نفع دینا یہ بھی ناجائز ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور جائز نہیں ہے بلکہ سود ہے جو حرام ہے۔

اصول 7 مضارب کے لئے نفع دینا شرط ہوا گر راس المال میں سے کچھ دینا شرط کیا گیا یا راس المال اور نفع دونوں سے شرط کیا گیا مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

(بہار شریعت حصہ 14 باب شرائط مضاربت)

اصول 8 رب المال نے یہ کہا کہ جو کچھ خدا نفع دے گا وہ ہم دونوں کا ہوگا یا نفع میں ہم دونوں شریک ہوں گے یہ جائز ہے اور نفع دونوں کو برابر برابر ملے گا۔

(بہار شریعت حصہ 14)

اصول 8 روپیہ دیا اور مضارب سے کہ دیا کہ تمہارا جو جی چاہے نفع میں سے مجھے دینا یہ مضاربت فاسد ہے۔

(بہار شریعت حصہ 14)

باقی مسائل وشرائط بہار شریعت میں تفصیل سے مذکور ہے وہاں دیکھیں۔واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ

محمد ثناء اللہ خاں ثناء القادری

۱۶ جنوری ۲۰۲۰ء مطابق ۲۰ جمادی الاولی ۱۴۴۱ھ بروز جمعرات

ریڈیو کا فروخت کرنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علماء کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ ریڈیو کا فروخت کرنا کیسا؟

سائل سلمان رضا

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجــــــواب بعونـــــــه تعـــــــالى

ریڈیو کی تجارت کرنا جائز ہے جبکہ نیت یہ رکھتے ہو کہ یہ ایک تجارت ہے اور اس کی اجرت لینا بھی جائز ہے ورنہ نہیں۔

الاشباہ والنظائر میں ہے:

الأمور بمقاصدها وذكر قاضى خان فى فتاواه أن بيع العصير ممن يتخذه خمرا إن قصد به التجارة لا يحرم، إن قصد به لأجل التخمير حرم. والله تعالى اعلم

(القاعدة الثانية صفحه 23)

کتبـــــہ

محمد مظہر حسین سعدی رضوی

۲۳ جنوری ۲۰۲۰ء مطابق ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ بروز جمعرات

مسلمانوں کو ہولی کے موقع پر رنگ بیچنا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلمانوں کو ہولی کے موقع پر یا دیوالی کے موقع پر رنگ بیچنا یا پٹاخے بیچنا کیسا ہے؟ حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ سائل

اعجاز

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

پٹاخہ اور راکھی کی تجارت جائز نہیں کہ آتش بازی حرام ہے کہ یہ گناہ پر اعانت ہے جو حرام ہے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اھ

یعنی اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو" اھ

(پ6 سورہ مائدہ آیت 2)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ: افیون وغیرہ جس کا کھانا ناجائز ہے ایسوں کے ہاتھ فروخت کرنا جو کھاتے ہیں ناجائز ہے کہ اس میں گناہ پر اعانت ہے۔

(بہار شریعت ج16 ص106)

اور راکھی کا استعمال صرف رکھشا بندھن کے لئے ہوتا ہے جو یہاں کے غیر مسلموں کا مذہبی شعار ہے تو راکھی کی تجارت بھی گناہ پر اعانت ہوئی اس لئے یہ تجارت بھی ناجائز ہے۔

(فتاوی مرکز تربیت افتاء ج2 ص238)

لہذا مذکورہ باتوں سے واضح ہوا کہ اسی طرح ہر وہ سامان بیچنا جائز نہیں جو گناہ پر مدد ہو ہاں اگر گناہ پر مدد نہیں ہے اس کا بیچنا اور خریدنا دونوں جائز ہے جیسے آج کل گاؤں وغیرہ میں کھیتوں سے جانور کو ڈرانے اور بھاگنے کے لئے پٹاخے وغیرہ داغتے ہیں اس طرح کاموں کے لئے خریدنا اور بیچنا جائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــــہ

کریم اللہ رضوی

۲۱ مارچ بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

ایام فصل میں بور آتے ہی اس کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ جو آم کی باغ وغیرہ کی فصل لی جاتی ہے (پھل نکلنے سے پہلے) تو یہ فصل لینا کیسا ہے تمام مفتیان عظام توجہ فرمائیں اور باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ سائل نظام اختر پیلی بھیت شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــــالی

مکمل پھل نکلنے سے پہلے ابتداء میں اس کی بیع ناجائز تھی مگر بعد میں فقہاء نے تعامل ناس کی وجہ سے اس بیع کی اجازت دے دی ہے۔ لہٰذ صورت مسئولہ میں آم کا پھل مکمل ظاہر ہونے سے پہلے اس کی بیع جائز ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

استحسن فيه لتعامل الناس فانهم تعاطوا بيع ثمار الكرم بهذه الصفة ولهم فى ذالك عادة ظاهرة وفى نزع الناس عن عاداتهم حرج۔ والله اعلم (فتاوى رضويه، كتاب الاجارة حواله فتاوى شيمو گه ص ۲۸۱)

کتبـــــــه

محمد الطاف حسین قادری

۱۷ فروری ۲۰۲۰ء مطابق ۲۲ جمادی الآخر ۱۴۴۱ھ بروز سوموار

کیا نوٹ سے سکہ کا تبادلہ کمی وزیادتی کے ساتھ جائز ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے تعلق سے ایک شخص پانچ سو روپئے نوٹ کے بدلے ساڑھے پانچ سو یا چھے سو روپئے سکہ (چلر/خدرہ) دیتا ہے اسکا لینا جائز ہے یا نہیں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ المستفتی محمد اعجاز احمد دوست پور

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــہ تعــــــــــالی

موجودہ زمانے میں بازاروں میں کچھ لوگ بیٹھکر سکہ کے بدلے نوٹ لیتے ہیں اور سکہ کا تبادلہ بذریعہ نوٹ کمی اور زیادتی کے ساتھ کرتے ہیں یہ جائز ہے بلکہ ادھار میں بھی ایسا کاروبار کرنا جائز ہے.اس میں کوئی قباحت نہیں ہے اس لئے کہ یہ سود نہیں ہے دونوں کے دو جنس ہیں اور جب جنس الگ الگ ہیں تو کمی اور زیادتی کے ساتھ نقد ہو یا ادھار کسی بھی طرح خرید وفروخت کرنے میں شرعی کوئی قباحت نہیں ہے۔جیسا کہ فتاویٰ مرکز تربیت وافتاء کی دوسری جلد فرماتے ہیں:

آج کل بازاروں میں جو طریقہ رائج ہے کہ سکہ کا تبادلہ نوٹ سے کمی زیادتی کے ساتھ کرتے ہیں یہ جائز ہے بلکہ ادھار بھی جائز ہے۔

درمختار میں ہے:

وان عدما حلا کھروی بمروبین لعدم العلۃ فبقی علی اصل الإباحۃ

(ص ۱۷۲/ ج ۵ باب الربا)

(بحوالہ فتاویٰ مرکز تربیت افتاء ج ۲ /ص ۲۳۸)

اس لئے سکہ کو نوٹ کے ساتھ بیچنے یعنی پانچ سو کے سکہ کے بدلے ساڑھے پانچ یا چھ سو کا نوٹ لینا جائز ہے اور اس میں شریعت کے رو سے کوئی قباحت نہیں ہے۔واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ

محمد رضا امجدی

۱۵ جمادی الاول ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات

بموقع تیوہار کفار ڈسکاؤنٹ پر سامان خریدنا کیسا ہے ؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کافروں کے تہوار میں جو چیزوں پر سیل یا ڈسکاؤنٹ لگتا ہے اس سے خرید وفروخت کرنا کیسا؟ سائل پٹھان معین رضا گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعــــــــــالی

بموقع تیوہار کفار ڈسکاؤنٹ پر سامان خریدنا جائز ہے جیسا کہ فتاویٰ مرکز تربیت افتاء میں ہے کہ:

شریعت اسلامی نے تو یہاں تک اجازت دی ہے کہ بیچنے والا کسی بھی دام پر سامان بیچنے کے بعد طے شدہ دام کو گھٹا سکتا ہے۔

ہدایہ میں ہے:

یجوز للمشتری ان یزید للبائع فی الثمن ویجوز للبائع ان یرید للمشتری فی المبیع ویجوز ان یحط عن الثمن اھ

ترجمہ: خریدار کے لئے جائز ہے کہ بائع کی خاطر دام بڑھا دے اور بائع کو جائز ہے کہ خریدار کے لئے سامان میں اضافہ کردے یا طے شدہ دام سے کم لے اس مسئلہ میں جو حکم بیع وشرا کا ہے وہی حکم اجارہ کا ہے۔

(فتاویٰ مرکز تربیت افتاء سال یازدہم صفحہ 67/68)

خرید وفروخت کے سلسلے میں یہ فقہی جزیہ مدنظر رکھنا مفید ہے ویسے بھی سامان یا کوئی اشیاء یا کرایہ بھاڑا کم کرانا ہر شخص کا ذاتی حق ہے دو پیسے کی بچت ہر شخص سوچتا ہے ہاں کفار کے تیوہار میں رونق بڑھانے یا نگاہوں کو تسکین دینے کے لئے جانا منع ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ

محمد مشتاق احمد قادری

۱۳ اکتوبر بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

پتنگ بازی اور اس کے خرید وفروخت کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ پتنگ بنانا جائز ہے یا نہیں اور اسکا کاروبار کرنا کیسا ہے یعنی ایک جگہ بنوانا اور دوسری جگہ پہنچانا جبکہ کافر پتنگوں کو منت کے طور پر دریا میں بہاتے ہیں

وہ پتنگ خاص طور پرمنت کے لئے بنائی جاتی ہیں مدلل جواب عنایت فرمائیں اللہ پاک آپ کو دونوں جہان کی بھلائیاں عطافرمائے۔سائل انیس احمد رضا قادری مونڈھاپانڈے مرادا آباد

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

پتنگ بیچنے کا کاروبار کرنا شرعاً ممنوع ہے کہ پتنگ اڑانا منع ہے اورلڑانا گناہ ۔اس میں وقت و مال دونوں کا ضیاع ہوتا ہے اور چونکہ گناہ اورلہوولعب کے آلات بیچنے کی اجازت نہیں ہوتی، اس لیے اس کا کاروبار بھی منع ہے ۔

اس بارے میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:

کنکیّا (پتنگ) اڑانے میں وقت، مال کا ضائع کرنا ہوتا ہے، یہ بھی گناہ ہے اورگناہ کے آلات کنکیّا، ڈور بیچنا بھی منع ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج24، ص659، رضافاونڈیشن لاھور)

مزید فرماتے ہیں: کنکیا اڑانا منع ہے اورلڑانا گناہ۔

(فتاوی رضویہ، ج24، ص660، رضافاونڈیشن لاھور)

الحاصل پتنگ بازی فقط کھیل کود ہی تک محدود نہیں بلکہ یہ معمولات کفار میں سے ہے اورتعاونِ معمولاتِ کفار بیشک ناجائز وگناہ ہے اس بنیاد پتنگ بازی کرنا یا بیچنا ناجائز وگناہ ہوا۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــــہ

امجد رضا امجدی

۱۸ اپریل ۲۰۲۰ء مطابق ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ بروز بدھ

پرندوں کی خرید وفروخت کرنا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کبوتر بیچ سکتے ہیں غیرمسلم کو یا کسی اور کو بھی جواب عنایت فرمائیں۔سائل: محمد زبیر پاکستان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

کبوتر اور دیگر پرندوں اور جانوروں کی خرید وفروخت جائز ہے جیسا کہ درمختار میں ہے کہ:

وصح بیع الکلب و الفھد و الفیل و القرد و السباع بسائر انواعھا حتی الھرۃ و کذا الطیور۔ (درمختار ج7 ص505: کتاب البیوع، باب المتفرقات)

یعنی کتا، چیتا، ہاتھی، بندر اور تمام اقسام کے درندے یہاں تک کہ بلی اور اسی طرح پرندوں کی خرید وفروخت صحیح ہے۔ (درمختار ج7 ص505: کتاب البیوع، باب المتفرقات)

اور البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے کہ:

صح بیع الکلب والفھد والسباع و الطیور لما رواہ أبو حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ - أنہ صلی اللہ علیہ وسلم رخص فی ثمن کلب الصید و لأنہ مال متقوم آلۃ الاصطیاد فصح بیعہ۔ (البحر الرائق ج6 ص286: کتاب البیوع، باب المتفرقات)

اور بہار شریعت میں ہے کہ:

کُتا، بلی، ہاتھی، چیتا، باز، شِکرا (یعنی باز کی قسم کا ایک شکاری پرندہ)، بَہری (یعنی ایک شکاری پرندہ)، ان سب کی بیع جائز ہے۔ واللہ اعلم (بہار شریعت ج2 ص809: بیع کے متفرق مسائل)

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی

۱۴ ستمبر بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

مورتی بنانا اور اسکی خرید وفروخت کرنا اور اس سے حاصل رقم سے مدرسہ کی امداد کرنا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال؛ مسئلہ کیا مورتی بنانا خریدنا اور سنیما حال چلانا اس کا پیسہ وغیرہ مدارس دینیہ میں لگانا کیسا

ہے؟ بحوالہ تحریر فرمائیں۔سائل تسنیم رضوی مقام کولکاتا بنگال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

(پارہ 6 سورہ المائدہ آیت 2)

اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

لہذا مورتی بنانا یا مرمت کرنا اور خریدنا بیچنا اور سینما ہال چلانا سب ناجائز وحرام اور اس سے حاصل سارا مال ناجائز وحرام ہے اور حرام کمائی کا پیسہ کسی کار خیر میں ثواب کی نیت سے خرچ کرنا علماء نے اسکو کفر لکھا ہے۔

حرام کمائی کا یہ حکم ہے کہ اس کو جس سے لیا ہے اسکو واپس کیا جائے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو وہ رقم محتاجوں اور فقیروں کو اس نیت سے دی جائے کہ اس رقم کی توبہ اور کفارہ یہی ہے کہ اسکو فقیروں کو ادا کیا جائے اسکو فقیروں کو طلب ثواب کی نیت سے دینے یعنی جس طرح مسلمان اپنی حلال کمائی بہ امید ثواب کار خیر میں خرچ کرتا ہے اس طرح رقم کو فقیروں کو دینے کو بہت سخت گناہ بلکہ بعض صورتوں میں کفر لکھا ہے تو مدرسہ میں غریب ونادار طلبہ ہوں اور وہ رقم انہیں کے مصرف میں آتی ہو تو بطور کفارہ گناہ، نہ بنیت تقرب وثواب، اسکا لینا دینا جائز، یونہی دیگر فقیروں کے لئے بھی یہی حکم ہے باقی دیگر مصارف خیر کے لئے اسکا دینا اور جان بوجھ کر لینا دونوں منع ہے۔واللہ تعالی اعلم

(فتاوی بحر العلوم جلد پنجم صفحہ 400 / 394)

کتبہ

محمد اختر رضا قادری رضوی

ا ربیع الآخر ۱۴۴۰ ہجری مطابق ۹ دسمبر ۲۰۱۸ عیسوی بروز اتوار

قربانی کی کھال کو فروخت کرکے کس کام میں لگانا صحیح ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: قربانی کی کھال فروخت کر کے خود صاحب کھال پانی کا بوتل خرید کر پی سکتے ہیں یا نہیں؟ سائل: محمد عسجد رضا، کھڑکمن، بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

صاحب قربانی کا خود کھال کو فروخت کر کے پانی کا بوتل خرید کر پینا جائز نہیں ہے اس لیے کہ ایسی چیز خریدنا جائز نہیں ہے جس کو بعینہ کام میں نہ لا سکے جیسے طعام وگوشت وغیرہ ہاں اگر قربانی کی کھال فروخت کر کے ایسی چیز خریدے جو بعینہ کام میں آئے تو اسکا خریدنا استحسانا جائز ہے جیسے کتاب یا پنکھا وغیرہ خریدے۔

البدائع الصنائع میں ہے:

ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال و جراب لا يجوز الانتفاع بجلدها إلا له أن يبيع هذه الاشياء بما يمكن ينتفع به مع بقاء عينه من متاع البيت كالجراب والمنخل لان البدل الذى يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه يقوم مقام المبدل فكان المبدل قائما معنى فكان الانتفاع به كالانتفاع بعين الجلد بخلاف البيع بالدراهم والدنانير لان ذلك مما لا يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه فلا يقوم مقام الجلد فلا يقوم الجلد قائما معنى

(ملخصا ج6 كتاب الاضحية صفحه 332)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

و يتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال و جراب ولا بأس بأن يشترى به ما ينتفع بعينه مع بقائه استحسانا و ذلك مثل ما ذكرناولا يشترى به مالاينتفع به الا بعد الاستهلاك نحو اللحم والطعام لا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله واللحم بمنزلة الجلد فى الصحيح حتى لا يبيعه بمالا ينتفع به الا بعد الاستهلاك ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لأنه قربة كالتصدق

ترجمہ:۔اوراس کی کھال صدقہ کرے یااس سے چھلنی وتھیلا وغیرہ کے مثل بنالے اوراس کے عوض ایسی کوئی چیز خریدی جس کے عین سے اس طرح نفع اٹھاسکتا ہے کہ وہ چیز بعینہ باقی رہے جیسے چھلنی وغیرہ تو استحسانا جائز ہے اور ایسی چیز نہیں خرید سکتا ہے جس سے بدوں استہلاک عین کے نفع حاصل نہ ہو سکے گوشت واناج وغیرہ اور اس کھال کو بعوض درہموں کے نہیں فروخت کرسکتا ہے تاکہ درہم اپنے نفس اورعیال پر خرچ کرے اور گوشت کھال کی طرح ہے صحیح قول میں یہاں تک کہ اس کو ایسی چیز کے عوض جس سے بدوں استہلاک عین کے نفع نہ اٹھاسکے فروخت نہیں کرسکتا ہے اوراگر کھال وگوشت کو درہموں کے عوض اس غرض فروخت کیا کہ درہموں کو صدقہ کردے تو جائز ہے کیونکہ یہ بھی قربت ہی ہے صدقہ کی طرح۔

(ج5 الباب السادس فی بیان ما یستحب فی الاضحیة والانتفاع بها صفحه 301)

تبیین الحقائق میں ہے:

ویتصدق بجلدها أو یعمل منه نحو غربال و جراب لان جزء منها فکان له التصدق و الانتفاع به الا تری أن له أن یأکل لحمها ولا بأس بأن یشتری به ما ینتفع بعینه مع بقائه استحسانا

(ج6 کتاب الاضحیة صفحه 8)

درمختار مع ردالمحتار میں ہے:

ویتصدق بجلدها أو یعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو أو یبدله بما ینتفع به باقیا أو الجلد أفاد أنه لیس له بیعها بمستهلك وان له بیع الجلد بما تبقی عینه

(ملخصا ج9 کتاب الاضحیة صفحه474/475)

بہارشریعت جلدسوم میں ہے:

قربانی کے چمڑے کو خود بھی اپنے کام میں لاسکتا ہے یعنی اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں لاسکتا ہے مثلاً اس کی جانماز بنائے چھلنی تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان، ڈول، وغیرہ یا کتابوں کی جلدوں میں لگائے یہ سب کرسکتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(حصہ 15 صفحہ 346/345)

کتبـــــہ
محمد مظہر حسین سعدی رضوی/۳۱ جولائی بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

بتوں کی بیع حرام ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال: علمائے کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کی تصویر خرید وفروخت کرتا ہو تو اسطرح کی تجارت کرنا شرعی لحاظ سے کیسا ہے جواب عنایت فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی۔سائل محمد وسیم رضا ضلع بستی یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

مسلمانوں کے لئے دیوی دیوتاؤں کی تصویر وغیرہ خرید وفروخت کرنا حرام ہے جیسا کہ ایک حدیث جو کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب، خنزیر، مردار اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ. فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ؟ فَإِنَّهُ تُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ: »لَا هُوَ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ: »قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا أَجْمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ

روایت ہے حضرت جابر سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح کے سال جب آپ مکہ معظمہ میں تھے فرماتے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب مردار، سور اور بتوں کی تجارت کو حرام کیا عرض کیا گیا یارسول اللہ مردار کی چربیوں کے متعلق تو فرمایئے ان سے توکشتیاں ملی جاتی ہیں ان کی کھالیں روغنی جاتی ہیں لوگ ان سے چراغ جلاتے ہیں تو فرمایا نہیں وہ حرام ہے پھر اس موقعہ پر فرمایا یہود کو خدا غارت کرے جب اللہ نے مردار کی چربی حرام کی تو انہوں نے اسے پگھلایا پھر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

(مسلم، بخاری)

اس حدیث کی شرح میں حضور حکیم الامت تحریر فرماتے ہیں کہ:

بتوں کی تجارت خواہ تصویر کی شکل میں ہو یا مجسم حرام ہے جیسے ہنومان بھوانی وغیرہ کی تصویر یا مجسمے۔ واللہ تعالی اعلم

(مراۃ المناجیح جلد ۴ صفحہ ۲۵۳ مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز)

کتبــــــہ
محمد مظہر علی رضوی
۲۰ ستمبر بروز جمعہ ۲۰۱۹ عیسوی

شراب کی خالی بوتلوں کی خرید وفروخت کرنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید ایک کاروبار کرتا ہے اور وہ کاروبار اس طرح کا ہے شراب کے خالی بوتلوں کو جمع کر کے اس کی صفائی کرتا ہے اس کو صاف کر کے شراب کی فیکٹری میں دیتا ہے وہ اس کی تجارت کرتا ہے یہ تجارت کرنا کہاں تک درست ہے بکر کہتا ہے کہ یہ تجارت کرنا حرام ہے زید کہتا ہے کر سکتے ہیں صاف کر کے دینا کوئی حرج نہیں ہے۔ سائل محمد جاوید بیلا پور مہاراشٹر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

زید کا قول درست ہے لہذا بکر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع وتوبہ کرے اور آئندہ بغیر علم کے مسئلہ بتانے سے پرہیز کرے۔

اسی طرح ایک سوال کے جواب میں فتاوی رضادارالیتامی صفحہ ۳۴۵ اور ۳۴۶ پر ہے کہ: مذکورہ بیع جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں نہ اس میں شراب ہوتی ہے اور نہ کوئی ناجائز چیز ہوتی ہے ہاں اتنا خیال ضرور رکھیں کہ اس میں شراب بھرنے کی نیت نہ کریں۔

ہدایہ آخرین صفحہ ۴۷۲ کتاب الکراہیۃ میں ہے: لاباس بیع العصیر ممن یعلم انه یتخذه خمرا لان المعصیة لاتقام بعینه بل تغیره

شیرہ انگور اس شخص سے بیچنے میں کوئی حرج نہیں جس کے بارے میں جانتا ہو کہ اسے شراب بنا دے گا کیوں کہ معصیت اس کے عین سے قائم نہیں بلکہ اس کے بدل جانے کے بعد قائم ہوگی اور آگے اسی صفحہ پر ہے:

ومن آجر بیتا لیتخذ فیه بیت نار او کنسیة اوبیعة اویباع فیه الخمر بالسواد فلاباس به

اور جو کوئی اپنا گھر کرایہ پر دے تاکہ اس میں کرایہ دار آتش کدہ یا گرجا یا کلیسا بنائے یا اس میں شراب بیچے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے اسی طرح سوال کیا گیا کہ ہندو مردہ جلانے کے لئے لکڑیاں بیچنا جائز ہے یا نہیں تو ارشاد فرماتے ہیں کہ لکڑیاں بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

لان المعصیة لا تقوم بعینها

مگر جلانے میں اعانت کی نیت نہ کرے اپنا مال بیچے اور دام لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ ج ۷ ص ۴۰)

کتبـــــہ

محمد اختر رضا قادری رضوی

یکم ذی قعدہ ۱۴۴۲ھ بروز پیر

باب الربوا

(سود کا بیان)

سودی قرض کن سے جائز اور کن سے ناجائز ہے اور جواز وعدم جواز کی صورتیں کیا ہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام کی بارگاہ میں بڑی ادب واحترام کے ساتھ ایک سوال عرض ہے کے آج کل کچھ کچھ کمپنی لون دے رہے ہیں جیسے 30 ہزار روپے دیتے ہیں اور سال میں 35 ہزار روپیہ لیتے ہیں اس طرح کا لون لینا کیسا ہے باحوالہ علماء کرام جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ سائل محمد ریحان رضا خاں رضوی بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

اس طرح کا لون سودی قرض کہلاتا ہے جس کا مسلمان سے لینا اور دینا دونوں حرام ہے اور کافر حربی سے نفع لینا مباح ہے بدلیل۔

لا ربا بین المسلم و الکافر الحربی فی دار الحرب

اور اگر ضرورت شدیدہ ہو تو مسلمان کا کافرِ حربی کے قرض پر سود دینا بھی جائز ہے۔

جیسا کہ میرے امام اہلسنت فقیہ باکمال امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

الضرورات تبیح المحظورات

ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔

اسی لئے علماء فرماتے ہیں: محتاج کو سودی قرض لینا جائز ہے۔

فی الاشباہ و النظائر و فی القنیۃ وبالبغیۃ:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح اھ قال فی الغمز و ذلك نحو ان یقترض

عشرة دنانير مثلا و يجعل لربها شيئا معلوما في كل يوم ربحا

الاشباہ والنظائر،قنیہ اور بغیہ میں ہے کہ:

محتاج کے لئے سود پر قرض لینا جائز ہے۔

غمز میں فرمایا اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً وہ دس دینار قرض لے اور قرض دہندہ کے لئے یومیہ کچھ نفع مقرر کرے۔

وہ صورتیں جن میں سودی قرض ناجائز ہیں:

اقول: محتاج کے یہ معنی جو واقعی حقیقی ضرورت قابل قبول شرع رکھتا ہو کہ نہ اس کے بغیر چارہ ہو نہ کسی طرح بے سودی روپیہ ملنے کا یارا ورنہ ہرگز جائز ہوگا، جیسے لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی چاہی سو روپئے پاس ہیں ہزار روپئے لگانے کو جی چاہا تو سو سودی نکلوائے، یا مکان رہنے کو موجود ہے دل پکے محل کو ہوا سودی قرض لے کر بنایا، یا سو دو سو کی تجارت کرتے ہیں قوتِ (روزی) اہل وعیال بقدر کفایت ملتا ہے نفس نے بڑا سوداگر بننا چاہا پانچ چھ سو سودی نکلوا کر لگا دئے، یا گھر میں زیور وغیرہ موجود ہے جسے بیچ کر روپیہ حاصل کر سکتے ہیں، نہ بیچا بلکہ سودی قرض لیا وعلی ہذا القیاس صدہا صورتیں ہیں کہ یہ ضرورتیں نہیں! تو ان میں حکمِ جواز نہیں ہو سکتا اگر چہ لوگ اپنے زعم میں ضرورت سمجھیں۔

وہ صورتیں جن میں سودی قرض جواز کے حکم میں ہے:

ولہٰذا قوتِ اہل وعیال کے لئے سودی قرض لینے کی اجازت اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کے بغیر کوئی طریقہ بسرِ اوقات کا نہ ہو، نہ کوئی پیشہ جانتا ہو، نہ نوکری ملتی ہے جس کے ذریعہ سے دال روٹی اور موٹا کپڑا محتاج آدمی کی بسر کے لائق مل سکے، ورنہ اس قدر پا سکتا ہے تو سودی روپے سے تجارت پھر وہی تونگری کی ہوس ہوگی نہ ضرورتِ قوت، رہا ادائے قرض کی نیت سے سودی قرض لینا، اگر جانتا ہے کہ اب ادا نہ ہوا تو قرضخواہ قید کرائے گا جس کے باعث بال بچوں کو نفقہ نہ پہنچ سکے گا اور ذلت وخواری علاوہ اور فی الحال اس کے سوا کوئی شکل ادا نہیں تو رخصت دی جائیگی کہ ضرورت متحقق ہو لی حفظِ نفس وتحصیل قوت کی ضرورت تو خود ظاہر، اور ذلت و مطعونی سے بچنا بھی ایسا امر ہے جسے شرع نے بہت مہم سمجھا اور اس کے لئے بعض محظورات کو جائز فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ شریف جدید جلد (۱۷) ص (۲۹۹/۳۰۰) مکتبہ دعوت اسلامی کا مطالعہ کریں)

کتبــــــہ

محمد راشد مکی کٹیہار بہار ہند ۱۷ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بروز منگل

مشروط قرض دینا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کو دس ہزار روپئے کی سخت ضرورت ہے وہ کسی ہندو سے سود پر روپیہ لینا چاہتا ہے بکر جو ایک مدرسہ کا ذمہ دار ہے اسے معلوم ہوا تو اس نے اسے سود سے بچانے کیلئے ایک مشورہ دیا کہ تم کو میں دس ہزار روپیہ قرض دیتا ہوں تم سال بھر کے بعد لوٹا دینا مگر امسال رمضان المبارک میں تم کو تین ہزار کی رسید کٹانی ہوگی اگر رسید کٹانے کا وعدہ کرو تب میں قرض دونگا ورنہ نہیں اب بکر اپنا ذاتی روپیہ قرض دیکر تین ہزار روپیہ مدرسہ میں دینے کیلئے وعدہ لیا ہے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں بحوالہ جواب عطا کریں مہربانی ہوگی۔السائل محمد شمشیر رضا قادری دارالعلوم روپولی مظفر پور بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالی

سود پر قرض لینا حرام ہے سود حرام قطعی ہے اس کی حرمت کا منکر کافر ہے ابن ماجہ کی حدیث ہے سود کا گناہ ستر حصہ ہے ان میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے اس لئے سود سے ہمیشہ دور رہیں بکر نے اسے سود لینے سے منع کرکے بہت بہتر کیا۔

مسلمان بھائیوں کو قرض کے پیسے دے کر ان کی ضروریات کو پوری کرنا بہتر اور کار ثواب ہے۔حدیث شریف میں مذکور ہے کہ:

اللہ فی عون عبدہ ما کان العبد فی عون أخیه

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد فرماتا ہے جب بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے؛کسی مسلمان کی ضروریات کو پوری کر دینا بہت بڑے ثواب کا کام ہے مگر قرض دیکر کسی بھی صورت میں قرض کی وجہ سے مشروط نفع لینا سود ہے جو حرام وگناہ ہے حدیث شریف میں ہے:

کل قرض جر نفعا فھو ربوا[1]

ہاں قرض ادا کرتے وقت مستقرض اپنی خوشی سے بغیر کسی شرط کے کچھ رقم زائد مدرسہ کو دے دیتا ہے تو یہ سود نہیں ہے اور اسے لینا بھی جائز ہے اور اسے مدرسہ کے مصارف میں خرچ کرنا بھی

درست ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کان لی علی النبی صلی اللہ علیہ دین فقضانی و وزادنی

یعنی میرا کچھ قرضہ حضور کے ذمہ تھا حضور نے ادا فرمایا اور زیادہ دیا

(بخاری شریف ص ۳۲۲ / ج ۱)

(بحوالہ فتاویٰ مرکز تربیت وافتاء ج ۲ /ص ۲۷۶ / ۲۷۷)

اس لئے کہ بکر صاحب نے شرط عائد کر دی ہے کہ تم کو رمضان المبارک میں تین ہزار روپیے چندہ دینا ہوگا جبھی میں قرض دونگا نہیں تو نہیں اسی شرط کی بنا پر یہ چندہ لینا ناجائز ہوگا؛ ورنہ وہ از خود اپنی خوشی سے تین ہزار یا جتنا زائد چاہتا چندہ دیتا کوئی قباحت نہیں تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد رضا امجدی ہرپوروَا باچپٹی سیتامڑھی بہار

۱۶ جمادی الآخر ۱۴۴۲ھ بروز سنیچر

کافر حربی سے عقد میں زائد رقم لینا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کافر حربی سے سودی کاروبار کرنا کیسا ہے؟ سائل محمد عباس اشرفی کچھوچھہ شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

کافر حربی اور مسلمان کے درمیان سود کے لین دین کا معاملہ مختلف ہے۔

ہدایہ میں ہے:

لا ربوا بین المسلم وَالحَرۡبِی

ترجمہ: مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سود نہیں ہوتا۔ (ہدایہ آخرین، صفحہ 90)

یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے کافر حربی سے اس عقد کے ذریعے نفع لینے کو جائز قرار دیا ہے جو سودی طریقے پر مشتمل ہو مثلاً کافر کو قرض دے کر زائد رقم لینا مسلمان کے لئے جائز ہے لیکن سود کی نیت ہرگز نہیں کرے گا بلکہ جائز نفع سمجھ کر لے گا۔

اور اسی طرح فتاوی فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۳۸۵ پر ہے کہ:

کافر حربی اور مسلمان کے درمیان سود نہیں۔

جیسا کہ حدیث پاک ہے:

لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب

اور اسی طرح بہار شریعت حصہ ۱۱ صفحہ ۳۸۷ پر ہے کہ:

مسلم اور کافر کے درمیان جو عقد ہو اس میں سود نہیں۔

اور اسی طرح درمختار جلد ۳ کتاب البیوع باب الربوا صفحہ ۱۴۹ پر ہے:

لا بین حربی و مسلم

یعنی حربی اور مسلمان کے درمیان سود نہیں۔

اور ایک بات یاد رکھیں کہ کفار سے منافع لینا شرعا جائز تو ہے لیکن دھوکا و دیگر ناجائز طریقے سے لینا جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

۲۲ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲ جون ۲۰۲۰ء بروز سوموار

کس صورت میں سودی قرض لے سکتے ہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام ومفتیان عظام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ کوئی ایسا کام ہے جو بغیر روپیہ کے وہ کام نہیں ہو پا رہا ہے تو کیا اور اس کے پاس روپیہ بھی نہیں ہے تو کیا وہ سود کے حساب سے روپیہ لے سکتا ہے جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد رضاء الحق گوہرہ اتر دیناجپور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــــالی

صحیح شرعی مجبوری کے تحت لے سکتا ہے جیسا کہ فتاویٰ فیض الرسول میں ہے کہ:

فقہائے کرام نے سود سے بچنے کی جو صورتیں بیان کی ہیں جن میں سے بعض کا ذکر بہار شریعت کے گیارہویں حصے میں ہے اگر اس طرح بھی قرض نہ ملے تو صحیح شرعی مجبوری کی صورت میں سودی قرض لینا جائز ہے۔

الاشباہ والنظائر میں ہے:

فی القنیہ والبغیۃ یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح

(فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ 389)

صورت مسئولہ میں صحیح شرعی مجبوری کی صورت میں سودی قرض لینا جائز ہے بلا صحیح شرعی مجبوری کے سودی قرض لینا جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۱۳ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ بروز بدھ

غیر مسلم کے بینک سے نفع لینا جائز ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ھیں کہ علمائے دین وملت مندرجہ مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سود حرام ھے تو بینک میں جو پیسے جمع کیا جاتا ھے اس کے بارے میں شریعت میں کیا حکم ھے۔ سائل فقیر محمد شاھد رضا قادری منظری بنگلور سٹی کرنا ٹک انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــــالی

سب سے پہلے یہ ذہن نشین کرلیں کہ مسلم اور غیر مسلم جو (ذمی ومستامن) نہ ہوان کے درمیان کوئی معاملہ سود نہیں ہوتا جبکہ نفع مسلمان کو ملے اور اگر نفع غیر مسلم کو ملے تو اختلاف ہے لیکن ترجیح اسی کو

ہے وہ سود ہے لہذا غیر مسلم کے بینک میں روپیہ جمع کرنے پر جو کچھ زائد رقم ملے وہ سود نہیں۔

البتہ اس نفع کے جواز کے لئے شریعت نے ایک لازمی شرط یہ رکھی ہے کہ نفع کے حصول میں مسلمان کے طرف سے کسی قسم کی بدعہدی وغیرہ نہ ہو اور غیر مسلم اپنی رضا سے دے جیسا کہ بینک وغیرہ میں وہ خود اپنی خوشی سے دیتا ہے۔

جیسا کہ فقہ اسلامی کے ماہر امام ابن الہمام نے وضاحت کی ہے:

وانما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر فاذا لم یاخذ غدرا فبای طریق یاخذہ حل بعد کونہ برضا

یعنی غیر مسلم کا مال صرف بدعہدی کے ذریعے حاصل کرنا حرام ہے لیکن جب بدعہدی نہ ہو غیر مسلم راضی ہو تو اس کا مال جیسے بھی ملے لینا حلال ہے۔ (فتح القدیر جلد اول صفحہ ۱۷۸)

اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ:

سود کی نیت سے لینا جائز نہیں ہے یعنی یہ سمجھ کرلے کہ ایک جائز مال برضائے مالک بلا غدر و بدعہدی کے ملتا ہے تو وہ جائز ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۱۱۷)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

یہاں کے ہندو وغیرہ جتنے غیر مسلم ہیں ان میں نہ کوئی ذمی اور نہ مستامن ہے اور جو غیر مسلم نہ ذمی ہو نہ مستامن سوا غدر و بدعہدی کے، کہ مطلقاً ہر کافر سے حرام ہے اور اسکی رضا سے جس طرح ملے جس عقد کے نام سے ہو مسلمان کے لئے حلال ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صف ۱۰۵)

سود سمجھنے کی قید اس لئے کہ جائز کام بھی ناجائز سمجھ کر کرنا گناہ ہے جیسے دور سے ایک خاص طریقے اور ڈھنگ سے رکھے ہوئے کپڑے کو اجنبی عورت سمجھ کر بری نگاہ سے دیکھنا گناہ ہے کہ یہ اپنے طور پر نافرمانی خدا پر اقدام ہے۔ واللہ تعالی اعلم (اسلام اور جدید بینک کاری صفحہ ۵۲)

کتبـــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

۱ فروری بروز جمعہ ۲۰۱۹ عیسوی

قرض دیکر اس سے زیادہ طلب کرنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں کسی سے 300 (تین سو روپیہ) ادھار لیا اور دینے کے وقت تین سو پچاس 350 روپیہ دیا یعنی 50 پچاس روپیہ زیادہ دیا یہ پچاس 50 روپیہ زیادہ دینا جائز ہے یا نہیں یا لینے والا مطالبہ کرے کہ میں واپسی میں پچاس 50 روپیہ زیادہ لوں گا یا دینے والا خوشی سے بطور ہدیہ 50 پچاس روپیہ زیادہ دے تو دینا جائز ہے کہ نہیں حوالہ کے ساتھ جواب عنایت کرے مہربانی ہوگی۔ سائل غلام احمد رضا پونہ مہاراشٹر

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــــــــــه تعـــــــــــــــالی

اگر قرض کے وقت یہ معاہدہ ہوا تھا کہ تین سو روپیہ قرض دینے کے عوض پچاس یا سو روپیہ دیں گے یا لیں گے یہ دونوں صورت سود کی ہے جو کہ ناجائز وحرام ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ:

احل اللہ البیع وحرم الربوا

اللہ نے بیع کو حلال کیا اور ربوا کو حرام فرمایا۔

اور ربوا کے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

والفضل ربوا

کہ زیادتی سود ہے اور سود حرام ہے۔

لہذا تین سو روپیہ لیکر اس سے زیادہ لین دین کا معاہدہ ناجائز وحرام ہے۔

اگر لین دین میں کوئی معاہدہ نہ ہوا اور قرض دار اپنی طرف سے بطور استحسان کچھ زیادہ دیتا ہے تو جائز ودرست بلکہ ہمارے نبی کی سنت کریمہ ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف کتاب الاستقراض سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــہ

امجد رضا امجدی سیتامڑھی بہار

۲۶ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۱ اپریل ۲۰۲۰ء بروز منگل

بغرض تجارت بینک سے قرض لینا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بزنس کے لئے یا اور کسی کام کے لئے بینک سے پیسے لیکر اس کو زیادہ دینا جائز ہے یا نہیں جیسے پانچ ہزار لے کے سات ہزار دینا کیسا ہے؟؟ سائل غلام ربانی ۰اتر دیناجپور۔لکھی پور

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونــــــــــه تعـــــــالی

بینک سے پیسے لیکر اس کو زیادہ دینا ناجائز وحرام ہے خواہ بزنس کے لئے ہو یا اور کسی کام کے لئے ہو مثلاً پانچ ہزار لیے کر سات ہزار دینا جس طرح سود لینا حرام ہے اسی طرح سود دینا بھی حرام ہے مگر محتاج شخص کو سود پر قرض لینا جائز ہے جبکہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو ورنہ نہیں ہاں گورنمنٹ کے بینک سے زیادہ پیسہ دینے کی شرط پر قرض لینا تو یہ اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ بینک کو جو زائد رقم بنام سود دینی پڑتی ہے اس زائد رقم کے برابر یا اس سے زیادہ نفع کا حصول یقینی طور معلوم ہو جب تو زیادہ پیسہ دینے کی شرط پر قرض لینا جائز ہے۔

تفصیل کے لئے حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی کی تصنیف لطیف ”جدید بینک کاری اور اسلام“ کا مطالعہ کریں۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

ترجمہ: اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور ربا کو حرام۔

(پارہ 2 سورہ بقرہ آیت 275)

حدیث پاک صحیح مسلم میں ہے:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل الربو و مؤكله وكاتبه و شاهده وقال هم سواء

ترجمہ:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

(ج2 باب الربا صفحہ 27)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

سود جس طرح لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے۔

(جلد 17 صفحہ 298)

نیز فرماتے ہیں مگر اگر شریعت مطہرہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ:

الضرورات تبیح المحظورات

ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔

اسی لئے علماء فرماتے ہیں محتاج کو سودی قرض لینا جائز ہے۔

فی الاشباہ والنظائر وفی القینۃ والبغیۃ:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح، قال فی الغمز وذلك نحو أن یقترض عشرۃ دنانیر مثلا ویجعل لربھا شیئاً معلوما فی کل یوم ربحا۔

ترجمہ:۔ الاشباہ والنظائر، قینیہ اور بغیہ میں کہ محتاج کے لئے سود پر قرض لینا جائز ہے، غمز میں فرمایا اس کی صورت یہ ہے کہ مثلا وہ دس دینار قرض لے اور قرض دہندہ کے لئے یومیہ کچھ نفع مقرر کرے۔ اقول محتاج کے یہ معنی جو واقعی حقیقی ضرورت قابل قبول شرع رکھتا ہو کہ نہ اس کے بغیر چارہ ہو نہ کسی طرح بے سودی روپیہ ملنے کا یارا، نہ ہرگز جائز نہ ہوگا جیسے لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی چاہی سو روپے پاس ہیں ہزار روپے لگانے کو جی چاہا نو سو سودی نکلوائے یا مکان رہنے کو موجود ہے دل پکے محل کو ہوا سودی قرض لے کر بنایا، یا سو دو سو کی تجارت کرتے ہیں قوت اہل وعیال بقدر کفایت ملتا ہے نفس نے بڑا سوداگر بننا چاہا پانچ چھ سو سودی نکلوا کر لگا دئے یا گھر میں زیور وغیرہ موجود ہے جسے بیچ کر روپیہ حاصل کر سکتے ہیں نہ بیچا بلکہ سودی قرض لیا وعلیٰ ہذا القیاس صدہا صورتیں ہیں یہ ضرورتیں نہیں تو ان میں حکم جواز نہیں ہوسکتا اگر چہ یہ لوگ اپنے زعم میں ضرورت سمجھیں۔

ولہٰذا اہل وعیال کے لئے سودی قرض لینے کی اجازت اسی وقت ہوسکتی ہے جب اس کے بغیر کوئی طریقہ بسر اوقات کا نہ ہو، نہ کوئی پیشہ جانتا ہو، نہ نوکری ملتی ہے جس کے ذریعے سے دال روٹی موٹا کپڑا محتاج آدمی کی بسر کے لائق مل سکے ورنہ اس قدر پا سکتا ہے تو سودی روپیہ سے تجارت پھر وہی تونگری کی ہوس ہوگی نہ ضرورت قوت، رہا ادائے قرض کی نیت سے سودی قرض لینا، اگر جانتا ہے کہ اب

ادا نہ ہوا تو قرض خواہ قید کرائے گا جس کے باعث بال بچوں کو نفقہ نہ پہنچ سکے گا اور ذلت وخواری علاوہ، اور فی الحال اس کے سوا کوئی شکل ادا نہیں تو رخصت دی جائے گی کہ ضرورت متحقق ہولی حفظ نفس و تحصیل قوت کی ضرورت تو خود ظاہر، اور ذلت ومطعونی سے بچنا بھی ایسا امر ہے جسے شرع نے بہت مہم سمجھا اور اس کے لئے بعض محظورات کو جائز فرمایا، مثلاً شریر شاعر جو امراء کے پاس قصائد مدح لکھ کر لیجاتے ہیں خاطر خواہ انعام نہ پائیں تو ہجو سنائیں انہیں اگر چہ وہ انعام لینا حرام ہے جس چیز کا لینا جائز نہیں دینا بھی روا نہیں، پھر یہ لوگ کہ اپنی آبرو بچانے کو دیتے ہیں خاص رشوت دیتے ہیں اور رشوت صریح حرام، بایں ہمہ شرع نے حفظ وآبرو کے لیے انہیں دینا دینے والے کے حق میں فرمایا اگر چہ لینے کو بدستور حرام محض ہے ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(جلد 17 صفحہ 229 / 300)

کتبـــــہ
محمد مظہر حسین سعدی سونا پوراتر دیناجپور بنگال
۲ نومبر بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

اپنی مرضی سے کوئی زائد رقم دے تو لینا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کو مزار شریف کا روپیہ دیا گیا جو 5786 ہے تو اس کہا کے میں اپنی خوشی سے 6000 دونگا تو اس میں جو زائد روپیہ ہے تو اس سے لے سکتے ہیں یا نہیں اس کا جواب قران وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں آپ کی مہربانی ہوگی۔ سائل: محمد فاروق احمد چشتی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

اگر کوئی شخص دیئے ہوئے رقم پر اپنے خوشی سے زائد رقم دے تو لینا جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

عن جابر بن عبد اللہ قال اتیت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان لی علیہ دین فقضانی وزادنی اھ

یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پاس آیا میرا کچھ قرض حضور کے ذمہ تھا حضور اسے ادا فرمایا اور زیادہ دیا اھ

(بخاری شریف ج 1 ص 322)

اور امام اہل سنت سیدی اعلیحضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ان المستقرض اوفاہ و زاد من عند نفسہ تکرما زیادہ ممتازہ و منجازہ کیلا تکون ھبة مشاع فیما یقسم فھذا جائز لا باس علیہ بل ھو من باب ھل جزاء الاحسان الا الاحسان ۔

یعنی قرض لینے والے نے قرض ادا کیا اور اپنی طرف استحانا کچھ ایسا زیادہ دیا جو الگ ممتاز ہو (یہ اس لئے کہ قابل تقسیم شئی ھبہ مشاع نہ ہو جائے) تو جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ اس قبیل سے ہے کہ حسان کا بدلہ کیا ہے سوا احسان کے ۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاوی رضویہ ج 7 ص 192)

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۲۷ دسمبر بروز جمعرات ۲۰۱۸

لون پر پیسہ لینا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: علماء کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ کیا لون پر بینک سے پیسہ اٹھانا جائز ہے مع حوالہ جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں ۔ سائل محمد سجاد حیدر مسکن دربھنگہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــالی

بینک اگر مسلمان کا ہے یا غیر مسلم کا مشترکہ ہے تو ایسے بینک سے سود دینے کی شرط پر قرض لینا حرام اور سود دینے والا بھی لینے والے کے مثل گنہگار ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پر لعنت فرمائی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرمایا:

لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم آكل الرباء وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء

یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سود لینے والوں سود دینے والوں سودی دستاویز لکھنے والوں اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

اور بینک یہاں کے خالص جب کہ کافروں کا ہے تو اگر چہ ایسے بینک سے زائد رقم دینے کی شرط پر دکان وغیرہ کے لیے روپیہ لانا شرعا سود نہیں کہ یہاں کے کفار حربی ہیں اور مسلمان وحربی کے درمیان سود نہیں۔

جیسا کہ حدیث میں ہے:

لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب

(مسلم شریف)

البتہ جبکہ مسلمان کو نفع زیادہ ہو اور نقصان کم تو بینک سے لون پر قرض لینا جائز ہے مگر ایسے بینک سے بھی بلا ضرورت شدیدہ قرض لینا اور انہیں نفع دینا منع ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاویٰ برکاتیہ صفحہ ۲۰۹)

کتبــــــہ

محمد عمر رضا خان مسعودی لوکاہی بازار (نیپال)

کافروں کو روپیہ دیکر نفع لینا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ؟ زید کا کہنا ہے کہ کافروں کو روپیہ دیکر اس سے سود کے ساتھ وصول کرنا کیسا ہے۔ السائل عبد المجید وزیر گنج گونڈہ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــواب بعونـــــہ تعـــــالی

شخص مذکور کا یہ طریقہ کار کے غیر مسلموں کو قرض دے اور نفع کے ساتھ واپس لے اصالۃ جائز و درست ہے وجہ وہی ہے جو حدیث شریف میں مذکور ہے:

ھدایہ باب الربا میں ہے:

ولا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب لان ما لهم مباح في دارهم فباي طريق أخذه المسلم أخذ مالا مباحا اذا لم يكن فيه غدر

(ص ۷۰ ج ۳)

البتہ اس سے بچنا بہتر ہے کہ جنہیں اس مسئلہ سے واقفیت نہیں ہے وہ خواہ مخواہ بدگمانی کریں گے اور اسے سود خور سمجھ بیٹھیں گے جس سے انکی نظروں میں اسکی عزت و وقار مجروح ہوگا نیز اس کی وجہ سے حقیقی سود خوری کا دروازہ بھی کھل سکتا ہے اس لئے شخص یہ کاروبار نہ کرے تو بہتر ہے۔ واللہ اعلم

(ماخوذ فتاوی تربیت افتاء ص ۲۶۰ جلد دوم)

کتبـــــہ

محمد رضا امجدی ہرپور وابا چھپٹی سیتا مڑھی بہار

۱۶ جولائی بروز منگل ۲۰۱۹ عیسوی

دوسرے کو لون پر پیسہ نکلوا کر کمیشن لینا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید کسی کو لون نکلواتا ہے بینک سے تو اس سے کمیشن لیتا ہے 10٪ یا 5٪ اب اسکا یہ پیسا لینا کیسا ہے عندالشرع؟ برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ سائل عبدالکلام رضوی بریلی شریف

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــواب بعونـــــہ تعـــــالی

ہندوستان کے کفار حربی ہیں جیسا کہ رئیس الفقہاء ملا جیون رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ان ھم إلا حربی وما یعقلھا الا العالمون

(تفسیرات احمدیہ ص300)

اور حکومت انھیں ظالم کافروں کی ہے حدیث شریف میں ہے:

لاربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب

یعنی مسلمان اور کافر حربی کے درمیان سود نہیں اور دارالحرب کی قید واقعی ہے احترازی نہیں لہذا ہندوستان کے بینک سے نفع لینا جائز ہے کہ وہ شرعاً سود نہیں لیکن ان کو نفع دینا جائز نہیں ہاں اگر قلیل نفع دینے میں اپنا نفع کثیر ہو تو جائز ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

الظاھر ان الاباحۃ یفید نیل المسلم الزیادۃ وقد الزم الاصحاب فی ان مرادھم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم

(فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم ص388)

جب تھوڑا نفع دینے میں مسلمانوں کا کثیر فائدہ ہو تو لون لینا جائز ہے اور جب لون لینا جائز ہے تو دلانے والا اپنا محنتانہ جسے کمیشن کہتے ہیں اس کا بھی لینا جائز ہے۔ فتاویٰ فقیہ ملت میں ہے: دلالی کا اگر یہ مطلب ہے کہ بائع اور مشتری سے بچوانے اور خریدوانے کی اجرت لیتا ہے تو یہ جائز ہے۔

(جلد دوم ص190)

اس لیے کمیشن لینا جائز ہے ہاں اگر بینک سے لون لینے میں نفع کم ہو اور بینک کو زیادہ زائد رقم دینی پڑے تو لینا حرام ہے اور جب لینا حرام ہے تو اب کمیشن بھی لینا حرام ہوگا۔

کتبـــــہ

محمد رضا امجدی ہرپوروا باچپٹی سیتامڑھی بہار

۵ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ بروز جمعہ

باب الاجارہ

(اجرت کابیان)

کرکٹ کھیلنے والے کو جو روپیہ ملتا ہے اس کا لینا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کرکٹ کھیلنے پر گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والی تنخواہ کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ اسی طرح سے کرکٹ کی بہت ساری تنظیمیں ہیں جو اپنے کھلاڑیوں کو ماہانہ تنخواہ دیتی ہیں، اس سلسلے میں بھی شرعی حکم کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں بڑی نوازش ہوگی بینوا توجروا۔ سجاد برکاتی نجمی بھیونڈی، مہاراشٹرا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

مسلمانوں کے لیے شریعت مطہرہ نے تین کھیل کو مباح رکھا ہے، علاوہ اس کے سب کھیل مکروہ وحرام ہیں۔

جیسا کہ سرکار اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ درمختار کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

کرہ کل لھو لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام " کل لھو المسلم حرام الا ثلاثہ ملاعبتہ باھلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ

وفی ردالمحتار فی الجواھر:

قد جاء الاثر فی رخصۃ المصارعۃ لتحصیل القدرۃ علی المقاتلۃ دون التلھّی، فانہ مکروہ اھ۔ و الظاھر انہ یقال مثل ذٰلک فی تادیب الفرس و المناضلۃ بالقوس

ہر کھیل مکروہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ،، مسلمان کے لئے

ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کے (یعنی مسلمان کے لئے سوائے تین کے باقی ہر کھیل حرام اور ممنوع ہے،،اور جو تین کھیل مباح ہیں وہ یہ ہیں)

(۱)خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (دل لگی کرنا)

(۲)اپنے گھوڑے سے کھیلنا (اس کی تربیت سکھلائی کرنا)

(۳)اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا

فتاوی شامی میں الجواہر کے حوالہ سے ہے کہ:

حدیث میں باہم کشتی کرنے کی اجازت موجود ہے یعنی جنگ و جہاد کے لئے قوت حاصل کرنے کے لیے نہ کہ کھیل کود کے لیے کیونکہ محض کھیل کود تو مکروہ ہے۔اھ

اور ظاہر یہ ہے کہ اس طرح کا اطلاق گھوڑے کو سکھانے اور کمان سے تیر اندازی کرنے پر کیا جاتا ہے۔

(فتاوی رضویہ، جلد،۲۳،صفحہ ۲۷۸ رضا فاؤنڈیشن،لاہور)

لیکن کرکٹ کو فقہائے کرام نے چند شرائط کے ساتھ حکم جواز دیا ہے جیسا کہ فتاوی مرکز تربیت افتا میں ہے کہ اگر ورزش کی نیت سے کھیلے تو چند شرائط کے ساتھ جائز ہے:

(۱)نماز کے اوقات میں نہ کھیلے۔

(۲)اپنے دینی مشاغل نیز طلب علم سے غافل ہو کر کھیل ہی میں انہماک نہ ہو۔

(۳)ٹورنامنٹ میں حصہ نہ لیں۔

(۴)ران اور دوسرے حصے جن کا چھپانا واجب ہے وہ نہ کھولے۔

(حوالہ فتاوی مرکز ترتیب افتاء جلد دوم صفحہ نمبر ۴۸۹ کھیل کود کا بیان)

لہذا صورت مسئولہ یعنی گورنمنٹ کی جانب سے کرکٹ کھیلنا یا کسی تنظیم کی جانب سے کھیلنا تو اس میں نہ ورزش شامل ہے نہ ہی اوقات نماز کا خیال، بلکہ اس میں سٹہ بازی و پیسے لگانا اور مخالف ٹیم کو ہرانے کی نیت ہوتی ہے جو کہ خالص جوا ہے اور جوا ناجائز وحرام ہے اور اس سے ملنے والی رقم بھی ناجائز وحرام یونہی تنظیم یا ٹیم کی جانب سے ستر پوشی یا اوقات نماز کی رعایت بھی مفقود ہوتی ہے پلییَر کو اس کا مقرر کردہ یونیفارم اور اصول فالو کرنا ہوتا ہے جو عموماً خلافِ شرع ہوتے ہیں۔

لہذا کسی بھی مسلمان کو ایسی ملازمت جائز نہیں جس میں محض کھیل کود شامل ہو اور شریعت کی

پابندی نہ ہوا یسے کھیل کے متعلق رب کا فرمان ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَهۡوَ الۡحَدِیۡثِ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ۖ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ

اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر سمجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں اور انہیں ہنسی مذاق بنالیں۔ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

(سورہ لقمان، آیت ٦)

شخص مذکور اس کام کو چھوڑ کر کوئی بہتر کام کاج کرے جس سے حلال کمائی حاصل ہو۔واللہ اعلم

کتبــــــہ

محمد اشفاق عطاری

۲ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بروز سوموار

مزار کے چادر کا مالک، و، اجرت نکاح کا مالک کون ہوتا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مزار پر کی چادر ہوتی ہیں اور مجاور کچھ لوگوں کو بطور تحفہ دے دیتا تو اسکا استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

۲۔گاؤں میں نکاح پڑھانے کے لیے رقم متعین کر دیتے ہیں پانچ ہزار روپۓ اور اسمیں سے تین ہزار امام کو دیتے ہیں اور دو ہزار مسجد کو تو کیا یہ متعین کرنا درست ہے؟ اور اس روپۓ کو مسجد میں صرف کرنا کیسا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔المستفتی مولانا سمیع اللہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــــه تعـــــــــــالی

چادر جو مزار پر ڈالی جائے وہ کسی کا حق نہیں، نہ اس مرید خادمِ مزار کا، نہ فرزند صاحب مزار کا، نہ وہ وقف ہو، بلکہ وہ ڈالنے والے کی ملک پر رہتی ہے، جیسے کفن کہ تبرعاً کسی نے میّت کو دیا۔

درمختار میں ہے:

لا یخرج الکفن عن ملك المتبرع

کفن تبرع کرنے والے (بطور احسان دینے والے) کی ملک سے نہیں نکلتا۔

ردالمحتار میں ہے:

لو افترس المیّت سبع کان للمتبرع لا للورثة نهر

اگر میّت کو کسی درندے نے کھا لیا تو کفن جو رہ گیا وہ تبرع کرنے والے کا ہوگا ورثہ کا نہیں۔ نہر۔ باقی اور چڑھاوے اگر چہ وہ چادریں ہوں جو مزار پر نہ ڈالیں نہ اس پر ڈالنے کو دیں۔ بلکہ دیگر نذور کی طرح سمجھیں، ان میں عرف عام یہ ہے کہ خادم مزار ہی ان کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اسی قصد سے لوگ لاتے اور اس کا انتفاع و تصرف دیکھتے، جانتے، روا رکھتے ہیں والمعروف کالمشروط (معروف، مشروط کی طرح ہے۔) تو وہ خدمت والا ہی ان کا مالک ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم جدید صفحہ ٥٣٤ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اگر وہ کسی کو تحفتاً دے دیں تو استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں، اور وہ چیز بنائی جائے جس میں ادب برقرار رہے۔

۲) نکاح پڑھانے کی اجرت کا حقدار قاضیِ نکاح ہیں اہل کمیٹی نہیں، جبراً لینا أشد گناہ ہوگا اور مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم

کتبــــــہ

محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی

۲۲ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ

ہجڑوں کو شادی کے موقع پر پیسہ دینا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں تقریب شادی و جشن پیدائش و دیگر خوشی کے موقع پر، ہجڑے مسلمانوں کے گھروں میں آ کر، موٹی رقم کا مطالبہ کرتے ہیں رقم نہ دینے پر بدتمیزی سے پیش آتے ہیں از روئے شرع ہجڑوں کا مطالبہ پورا کرنا کیسا ہے ناجائز ہونے پر بچنے کی

صورت کیا ہے جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔سائل الطاف حسین بستوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــالی

کافر ہجڑوں کو انکی بدتمیزی وشر سے بچنے کے لیے اتنی رقم دے دینا جس سے شر ختم ہو جائے جائز ہے ورا گر مسلمان ہیں تو انکے گانے بجانے یا کسی بھی ناجائز فعل سے روکنے کے لیے بطور احسان نہ بطور ممنوع شرعی کے پیسہ وغیرہ دینا جائز ہے اور ظاہر ہے کہ وہ گانا بجانا ناچنا ہی کرتے ہیں اس لیے ان تمام معصیات سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے دینا جائز ہے۔

اسی طرح نہ دینے کے صورت میں طعن کریں گے گھر والے کا مزاق اڑائیں گے نقل بنائیں گے جیسا کہ نہ دینے کی صورت میں یہ سب کرنا انکی عادت ہے تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لیے دینا جائز ہے اگر چہ انکو لینا حرام ہے

ہاں اگر اس نیت سے دے کہ یہ مسلمان اس مال حلال کو پا کر اکل حلال سے بہرہ مند ہوں اور شاید اللہ غفور الرحیم اسکی برکت سے انکو توبہ نصیب کرے تو یہ صورت محمود وحسن و باعث اجر ہے۔

(فتاوی رضویہ ج 9 ص ۱۶۳ رضا اکیڈمی ممبئی)

اور اگر ان ہجڑوں کے گانے بجانے ناچنے کے عوض میں کچھ دیا تو یہ بلکل حرام ہے اس لیے کہ فعل حرام میں پیسہ خرچ کرنا حرام پر اعانت کرنا ہے اور اعانت علی الحرام حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

اعلی حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور اسے دینا حرام پر اعانت کرنا ہے دینے والا گنہگار ہوگا۔

واللہ تعالی اعلم

(فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۹۲ رضا اکیڈمی ممبئی)

کتبـــــہ

محمد مشاہد رضا حشمتی رام پوریکمری

۵ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بروز بدھ

کسی کو دوکان پر سامان دلوا کر کمیشن لینا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ کسی کو دوکان پر سامان دلوا کر اس سے کمیشن لینا کیسا ہے یا ایسے ہی کمیشن لینا اور دینا کیسا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مذکورہ سوال کا جواب دیکر مشکور ہوں۔ المستفتی: مولانا محمد اسرافیل رضا قادری کشی نگر یوپی الہند

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

کمیشن لینا جائز ہے جبکہ اس نے محنت کی ہو اور دوادوش (دوڑ دھوپ) میں اپنا وقت صرف کیا ہے تو اس کو اجرت لینے کا حق ہے اور اگر محنت نہیں کیا ہے بلکہ صرف بیٹھے بیٹھے دو چار باتیں کیا یا مشورہ اور صلاح دیا تو اجرت کا مستحق نہیں۔

جیسا کہ امام اہل سنت سیدی اعلحضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:
اجرت آنے جانے محنت کرنے کی ہوتی ہے، نہ بیٹھے بیٹھے دو چار باتیں کہنے، صلاح بتانے، مشورہ دینے کی اور آگے فرماتے ہیں کہ: اگر بائع کی طرف سے محنت وکوشش و دوادوش میں اپنا زمانہ صرف کیا تو صرف اجر مثل کا مستحق ہوگا یعنی کام میں اتنی سعی پر جو مزدوری ہوتی ہے اس سے زائد نہ پائے گا اگر چہ بائع سے قرارداد کتنے ہی زیادہ کا ہو اور اگر قرارداد اجر مثل سے کم کا ہے تو کم ہی دلائیں گے کہ سقوط زیادت پر خود راضی ہو چکا۔اھ

(فتاوی رضویہ ج8 ص146)

اور علامہ ابن عابدین شامی بزازیہ اور ولو الجیہ سے فرماتے ہیں کہ:

الدلالة و الاشارة ليست بعمل يستحق به الاجر و ان قال لرجل بعينه ان دللتني على كذا فلك كذا ان امشى له فدله فله اجر المثل للمشى لاجله لان ذالك عمل يستحق بعقد الإجارة۔

یعنی محض بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہیں ہے جس پر وہ اجرت کا مستحق ہو اگر کسی نے ایک خاص شخص کو کہا اگر تو مجھے فلاں چیز پر رہنمائی کرے تو اتنا اجر دونگا اگر وہ شخص چل کر رہنمائی کرے تو اس کو

اجر مثل ملے گا کیونکہ وہ اس کے خاطر چل کر گیا کیونکہ چلنا ایسا عمل ہے جس پر عقد میں اجرت کا مستحق ہوتا ہے۔اھ

(ردالمحتار، کتاب الاجارۃ،مسائل شتی من الاجارۃ ج5ص58)

اورعلامہ حموی علیہ الرحمہ خزان الاکمل سے فرماتے ہیں کہ:

اما لو دله بالكلام فلا شئی له اه

(غمز عیون البصائر مع اشباہ الفن الثانی کتاب الاجارات ج2ص60)

اورفقیہ النفس قاضی خان علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ان كان الدلال الاول عرض تعني و ذهب فی ذلك روز گار كان له اجر مثله بقدر عنائه وعمله" اه

یعنی اگر زورگار کے سلسلہ میں دلال نے محنت کی اور آیا گیا تو اس کی محنت اور عمل کے مطابق مثلی اجرت ہوگی" اھ

(فتاوی قاضی خان کتاب الاجارات ج3ص434)

لہذا مذکورہ باتوں سے واضح ہوا کہ دلال جس کے جانب سے کوشش اور محنت میں اپنا وقت صرف کرے گا اسی سے اجرت لینے کا حق دار ہوگا۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۷اپریل بروز اتوار ۲۰۱۹عیسوی

حلال جانور کو ذبح کرنے پر اجرت لینا کیسا ہے ؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:تمام علمائے اکرام کی بارگاہ میں ایک سوال ہے کہ زید عام دنوں میں جانور ذبح کرتا ہے جیسے بکرہ وغیرہ اور ذبح کرنے کا اجرت طلب کرتا ہے تو زید کا اجرت طلب کرنا کیسا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر شکریہ کا موقع دے۔سائل محمد دانش رضا بوکارو جھارکھنڈ

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجــــــــــــواب بعونــــــــــــه تعــــــــــالى

ذبح پر اجرت لینے میں حرج نہیں ۔

لانه ليس بمعصية ولا واجب متعين عليه

ہاں! یہ ٹھہرانا کہ اسے ذبح کرتا ہوں اس میں سے اتنا گوشت اجرت میں لوں گا یہ ناجائز ہے ۔

(احکام شریعت حصہ اول صفحہ نمبر 152)

اس سے معلوم ہوا کہ حلال جانوروں کو ذبح کرنے پر ذابح کو اجرت لینا جائز ہے ہاں یہ طے کرنا کہ بعوض ذبح اتنا گوشت بطور اجرت لوں گا یہ ناجائز ہے ۔واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۳۰ ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲ جولائی ۲۰۲۰ء بروز بدھ

اجرت لیکر، حلالہ کی نیت سے نکاح ناجائز ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں، زید اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو تین طلاق دیا عدت گزرنے کے بعد حلالہ کے لئے بکر سے شادی کی اب زید کہتا ہے کہ تو ہندہ کو طلاق دیدے اور بکر کہتا ہے کہ تم مجھے بیس ہزار روپئے دوگے تو ہندہ کو طلاق دوں گا نہیں تو نہیں، تو زید کا بیس ہزار روپیہ دینا اور بکر کا روپیہ لیکر طلاق دینا از روئے شرع کیسا ہے، دلائل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں ۔سائل اصغر علی بہار

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجــــــــــــواب بعونــــــــــــه تعــــــــــالى

صورت مسئولہ میں زید کیلئے قطعاً جائز نہیں کہ وہ بکر پر جبر کرے کہ تو ہندہ کو طلاق دے اس لئے کہ ہندہ بکر کی بیوی ہے بکر کو اختیار ہے چاہے رکھے، چاہے طلاق دے یاد رہے اگر حلالہ، معتہ، یا عارضی چند

روزہ نکاح کے ذریعہ کیا گیا تو حلالہ درست ہی نہ ہوا کہ یہ نکاح ہی باطل ہے حلالہ میں نکاح صحیح ضروری ہے اگر نکاح درست کیا گیا مگر ارادہ حلالہ کا تھا تو حلالہ ہوجائے گا۔

(بحوالہ مراۃ المناجیح جلد پنجم ص ۱۳۶)

حدیث شریف میں ایسے محلل جو بغیر ضرورت یا اجرت لیکر حلالہ کرے اس پر لعنت آئی ہے۔

حدیث شریف:

عن عبد الله بن مسعود قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المحلل والمحلل رواه الدارمي و ابن ماجه عن علي وابن عباس و عقبة بن عامر

ترجمہ:۔روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں،کہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ نے، لعنت فرمائی ہے حلالہ کرنے والے پر،اور جس کیلئے حلالہ کیا گیا۔

دارمی اور ابن ماجہ حضرت علی،ابن عباس،اور عقبہ عامر سے۔

(مشکواۃ شریف باب المطلق ثلثا فصل ثانی کی پہلی حدیث)

اگر بکر بھی اپنی مرضی سے ہندہ کو طلاق دے دیتا ہے تو بعدعدت ہندہ زید سے دوبارہ نکاح کرسکتی ہے اس پر بھی دباؤ نہیں ڈالا جائے گا اور بکر کے لیے بھی جائز نہیں،کہ وہ زید سے کچھ مطالبہ کرے کہ یہ زید وہندہ دونوں پر ظلم ہوگا اور شرع شریف میں ناجائز تصرف کی قطعی اجازت نہیں ہے۔

فتاوی رضویہ شریف جلد پنجم ص ۱۴۱ قدیم میں ہے:

کسی شخص نے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں دو،چار ماہ میں طلاق دے دونگا تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں سیدی اعلی حضرت رضی عنہ ربہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:

نکاح جائز ہے اور طلاق دینا اس پر لازم نہیں۔

فإن النكاح لا يبطل بالشرط الفاسد بل هي التي تبطل۔ والله اعلم

کتبـــــہ

محمد عمر علی قادری سیتامڑھی بہار

۱۰ اکتوبر بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

قربانی کا گوشت اُجرت کے طور پر دینے کا حکم؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا گوشت کسی کو اجرت میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی: محمد نبیل احمد خان کولکتا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

قصاب کو اُجرت کے طور پر قربانی کے جانور کی کوئی چیز مثلاً گوشت، سری، پائے یا کھال وغیرہ دینا جائز نہیں بلکہ اس کے لئے الگ سے اُجرت طے کریں۔

جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

لَا یُعْطِیَا أَجْرُ الْجَزَّارِ مِنْهَا لِأَنَّهٗ کَبَیْعٍ اھ

یعنی ذبح کرنے والے کو قربانی میں سے کوئی چیز بطورِ اُجرت نہیں دے سکتے کیونکہ یہ بھی بیع (خرید و فروخت) ہی کی طرح ہے۔

(درمختار ج9 ص543)

اور اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مقام پر قربانی کی کسی چیز کو اُجرت کے طور پر دینے کا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اگر یہ اجرت قرار پائی تو حرام ہے۔

(فتاوی رضویہ ج20 ص449)

اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں کی کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہیں دے سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بہار شریعت ج3 ص346)

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی/ ۲۱ جون بروز جمعہ ۲۰۱۹ عیسوی

ایصال ثواب کے لیے تلاوت قران پر پیسہ لینے/ اجرت لینے کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں ایک بہت بڑی مسلم آبادی میں رہتا ہوں یہاں کا رواج ہے جب کسی مسلمان کا انتقال ہوتا ہے تو اسکے وارث مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے متواتر چالیس دن اپنے مکان پہ قرآن شریف پڑھواتے ہیں معیاد پوری ہونے پر قرآن پڑھنے والے حافظ کو۔لوٹا۔مصلی۔ملبوسات۔تسبیح کے دانے۔مزید برآں روپئے وغیرہ پیش کیا جاتا ہے کیا میت کے گھر آل رسول کا جاکر پڑھنا اور مذکورہ اشیاء کا لینا از روئے شرع درست ہے یا نہیں۔محمد زاہد حسین کلکتہ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

جب پہلے سے متعین نہ کیا تھا کہ اجرت یا یہ چیزیں لوں گا، نہ دل میں اس کی نیت تھی اور صاحب خانہ اپنی خوشی سے اسے دے رہا ہو تو تالی اسے بلا چوں چرا رکھ لے۔ایسی صورت میں یہ روپیہ بطور امداد یا تحفہ تسلیم کیا جائے گا اور ہر ایسی رقم جائز ہے۔

ہاں! اگر اجرت متعین کر کے تلاوت کرے تو یہ اجارہ ہوگا اور تلاوت قرآن طاعت ہے اور طاعت پر اجارہ ناجائز ہے۔

جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے:

اور طاعت وعبادت پر فیس لینی حرام، مبسوط پھر خلاصہ پھر عالمگیری میں ہے:

لایجوز الاستیجار علی الطاعات کالتذکیر ولایجب الاجر[۲] اھ ملخصاً۔

نیک کاموں میں اجرت لینا جائز نہیں، جیسے وعظ کرنا۔ اور اجرت واجب نہیں ہوگی اھ ملخصاً (ت)

(فتاوٰی ھندیہ کتاب الاجارۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/)(23/178)

دوسرے مقام پر ہے:

حق یہی ہے کہ استیجار علی الطاعات حرام و باطل ہے، سوا تعلیم علوم دین و اذان و امامت وغیرہا بعض امور کے کہ متاخرین نے بضرورت فتوائے جواز دیا تلاوت قرآن وتسبیح وتہلیل پر اجرت لینا دینا دونوں ناجائز و حرام ہیں کما حققہ المولی المحقق السید امین الدین الشامی رحمہ اللہ تعالی فی شفاء العلیل اھ۔ جیسا کہ محقق امین الدین شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے شفاء العلیل میں تحقیق فرمائی ہے۔

(شفاء العلیل وبل الغلیل فی حکم الوصیۃ الخ"(19/77)

اور اس کے جواز، کی ایک صورت احکام شریعت میں اس طرح ذکر ہے:

تلاوت قرآن عظیم پر اجرت لینا حرام ہے اور حرام پر استحقاق عذاب ہے نہ کہ ثواب پہنچے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو اتنے دنوں کے لیے معین داموں پر کام کاج کے لیے نوکر رکھ لیں پھر اس سے یہ کہیں ایک کام یہ کرو کہ اتنی دیر قبر پر پڑھ آیا کرو، یہ جائز ہے۔

(ص:85)

از روئے شرع سید صاحب کو لینا جائز ہے مگر چہلم کے موقع پر جو سامان یا نذرانہ وغیرہ پیش کرتے ہیں اکثر لوگ اس کے لینے والے کو حقارت سے دیکھتے ہیں بالخصوص جبکہ نوکری یا امامت کرتے ہوں اس لئے ایک آل رسول کو فی زمانناا چہلم کے موقعہ پر جو سامان یا کپڑے وغیرہ دیتے ہیں اس سے اجتناب کرنا ہی بہتر وانسب ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ

محمد عدیل احمد قادری

قرآن مجید کی تلاوت کر کے اور نعت خوانی کر کے اجرت لینا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ قرآن مجید کی تلاوت کر کے اور نعت خوانی کر کے اجرت لینا چاہیے یا نہیں خوشی سے ہو یا مانگ کر لیا جائے دونوں صورتوں جواز کی کیا صورت ہوگی؟ حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد غلام سرور کشن گنج خطیب و امام رضا جامع مسجد کرجوت راوڑ ضلع

جلگاؤں مہاراشٹرا

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

قرآن مجید کی تلاوت کر کے یا نعت خوانی کر کے اجرت لینا یا دینا شرعاً حرام ہے کیونکہ طاعت وعبادات پر اجرت لینا دینا مطلقاً حرام ہے ہاں اگر وہاں کا عرف و رواج نہ لینے کا ہو نہ دینے کا ہو تو بطور صلہ وحسن سلوک دے دینا جائز ہے ورنہ نہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

ولا نصح الإجارة لأجل الطاعات ولا فی القراءة المجردة فإنه لا ضرورة فيها فالحاصل أن ما شاع فی زماننا من القراءة الاجزاء بالأجرة لا يجوز لان فيه الأمر بالقراءة واعطاء الثواب للأمر والقراءة لأجل المال فاذا لم يكن للقارئ ثواب بعدم النية الصحية فاين يصل الثواب الى المستأجر ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا۔

(ملخصا ج9 کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة صفحه 77/76)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اور تلاوت قرآن عظیم بغرض ایصال ثواب و ذکر شریف میلاد پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور منجملہ عبادات وطاعات ہیں تو ان پر اجارہ بھی ضرور حرام محذور اور اجارہ جس طرح صریح عقد زبان سے ہوتا ہے عرفاً شرط معروف ومعہود سے بھی ہو جاتا ہے مثلاً پڑھنے پڑھوانے والوں نے زبان سے کچھ نہ کہا مگر جانتے ہیں کہ دینا ہوگا وہ سمجھ رہے ہیں کہ کچھ ملے گا انھوں نے اس طور پر پڑھا انہوں نے اس نیت سے پڑھوایا اجارہ ہوگیا اور اب دو وجہ سے حرام ہوا ایک طاعات پر اجارہ یہ خود حرام ہے دوسرے اجرت اگر عرف معین نہیں تو اس کی جہالت سے اجارہ فاسد یہ دوسرا حرام ہے پس اگر قرارداد کچھ نہ ہو وہاں لین دین معہود ہوتا ہو تو بعد کو بطور صلہ وحسن سلوک کچھ دے دینا جائز بلکہ حسن ہے۔

اب اس کے حلال ہونے کی دو طریقے ہیں:

(1) اول یہ کہ قبل قرآت پڑھنے والے صراحتاً کہہ دیں کہ ہم کچھ نہ لیں گے پڑھوانے والے

صاف انکار کر دیں کہ تمہیں کچھ نہ دیا جائے گا اس شرط کے بعد پڑھیں اور پڑھوانے والے بطور صلہ جو چاہیں دے دیں یہ لینا دینا حلال ہوگا۔

(2) دوم پڑھوانے والے پڑھنے والوں سے بہ تعیین وقت واجرت ان سے مطلق کار خدمت پر پڑھنے والوں کو اجارے میں لے لیں مثلا یہ ان سے کہیں ہم نے کل صبح سات بجے سے بارہ بجے تک بعوض ایک روپیہ کے اپنے کام کاج کے لئے اجارہ میں لیا وہ کہیں ہم نے قبول کیا اب یہ پڑھنے والے اتنے گھنٹوں کے لئے ان کے نوکر ہو گئے وہ جو کام چاہیں لیں اس اجارہ کے بعد وہ ان سے کہیں اتنے پارے کلام اللہ شریف کے پڑھ کر ثواب فلاں کو بخش دو یا مجلس میلاد مبارک پڑھ دو یہ جائز ہوگا اور لینا دینا حلال۔ واللہ تعالی اعلم

(جلد 19 صفحہ 484/488)

کتبــــہ

محمد مظہر حسین سعدی اتر دیناجپور بنگال

۲۱ ستمبر بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

فاتحہ کے بعد جو نذرانہ دیا جاتا ہے اس کا لینا جائز ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ فاتحہ کے بعد جو نذرانہ یا چراغی دی جاتی ہے یا مانگا جاتا ہے یا اولیاء کرام کے مزار پر مزاور کو روپیہ دیا جاتا ہے یا جبراً لیا جاتا ہے یہ دینا یا جبراً لینا کیسا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ المستفتی محمد حسن رضا مدھو بنی بہار الھند

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــــہ تعـــــــــــالی

(۱) فاتحہ کے بعد جو نذرانہ پیش کیا جاتا ہے اس کا لینا بلاشبہ جائز ہے (کیونکہ یہ بطور تحفہ (ہبہ) دیا جاتا ہے اور ہبہ دینا مسلمان کو شرعاً جائز و درست ہے۔

(ماخذ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر، جلد ۲۳)

(۲) فاتحہ خوان کا ندرانہ مانگنا شرعاً جائز نہیں ہے، جیسا کہ علامہ بحر العلوم تحریر فرماتے ہیں:

ایصال ثواب ایک کار خیر ہے اس پر اجرت طلب کرنا ناجائز ہے، عالم صاحب نے ایصال ثواب کا ندرانہ مانگ کر ناجائز کام کیا۔

(فتاویٰ بحر العلوم، جلد پنجم، صفحہ نمبر ۲۵۸)

(۳) مزارات پر مجاور کو روپیہ دینا جائز ہے، واجب ولازم نہیں اگر کوئی دے تو گناہ گار نہیں ہوگا اور یونہی کوئی نہ دے تو گناہ گار نہیں ہوگا، جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

مزارات طیّبہ پر جو کچھ بغرض ایصال ثواب حاضر کیا جائے اور عادۃً خدام اُسے تقسیم کر لیتے اور دینے والے جانتے ہیں اور اس پر راضی ہوتے ہیں وہ ان کی مِلک ہے اُن سے ہدیۃً وشراءً دونوں طرح لینا جائز۔

(فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر، جلد ۲۴، صفحہ نمبر ۲۱۴)

(۴) مجاور اور خدام مزار کا جبراً لوگوں سے روپیہ لینا قطعاً جائز نہیں، ایسے غاصب مجاوروں پر لازم ہے کہ جن جن لوگوں کا انہوں نے جبراً مال غصب کیا ان کو واپس دے اور اگر واپس کرنا ممکن نہ ہو تو وہ تمام مال بغیر ثواب کی نیت کے صدقہ کر دے اور توبہ واستغفار کرے نیز آئندہ ایسی قبیح حرکت ہرگز نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــہ
محمد امتیاز حسین قادری لکھنؤیو پی

بال کاٹنے کا پیشہ کیسا ہے اور اس کی اجرت کا کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: حضرت نائی جو بال اور داڑھی بناتا ہے کیا اس کو ایسا کام کرنا جائز ہے داڑھی اور بال کی مزدوری لینا جائز ہے یا نہیں؟ سائل محمد گلفام رضا دنکا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

بال کاٹنے کی اجرت حلال ہے مگر داڑھی مونڈنے کی اجرت حرام ہے جیسا کہ وقار الفتاوی ج:1/ص:259/ میں ہے:

داڑھی مونڈنا حرام ہے اور یہ کام کرنا بھی حرام کسی سے کروانا بھی حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہے۔واللہ تعالی اعلم

(ماخوذ از فتاوی یورپ و برطانیہ ص:364)

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۱۲۶کتوبر بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

کیا کانچ میں معبودان باطلہ کو سیٹ کرنے کی اجرت جائز ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ کسی شخص کا کانچ کا کاروبار ہے اور بعض اوقات ایسے بھی موقع درپیش ہوتے ہیں کہ کفار کے گھر جا کر ان کے معبود باطلہ کی تصویر کو کانچ میں سیٹ کر کے ان کے گھر میں لگانا ہوتا ہے اور تصویر بھی خود ہی لانا ہوتا ہے آیا اس طرح کا کاروبار کرنا درست ہے یا نہیں اور اس کی رقم جائز ہے یا نہی جبکہ معینت کی نیت نہ ہو بحوالہ جواب سے نوازدیں۔المستفتی مومن بھائی چھتیس گڑھ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

کانچ کا کاروبار کرنا جائز ہے مگر آپ نے لکھا ہے کہ بعض مواقع ایسے درپیش ہوتے ہیں کہ کفار کے گھر جا کر کانچ میں اس کے معبودان باطلہ کو خرید کر کے لانا اور اس میں سیٹ کرنا پڑتا ہے یہ سخت ناجائز اور اشد حرام ہے جیسا کہ فتاوی مرکز تربیت افتاء کے جلد دوم صفحہ ۵۷۲ پر ایک سوال ہے کہ زید پینٹر

(آرٹسٹ) ہے وہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کے یہاں بورڈ کی پینٹنگ کیلئے جاتا ہے اور ان کے معبودان باطلہ کا نام پینٹ کرتا ہے اور جے وغیرہ جیسے کفریہ کلمات بھی لکھتا ہے اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں ایسا کام ناجائز اور اشد حرام اور اسکی اجرت بھی حرام ہے اور اگر حق جانتے ہوئے کرتا ہے تو کفر ہے۔

اس لیے آپ شیسہ کا کاروبار کریں مگر کسی کے گھر مورتی وغیرہ لگانے کا کام نہ کریں یہ گناہ پر مدد دینا ہے اور سخت ناجائز ہے اس لئے غائط درجہ احتیاط برتیں تاکہ دنیا اور آخرت کی سرخروئی حاصل ہو اور نہ جاننے کی بنا پر جو کچھ کیا اس سے صدق دل سے نادم ہوں اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عہد باندھیں۔ واللہ اعلم

کتبــــــہ

محمد رضا امجدی ہرپوروا باچپٹی سیتامڑھی بہار

۱۵ جمادی الاول ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات

میت کے غسل پر اجرت لینا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: عرض ہے کہ میت کے غسل پر اجرت لینا اور دینا کیسا ہے حالات کے تناظر میں مع سیاق وسباق جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔ المستفتی محمد اکرم رضا شہر احمد نگر

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــــالی

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر وہاں اسکے علاوہ (میت کو نہلانے والا) اور بھی نہلانے والے ہوں تو یہ نہلانے پر اجرت لے سکتا ہے مگر افضل ہے کہ نہ لے اور اگر نہلانے والے کے علاوہ اور کوئی دوسرا نہلانے والا نہیں ہے تو اجرت لینا جائز نہیں۔

(الفتاویٰ ہندیۃ ج۱ ص۱۵۹تا۱۶۰ حوالہ بہار شریعت حصہ ۴ ص۸۱۲ ناشر مکتبۃ المدینۃ دھلی)

نوٹ:۔ بہتر یہ ہے کہ میت کے گھر والے احباء واقرباء ہی غسل دیں طریقہ غسل امام صاحب وغیرہ پوچھ لیں۔واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ
عبیداللہ رضوی بریلوی بریلی شریف یو پی
۱صفرالمظفر ۱۴۴۲ھ بروز سنیچر

حج وعمرہ کے تنخواہ کا کیا حکم ہوگا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال: حج وعمرہ کے تنخواہ کا حکم بھی بیان فرمادیجئے کرم ہوگا۔سائل محمد ایوب خان یار علوی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونـــــــــــہ تعــــــــــالی

حج کی ادائیگی میں جو ایام صرف ہوں ان ایام کی تنخواہ کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے ایسے مطالبہ کا منظور کرنا بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ مدرس ان ایام کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہے جیسا کہ شامی جلد سوم مطبوعہ ہند صفحہ ۴۰۸ میں ہے کہ:

" ان المدرس ونحوه اذا اصابه عذر او مرض او حج بحيث لا يمكن المباشرة لا يستحق المعلوم لانه اراد الحكم فى المعلوم على نفس المباشرة فان وجدت استحق المعلوم والا فلا وهذا هو النفقه۔ واللہ تعالی اعلم
(فتاوی فیض الرسول جلد اول صفحہ ۴۴۶)

کتبــــــہ
مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

پانی کی تجارت کرنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ، کیا پانی کی تجارت جائز ہے؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ سائل شارق قادری دموہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

پانی کی تجارت جائز ہے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں کیونکہ پانی جب تک اصل جگہ رہتا ہے مثلاً دریا، کنوئیں وغیرہ میں اس وقت وہ کسی کی ملک نہیں لیکن اگر وہاں سے نکال کر کسی حوض ٹینکی کین وغیرہ میں جمع کرلیا تو وہ جمع کرنے والے کی ملک میں ہوجاتا ہے پھر وہ تجارت کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

پانی کی بیع کے متعلق مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

(وما احرز من الماء بحب و کوز ونحوہ لایوخذ الابرضی صاحبہ ولہ) ای لصاحب الماء المحرز (بیعہ) ای بیع الماء لانہ ملکہ بالاحراز وصار کالصید اذا اخذہ۔

اور جو پانی، مٹکا، کوزہ وغیرہ کسی برتن میں جمع کرکے محفوظ کرلیا گیا، اسے مالک کی مرضی کے بغیر نہیں لیا جائے گا اور اس محفوظ کیا ہوا پانی کے مالک کے لئے اسے بیچنا جائز ہے، کیونکہ احراز کرنے کی وجہ سے وہ اس کا مالک ہوگیا اور یہ ایسا ہے جیسے شکار جب کوئی اسے پکڑلے۔

(مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر، ج4، ص237)

متن تنویر الابصار اور شرح درمختار میں ہے:

(والمحرز فی کوز وحب لاینتفع بہ الا باذن صاحبہ) لملکہ باحرازہ۔ ملخصاً"

اور کوزے یا مٹکے میں جمع کیا ہوا پانی اس کے مالک کی اجازت کے بغیر نفع حاصل نہیں کیا جائے گا کہ احراز کی وجہ سے وہ اس کا مالک ہوچکا ہے۔

(متن تنویر الابصار و درمختار مع ردالمحتار، ج10، ص17)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ پانی کی مختلف اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
چوتھے وہ پانی جس کو گھڑوں، مٹکوں یا برتنوں میں محفوظ کر دیا گیا ہو اُس کو بغیر اجازت مالک کوئی شخص صَرف میں نہیں لاسکتا اور اس پانی کو اس کا مالک بیع بھی کرسکتا ہے۔
(بہار شریعت، ج3،ص 667، مکتبۃ المدینہ، کراچی)
دوسری جگہ فرماتے ہیں:"بعض جگہ مکانوں میں حوض بنا رکھتے ہیں، برساتی پانی اس میں جمع کر لیتے ہیں اور اپنے استعمال میں لاتے ہیں عربی میں ایسے حوض کو صہریج کہتے ہیں۔ یہ پانی خاص اس شخص کی ملک ہے جس کے گھر میں ہے اور یہ پانی ویسا ہی ہے، جیسا گھڑے وغیرہ میں بھر لیا جاتا ہے کہ بغیر اجازت مالک کوئی شخص اپنے کسی صرف میں نہیں لا سکتا۔ ملخصا"
(بہار شریعت، ج3، صفحہ 668، مطبوعہ مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

کتبـــــہ
محمد راشد مکی لٹیہار بہار ہند
۶ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ بروز سنیچر

تعویذ کی اجرت لینا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال: بعد سلام عرض یہ ہے کہ تعویذ بنا کر اجرت لینا کیسا ہے درست یا نہیں؟ براہ کرم جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد علی سورت گجرات
وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ
الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی
جیسا کہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ:
بہت سے لوگ تعویذ کا معاوضہ لیتے ہیں یہ جائز ہے اسکو اجارہ کی حد میں داخل نہیں کیا جا سکتا بلکہ بیع میں شمار کرنا چاہیے یعنی اتنے پیسوں یا روپے میں اپنے تعویذ کو بیع کرتا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ تعویذ ایسا ہو کہ اس میں شرعی قباحت نہ ہو جیسے ادعیہ اور آیات قرآن یا انکے اعداد یا کسی اسم کا نقش مظہر یا مضمر لکھا جائے

تعویذ مسلمان کو دے یا غیر مسلم کو بہر حال اجرت لے سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔ البتہ اور اگر اس تعویذ میں ناجائز الفاظ لکھے ہوں یا شرک وکفر کے الفاظ پر مشتمل ہو تو ایسا تعویذ لکھنا بھی ناجائز اور اسکا لینا اور باندھنا سب ناجائز۔

(ح:14/ص:147/اجارۂ فاسدہ کا بیان/مجلس المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی)

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۸/شوال المکرم ۱۴۴۱ھ بروز سوموار

باب الرھن

(رہن کا بیان)

مکان رہن پر لینا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علماء کرام کی بارگاہ میں ایک سوال ہے کہ ریلیز میں مکان دینا اور اور ریلیز میں مکان لے کر رہنا کیسا؟ یعنی مکان مالک نے تین سال یا چار سال کا ایگریمنٹ کر کے ایک ساتھ 3.لاکھ یا 4.چار لاکھ ایک ساتھ لے کر مکان کرایہ پر دینا اس پیسوں سے مکان مالک نے کاروبار کرنا تین سال یا چار سال کا ایگریمنٹ خلاص ہونے پر کرایہ دار کو اس کا تین لاکھ یا چار لاکھ واپس دے کر مکان خالی کروانا کیسا۔

سوال یہ ہے کہ اس طرح کا ریلیز میں کرائے پر گھر لے کر رہنا اور مکان مالک کو اس طرح ایک ساتھ میں پیسہ لے کر مکان دینا اور اس پیسوں سے کاروبار کرنا کیا یہ صحیح ہے؟ المستفتی اصغر علی عبدالستار منگلور کرناٹک

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــــواب بعونـــــــــــــــه تعـــــــــــالی

ریلیز پر مکان دینا اور مکان لینا یہ دونوں جائز ہے جو زر ضمانت دی گئی ہے اس کے علاوہ کرایہ بھی دیتے ہیں اگر چہ معمولی رقم ہو مثلاً بجلی پانی کا بل یا پھر جس وقت مکان خالی کریں اس زرضمانت سے کرایہ کی رقم وضع کر کے لوٹائی جائے تو یہ دونوں صورت جائز ہے، اور اگر صرف ایڈوانس رقم دے کر اس کے بدلے مکان میں رہیں اور کرایہ کچھ نہ ہو تو یہ ناجائز ہے کیوں کہ یہ حقیقت اور اصل میں رہن (گروی) اجارے کی شکل ہے اور مرتہن جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے اس کو اس سے منافع حاصل کرنا

جائز نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

کل قرض جر منفعة فھو ر

(درمنثور ج ٥/ص ٣٠٠)

قرض کے ذریعے جو نفع کمایا جائے وہ حرام ہے۔

(فتاویٰ بحر العلوم ج ٤ باب الرہن)

اور درمختار مع شامی جلد پنجم ص ٣٤٢ پر ہے:

لا یجوز الانتفاع به مطلقا لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارة ولا عادة کان من مرتھن او راھن

اور جب رہن رکھنا جائز ہے تو جو رقم مرتہن کو ملی وہ جائز ہوئی اس سے تجارت کرنا بھی جائز ہے اور اگر مرتہن کو پہلے ہی واضح کر دیا کہ ہم مکان سے فائدہ اٹھائیں گے تو ایسا کرنا حرام ہے۔ واللہ اعلم

(بحوالہ فتاویٰ فقیہ ملت دوم ص ٣٧٠)

کتبـــــہ

محمد رضا امجدی ہرپوروا باچپٹی سیتامڑھی بہار

۱۲ جمادی الاول ۱۴۴۲ھ بروز سوموار

گروی رکھی چیز سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ زید نے گروی پر مکان لیا ہے۔ اور اسے کرایہ (بھاڑے) پر دے دیا ہے زید نے کہنا ہے کہ میں نے مکان مالک کے مشورے سے بھاڑے پر دیا ہے زید کا یہ عمل جائز ہے یا ناجائز رہنمائی فرمائیں۔ سائل محمد عارف رضوی سورت

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعــــــــــالی

صورت مسئلہ میں زید کا اس گروی زمین کو کرائے پر اٹھانا کسی طرح جائز نہیں اگر چہ مالک کی اجازت ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ شیء مرہون سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔

ھدایہ میں ہے:

لیس للمرتھن ان ینفع الرھن ولیس لہ ان یؤاجر ویعیر لانہ لیس لہ ولایۃ الانتفاع بنفسہ۔

(ھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی ج۷/ص۳۵۶ مکتبۃ البشریٰ)

حق تو یہ ہے کہ رھن کی صورت میں سود کھانا ہے جو کھلا حرام ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ القدسی فرماتے ہیں کہ:

مرتھن کو مرہون سے نفع اٹھانا حرام اور نرا سود ہے۔ کل قرض جر منفعۃ فھو ربا

نیز الاشباہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

یکرہ للمرتھن للانتفاع بالرھن باذن الراھن

(فتاوی رضویہ شریف ج ۱۰ غیر مترجم رضا اکیڈمی ممبئی کتاب الرحن ،ھکذا فی بہار شریعت ح ۱۷ ص ۷۰۲ دعوت اسلامی)

لھذا زید کو چاہیے کہ فوراً انتفاع کو منقطع کرے اور بارگاہ جل وعلا میں توبہ کرے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

مشاہد رضا حشمتی عفی عنہ

باب الاکل والشرب

(کھانے اور پینے کا بیان)

کیا نکاح خوانی سے پہلے کھانا" کھا" سکتے ہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا لڑکی اور اسکی ماں نکاح ہونے سے قبل کھانا وغیرہ نہیں کھا سکتی جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

سائل محمد زبیر عالم قادری جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

کھانے پینے کی جب حاجت ہو تو کھا پی سکتے ہیں نکاح سے پہلے یا بعد کھانے پینے کی عندالشرع کوئی ممانعت نہیں ہاں کھانا حلال و پاکیزہ ہونا چاہئے۔

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

یآیھا الناس کلوا مما فی الارض حللا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین

(پارہ 2 سورہ بقرہ آیت 168)

ترجمہ:۔ اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(کنزالایمان)

اور یہ جو عوام میں رائج ہے کہ قبل نکاح نہیں کھانا چاہیئے لغو و جہالت پر مبنی ہے لہذا شریعت پہ عمل کرنا چاہئے نہ کہ جہالت پر۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۲۰ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۴ جون ۲۰۲۰ء بروز اتوار

مرغی کا گلہا کھانا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرغی کا گلہا کھانا کیسا ہے برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی ۔المستفتی محمد توحید رضا اشرفی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونــــــــــہ تعـــــــالی

اگر مرغی کے گلہا میں نجاست نہ رہتی ہو تو اس کا کھانا جائز ہے اگر مرغی کے گلہا میں نجاست رہتی ہو تو مرغی کا گلہا کھانا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس میں نجاست رہتی ہے جس طرح کرش یعنی اوجھڑی کھانا جائز نہیں اور معز زلوگ اسے گھن سمجھتے ہیں اور اسے گندی سمجھتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

ترجمہ:۔اور ان پر گندی چیزیں حرام کردیگا۔

(پارہ 8 سورہ الاعراف آیت 157)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلیم الطبع لوگ ان سے گھن کرتے ہیں اور انھیں گندگی سمجھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر سب گندی چیزوں سے منع فرمائے ہیں۔

(جلد 20 صفحہ 234)

نیز اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حلال جانور کے سب اجزاء حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا ممنوع یا مکروہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(جلد 20 صفحہ 240)

کتبــــــہ
محمد مظہر حسین سعدی اتر دیناجپور بنگال
۲۱ ستمبر بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال: اوجھڑی کھانا کیسا ہے جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی؟ المستفتی: فیض رضا مالیگاؤں

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ
الجــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــــالی

اوجھڑی اور آنتیں کھانا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ
اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔
اور خبائث سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے سلیم الطبع لوگ گھن کریں اور انہیں گندی جانیں۔ امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
اما الدم فحرام بالنص واكره الباقيه لانها مما تستخبثها الانفس قال تعالیٰ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ
اس سے معلوم ہوا کہ حیوان ماکول اللحم کے بدن میں جو چیزیں مکروہ ہیں ان کا مدار خبث پر ہے۔ اور فتاوی فیض الرسول میں ہے کہ:
حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا مکروہِ تحریمی ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی

اللہ عنہ نے اپنے رسالہ مبارکہ المخ الملیحۃ فیما نھی عن اجزاء الذبحۃ میں تحقیق فرمایا ہے۔اوجھڑی اگر قربانی کی جانور کی ہے تو احتیاطا کسی محفوظ مقام پر گہرا گھڑھا کھود کر دفن کر دی جائے۔اور اگر کوئی جمع دار اٹھالے جائے تو منع کی حاجت نہیں۔واللہ تعالی اعلم
(فتاوی فیض رسول ج2 ص432 کتاب الذبح،شبیر برادرز،لاہور)

کتبـــــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئ
۱۷ نومبر بروز سنیچر ۲۰۱۸

دودھ وغیرہ میں مکھی گر جائے تو کیا حکم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال:کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ دودھ میں اگر مکھی گر جائے تو کیا شرعی حکم آئے گا اس دودھ کو مکھی کی وجہ سے پیا جائے گا یا نہیں؟ سائل محمد غفران رضا کٹیہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــــالی
اگر کھانے میں مکھی گر جائے تو حکم یہ ہے کہ اس کو ڈبو دے پھر اس کو استعمال میں لے لیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جب کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو اور (پھینک دو) کیونکہ اس کے ایک بازو میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے اور اسی بازو سے اپنے کو بچاتی ہے جس میں بیماری ہے (وہ کھانے میں پڑ جاتا ہے) لہذا اسے پوری ڈبو دو۔ (انوار الحدیث صفحہ ۳۷۱/بحوالہ ابوداؤد)
لہذا اگر دودھ میں مکھی گر جائے تو اسے پوری ڈبو کر پھینک دیں پھر اس دودھ کو پییں کوئی حرج نہیں۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــــہ
محمد شریف الحق رضوی کٹیہار،بہار،انڈیا/۲۶ جنوری بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

ایام محرم میں مچھلی کھانا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کہ عوام میں بہت مشہور ہے کہ محرم میں مچھلی نہیں کھانا چاہئے کہاں تک صحیح ہے جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔سائل قمر رضا قادری جامتاڑا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

مچھلی کھانا کسی دن منع نہیں ہے بعض جہلا یہ کہتے ہیں کہ ایام محرم میں مچھلی کھانا نہیں چاہیے یہ بالکل بے اصل ہے۔واللہ تعالی اعلم　　(فتاویٰ بریلی شریف صفحہ ۳۰۲)

کتبہ

محمد مشرف اعظم

۲ ستمبر بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

مرغا کا خصیہ کھانا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام کی بارگاہ میں ایک سوال ہے کہ مرغا کا ایک نہیں بلکہ مرغا کے دونوں خصیہ کھانا کیسا ہے تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں مہربانی ہوگی۔سائل توحید احمد گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

مرغا کا کپورہ یعنی خصیہ کھانا مکروہ ہے اس لئے کہ حلال جانوروں کے وہ اعضاء جن کا کھانا فقہائے کرام نے مکروہ تحریمی لکھا ہے اس میں خصیہ کا کھانا مکروہ لکھا ہے لہٰذا اس جزیہ کے تحت حلال پرندوں کے بھی علامت نر و مادہ گزرگاہ بول و براز وغیرہ کا کھانا مکروہ ہے۔واللہ تعالی اعلم

(مفہوما وتلخیصا فتاویٰ مرکز تربیت افتاء وغیرہ)　　کتبہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر/ ۵ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بروز بدھ

جرسی گائے اور دودھ کا کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ ذیل میں کے بارے میں کہ جرسی گائے کا دودھ پینا اور گوشت کھانا کیساہ؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ سور اور گائے سے مل کر بنی ہے شرع میں اس کا کیا حکم ہے حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں کرم نوازش ہوگی۔سائل فقیر صلاح الدین بھلہاوی رضوی سیتامڑھی (بہار)

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــــــــہ تعـــــــــــالی

جرسی گائے جب گائے کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہے تو اس کا دودھ پینا اور گوشت کھانا جائز ہے کیونکہ جانوروں میں نسب کا اعتبار ماں سے ہوتا ہے ماں حلال تو بچہ بھی حلال ماں حرام تو بچہ بھی حرام جیسا کہ رد المحتار میں ہے کہ:

لان المعتبر فی الحل و الحرمۃ الام فیما تولد من مأکول او غیر مأکول اھ
(رد المحتار ج6 ص305)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

إن کان متولدا من الوحشی و الإنسی فالعبرۃ للأم فإن کانت اھلیۃ تجوز و إلا فلا حتی لو کانت البقرۃ وحشیۃ والثور اھلیا لم تجزاہ
(فتاوی عالمگیری ج5 ص367: الباب الخامس فی بیان محل إقامۃ الواجب)

اور امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:
مادہ جب حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہے کہ جانور میں نسب ماں سے ہے نہ کہ باپ سے۔واللہ اعلم
(فتاوی رضویہ ج9 ص7: نصف آخر)

کتبـــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی/ ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ

چلغم کھانے کا شرعی حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلے ذیل میں کہ چلغم کھانا کیسا ہے؟

المستفتی: سبحانی نیٹورک

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالی

چلغم کھانا جائز ہے کیونکہ جب تک کسی چیز کے بارے میں یقین کامل نہ ہوجائے یا مشاہدات سے معلوم نہ ہوجائے کہ اس میں نجس اور حرام اشیاء کی آمیزش ہے تب تک اس کا کھانا اور استعمال کرنا درست ہے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ جیسا کہ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ:

الاصل فی الأشیاء الاباحۃ ۔

اور شک کی بنیاد پر یقین زائل ہوتا نہیں ہے۔ جیسا کہ فقہ کا مشہور قاعدہ کلیہ ہے کہ:

الیقین لا یزول بالشك ۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئ

۸ مارچ بروز جمعہ ۲۰۱۹ عیسوی

مرغی کی پتھری کھانا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کی مرغی کی پتھری کھانا کیسا ہے جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی: تحسین رضا امبیڈکرنگر

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی
مرغی کی پتھری جس کو کہیں کہیں بٹ بھی کہتے ہیں اس کا کھانا جائز ہے جیسا کہ مصدقات تاج الشریعہ میں ہے کہ:
بٹ اوجھ کے اوپر کا گوشت ہے بٹ اور نجاست کے درمیان ایک جھلی ہوتی جو اثر نجاست کو بٹ تک نہیں پہنچنے دیتی لہذا بٹ کھانا جائز ہے،نوری کرن 1971 عیسوی میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی تصدیق کے ساتھ کھانے کا جواز پر فتوی موجود ہے،اور حضور تاج الشریعہ دام ظلہ کا بھی فتوی بٹ کے کھانے کے جواز پر ہے۔
اور اسی میں بٹ کے تعلق سے شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:
بٹ کھانا بلا کسی ادنی کراہت کے جائز ہے بٹ اگر چہ معدے کے اوپر کا گوشت ہے مگر اس میں اور نجاست میں ایک موٹی جھلی جس کو ہمارے یہاں کی زبان میں جھروتا کہتے ہیں حائل ہوتی ہے یہ جھلی اتنی موٹی ہوتی ہے کہ اس کی چھنی بنتی ہے اس لئے بٹ معدے کے حکم میں نہیں ہے اس لئے کہ کراہت کی علت نجاست کے ساتھ اتصال ہے اور وہ بٹ میں مرتفع ہے۔واللہ تعالی اعلم
(مصدقات تاج الشریعہ ص 39/38)

کتبـــــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی
۱۸ اپریل بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

اوکٹوپس کا شمار مچھلی میں ہے یا نہیں اور اس کا کھانا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال: اوکٹوپس کا شمار مچھلی میں ہوتا ہے یا کیڑے میں اور اس کا کھانا کیسا ہے؟
المستفتی: محمد زید رضا قادری

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعـــــــــــــــالی

ہمارے نزدیک سمندری جانوروں میں سے مچھلی کے سوا کوئی جانور حلال نہیں جیسا کہ تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ:

ولا یحل حیوان مائی الا السمك اھ

(تنویر الابصار مع الدر المختار ج9ص372 کتاب الذبائح)

اور رہی octopus اوکٹوپس صورت و معنی دونوں اعتبار سے مچھلی اور اس کے اقسام میں سے نہیں وہ ایک سمندری کیڑا ہے یا کیکڑا ہے لھذا اس کا کھانا جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۳۱ مارچ بروز اتوار ۲۰۱۹ عیسوی

غیر مسلم کچھ کھلائے تو اس کا کھانا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: غیر مسلم کچھ کھلائے تو اسکا کھانا کیسا ہے؟ المستفتی: حافظ توحید عالم اشرفی پٹنہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعـــــــــــــــالی

غیر مسلم کچھ کھلائے مثلا کھانا یا مٹھائی وغیرہ تو اس کا کھانا حلال ہے مگر اس کھانے سے بچنا بہتر ہے اور اگر بطور تصدق کھلا رہا ہو تو اس کے پاس بھی نہ جائے اور اگر گوشت ہو تو اس کا کھانا حرام ہے جیسا کہ امام اہل سنت سیدی اعلحضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

حلال ہے لعدم المحرم (حرمت کی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے) مگر مسلمان کو احتراز چاہئے لخبث النسبت (نسبت کی خباثت کی وجہ سے) اگر کفار اس کو بطور تصدق بانٹ رہے ہوں جب تو ہرگز پاس نہ جائے اھ

ملخصا (فتاوی رضویہ مترجم ج21 ص607۔608)

اور اسی میں ہے کہ ہندو کے یہاں گوشت کھانا حرام ہے اور چیزوں میں فتوی جواز اور تقوی احتراز اھ

(ج21 ص659)

اور فتاوی رضویہ ہی میں ہے کہ:

کسی کافر کے ساتھ کھانے یا معاذ اللہ اس کا جھوٹا کھانے پینے سے احتراز ضروری ہے اھ

(فتاوی رضویہ ج21 ص621)

اور اسی میں ہے کہ بیشک کفار سے ایسی مخالطت اور ان کے ساتھ ہم پیالہ و ہم نوالہ ہونے سے بہت ضرور احتراز کرنا چاہئے۔اھ

(فتاوی رضویہ غیر مترجم ج9 ص12 نصف اول)

البتہ حالات کے تقاضا کے مطابق ضرورت وحاجت اور مصلحت شرعیہ اس سے مستثنی ہیں۔واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۴ نومبر بروز سوموار ۲۰۱۸

گائے، بھینس وغیرہ کے بچہ دینے کے کتنے دن بعد دودھ کھا پی سکتے ہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: گائے بھینس بچہ دیتی ہے تو آدمی اس کا دودھ کب سے پی سکتا ہے کوئی دن کا قید ہے حضور والا رہنمائی فرمائیں نوازش ہوگی۔نور الھدی نوری بلیا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

صورت مستفسرہ میں اس گائے، بھینس کا دودھ پہلے ہی دن سے کھا پی سکتے ہیں کوئی حرج نہیں

جیسا کہ حضور فقیہ الملت والدین مفتی جلال الدین قبلہ امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان سے سوال ہوا کہ گائے بھینس و بکری کے بچہ دینے کے بعد جو دودھ اول مرتبہ نکالا جاتا ہے جسے ہماری زبان میں پیوس کہتے ہیں اسکا پینا کیسا ہے؟

تو آپ جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:اس دودھ کا کھانا پینا جائز ہے شرعا کوئی حرج نہیں ۔واللہ تعالی اعلم (فتاوی فیض الرسول ج:2/ص:453)

کتبـــــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اتراکھنڈ

۴ ستمبر بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

چمگادڑ کھانا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام زید کہتا ہیکہ چمگادڑ کھانے کو عندالاحناف جائز کہتے ہیں برائے کرم جواب مع دلیل عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی ۔سائل محمد:نثار برکاتی ممبئ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــالی

چمگادڑ علمائے احناف کے نزدیک کھانا جائز نہیں ہے ہاں اختلاف ضرور ہے سرکار اعلی حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

چمگادڑ چھوٹا ہو یا بڑا جیسے ان دیار میں باگل کہتے ہیں اس کی حلت وحرمت ہمارے علماء کرام رحمتہ اللہ تعالی علیہ میں اختلاف ہے بعض اکابر نے اس کے کھانے سے ممانعت فرمائی ہے اسی وجہ سے کہ وہ ذی ناب ہے مگر قواعد حنفیہ کے موافق وہی قول حلت ہے مطلقا دانت موجب حرمت نہیں بلکہ وہ دانت جن سے جانور شکار کرتا ہے ظاہر ہے کہ چمگادڑ پرند شکاری نہیں ولہٰذا درمختار میں قول حرمت کی تضعیف فرمائی۔

(فتاوی رضویہ ج20ص318)

آخر اختلاف کیوں ہے؟

الجواب: جی ہاں ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ یہ اپنے کیلئے سے شکار نہیں کرتا اور نہ ہی یہ حملہ آور ہے اور ہر کیلے والا حرام نہیں ہوتا کیلے کی تعریف برجندی میں ہے کہ:

"المراد الناب الذی هو سلاح وذا الناب الحیوان الذی ینهب بالناب

یعنی ناب کیلے سے مراد وہ ہے جو ہتھیار بنے اور کیلے والا جانور وہ ہے جو کیلے کے ساتھ حملہ آور ہو۔

اور درمختار ج2 ص229 میں ہے کہ:

وقیل الخفاش لانه ذوناب

یعنی بعض نے کہا چمگادڑ حرام ہے کیونکہ یہ کیلے والا ہے۔

اور سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ نے اس اختلاف میں اصح قول کو نقل فرمایا کہ چمگادڑ خچر گھوڑا اور یہ گدھا کھانا ناجائز ہیں۔

(فتاوی مصطفویہ ص435)

اس سے معلوم ہوا کہ اس چمگادڑ میں علمائے احناف کے یہاں اصل قول یہ ہے کہ چمگادڑ کھانا ناجائز ہے اور حضرت نے فتاوی خلاصہ سے ذکر فرمایا کہ:

لا یؤکل الخفاش لانه ذوناب

اور العطایا الاحمدیہ فتاوی نعیمیہ ج4 ص141 پر حضور مفتی اقتدار خان نعیمی ابن حکیم الامت مفتی احمد یار خان رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

مشاہدہ ہے کہ چمگادڑ شکاری پرندہ ہے میں نے خود اس کی چھوٹی نسل کے مینڈکوں کو منہ سے شکار کرتے دیکھا ہے اس طرح چھوٹی چھوٹی مچھلی اور دیگر حشرات کا شکار کرتی ہے اڑتے ہوئے باز اور عقاب کی طرح شکار کرتی ہے یعنی اڑ کر کرتی ہے۔

اور علامہ ابن جاحظ کتاب الحیوان ج1 ص600 طبع بیروت کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

"لا یعطاد الا فی طیران اللیل"

یعنی خفاش یعنی چمگادڑ صرف رات میں ہی اڑتے ہوئے شکار کرتی ہے اور شکاری ہونا ہی اس کے حرام ہونے کا باعث ہے کیونکہ ذوناب ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں جن فقہاء نے اس کو حرام کہا صرف ذوناب کی وجہ سے نہیں بلکہ اس ذوب کے شکاری ہونے کی وجہ سے اور ذوناب شکاری

کے حرام ہونے میں اتفاق ہے۔لہذا چمگادڑ متفقا حرام ہوئی۔

سوال:۔ذوناب کے متعلق کوئی حدیث شریف ہے اور ذوناب کسے کہتے ہیں؟

الجواب: مسند امام اعظم حدیث نمبر 394 میں ہے کہ:

ابوحنیفه عن محارب عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ نهی اکل کل ذی ناب من السباع

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے ذوناب والے درندے سے منع کیا۔

نوٹ:۔ناب اس کی جمع اینا ب آتی ہے رباعی سے متصل دو اوپر دو نیچے کل چار دانت یعنی اس کے چار دانت ہوتے ہیں یہ قدرے نوکیلے ہوتے ہیں جن سے خوراک چبائی جاتی ہے السباع یعنی درندے۔

سوال:۔جب حدیث شریف میں ذوناب کھانا منع ہے تو پھر ہمارے بعض علما نے حلال کیوں فرمایا اور بعض نے ناجائز کیوں فرمایا اور سرکار اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں فرمایا کہ:

مگر قواعد حنفیہ کے موافق وہی قول حلت ہے۔

الجواب: اول:۔جانوروں کی حلت وحرمت بڑا معرکۃ الآرا مسئلہ ہے اور اس میں اجتہاد کی راہ بہت کشادہ ہے کیونکہ قرآن شریف میں محدود جانوروں کی حرمت مذکور ہے اور رسول پاک ﷺ کی احادیث میں ان کی حلت وحرمت کے کچھ قواعد وضوابط مذکور ہوئے جن کی مدد سے ائمہ مجتہدین نے از روئے قیاس جانوروں کی حلت وحرمت میں مختلف اقوال فرمائے اسی لئے اختلاف ہوا اور حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ ہر ذی ناب درندہ حرام ہے۔

اب ذی ناب کسے کہتے ہیں کیا چمگادڑ ذی ناب ہے یا نہیں اگر ہے تو یہ شکار کرتا ہے یا نہیں یہ حملہ آور ہے یا نہیں اسی وجہ سے اختلاف ہوا ہمارے بعض علماء کے نزدیک حلال کی وجہ یہ ہیکہ اس کے کیلے ہوتے ہیں اور اپنے کیلے سے شکار نہیں کرتا اور نہ ہی یہ حملہ آور ہوتا ہے اور ہر کیلے والا حرام نہیں ہوتا ہے۔

اصول ہے کہ جب کسی ایک مسئلہ میں حلت وحرمت دونوں قول ہوں تو حرمت کو ترجیح دی جائے گی اسی لئے ہمارے بعض علماء نے حرام کو ترجیح دی۔

▪ ہمارے امام اہل سنت نے اس مسئلہ میں اپنی تحقیق پیش نہیں فرمائی اور نہ مفتی بہی قول نقل کی

بلکہ آپ نے قواعد حنفیہ کے مطابق وہی قول حلت ہے یعنی چمگادڑ اگر چہ ذوناب یعنی دانت والا ہے مگر مطلقا دانت موجب حرمت نہیں بلکہ وہ دانت جن سے جانور شکار کرتا ہو۔

اور درمختار میں جو یہ:

وقیل الخفاش لانہ ذوناب

یعنی بعض نے کہا کہ چمگادڑ حرام ہے کیونکہ یہ کیلے والا ہے۔

ردالمحتار ج5 ص194 کے حاشیہ میں ہیکہ:

قال الاتقاقی و فیہ نظر لان کل ذی ناب لیس یمنہی عنہ اذا کان لایشطادبنابہ

یعنی اتقاقی نے کہا ہے اور اس میں اعتراض ہے کیونکہ ہر کیلے والا حرام نہیں ہے جبکہ وہ اپنے کیلے سے شکار نہ کرتا ہو۔

شرح مسلم شریف ج سادس ص 82 پر ہے کہ:

علامہ ابوالحسن المرغینانی نے فرمایا اس حدیث میں پھاڑنے والے درندے اور پرندے مراد ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر دانت اور ناخن والا درندہ اور ہر پرندہ حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ قواعد حنفیہ کے موافق وہی قول حلت ہے ہمارے امام اہل سنت نے یہاں پر قواعد حنفیہ کی بات کی ہے اپنا قول پیش نہیں فرمایا اور نہ مفتی بہ قول نقل فرمایا بلکہ دونوں اختلاف کا ذکر فرمایا اور بعض علماء نے اسے شکار کرتے دیکھا اور حملہ کرتے دیکھا اور تجربہ بھی کیا اسی لئے اس کو ناجائز کہا اور یہی قول مفتی بہ قول کہلایا اور اسی پر فتوی دیا گیا۔

اور کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ باب کتاب الخطر والاباحۃ میں ہے کہ:

علماء احناف کے نزدیک خفاش کے بارے میں دو رائے ہیں مکروہ اور حرام اور اسی میں ہے کہ چمگادڑ کو اہل عرب منحوس سمجھتے ہیں لہٰذا اصح قول یہ ہے کہ چمگادڑ کھانا ناجائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد ثناءاللہ خاں ثناءالقادری سیتامڑھی

١٦ اگست بروز جمعہ ٢٠١٩ عیسوی

مشروم کی سبزی کھانا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلے ذیل میں کہ مشروم کی سبزی کھانا کیسا ھے؟ المستفتی: نورالھدی نوری

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالی

مشروم جیسے عربی میں الکماۃ اردو میں کھمبی فارسی میں" مشروم" اور انگریزی" truffle" ہماری یہاں" کُو کُرمتّا کہتے ہیں یہ چھتری نما نبات جو برسات میں اگتی ہے اور اس کا کھانا شرعاجائز ہے "لعدم مانع الشرعی" مانع شرعی کے نہ ہونے کی وجہ سے، اوراصل اشیاء میں اباحت ہے جیسا کہ قواعد فقیہ میں ہے کہ:

الاصل فی الأشیاء الاباحۃ

(قواعد فقیہ ص 58)

اور حدیث شریف میں ہے کہ اس کے طبی فائدہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کا عرق آنکھ کے لئے مفید ہے۔

حدیث: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الکمأۃ من المن و ماءھا شفاء للعین اھ

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الطب الفصل الثالث ص 385)

لہذا اس کے کھانے میں شرعا کوئی قباحت نظر نہیں آرہی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۱۷ نومبر بروز سنیچر ۲۰۱۸

ہندو کے یہاں کھانا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: سوال ہندو کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا اسی کے برتن میں اسی کے گھر پر کھانا کیسا ہے۔سائل عبدالمبین رامپور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

ہنود کے ساتھ کھانا پینا جائز نہیں کہ مسلم کو کفار سے اتنا میل جول درست نہیں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین

ترجمہ: اگر تجھے شیطان غفلت میں ڈال دے تو یاد آنے پر قوم ظالمین کے پاس نہ بیٹھ۔

(القرآن پارہ ۷ رکوع ۱۴)

شرک وکفر سے بڑھ کر اور کون سا ظلم ہوسکتا ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

ان الشرك لظلم عظیم

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

ہندوؤں کے ہاتھوں کا پکایا ہوا یا انکا چھویا ہوا کھانا صحیح یہ ہے کہ نجس نہیں اور یہی مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں جو "انما المشرکون نجس" میں فرمایا گیا اس سے مراد ان کی اعتقادی نجاست ہے نہ کہ ظاہر یہاں گوشت جس کو انہوں نے پکایا اور نظر مسلم سے وہ غائب ہوگیا تو اس کا کھانا حرام ہے مگر ان کے ساتھ کھانا پینا جائز نہیں کہ مسلم کو کفار کے ساتھ اتنا میل جول درست نہیں۔

(فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۲۹۲ ملخصا)

مذکورہ عبارتوں سے واضح ہے کہ مشرک وکافر کو اپنا ہم نوالہ بنانا جائز نہیں۔واللہ تعالی اعلم

کتبہ

مشیر اسد مقیم حال ممبئی/ ۱۵ اپریل بروز جمعہ ۲۰۱۹ عیسوی

محرم الحرام کے مہینے میں ساگ کھانا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں بعض جہلا یہ کہتے ہیں کہ ماہ محرم الحرام میں ساگ نہیں کھانا چاہئے یہ کہاں تک درست ہے مدلل و مفصل جواب بحوالہ شریعت کی روشنی میں عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ سائل محمد صدام حسین امجدی دلانگی گریڈیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــالی

ماہ محرم الحرام میں ساگ کھانا جائز ہے جبکہ ساگ حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہو اور پاکیزہ ہو جیسا کہ ہمارا پروردگار ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلالاً طَيِّباً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ

ترجمہ: ۔اے لوگو کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(پارۂ ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۶۸)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ تحریر فرماتے کہ:

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کی حلال فرمائی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دینا اس کی رزاقیت سے بغاوت ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان صفحہ ۴۶)

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ ساگ اگر حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہو حرام طریقے سے حاصل کی گئی چیز کسی مہینے میں نہیں کھانا چاہیئے اس میں محرم الحرام کی کوئی تخصیص نہیں بعض جہلا کا کہنا کہ ساگ نہیں کھانا چاہیئے یہ ان کی جہالت ہے شرع کے مقابلے میں کسی کے قول کا قابل اعتبار نہیں چہ جائے کہ جاہلوں کا قول ۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــــہ

محمد مشتاق احمد قادری مہاراشٹر/ ۴ ستمبر بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

بیوی کا جھوٹا دودھ پینا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: اپنی بیوی کا جوٹھا کھا پی سکتے ہیں؟ اور عوام میں جو مشہور ہے کہ جوٹھا دودھ نہیں پینا چاہئے؟ علمائے کرام رہنمائی فرمائیں۔ المستفتی: برکت علی سعودی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــــالی

شوہر اپنی بیوی کا جھوٹا اور بیوی اپنے شوہر کا جھوٹا دودھ ہو چائے ہو کھانا ہو کھا پی سکتی ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں یہاں تک کہ اگر بیوی حائضہ ہو تب بھی جائز ہے۔

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

كنت اشرب و انا حائض ثم اناوله النبي صلى الله عليه وآله وسلم فيضع فاه على موضع في فيشرب اھ

یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جس برتن میں پانی پیتی پھر اسی برتن کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکڑاتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ منہ مبارک رکھتے جہاں سے میں برتن پر منہ رکھ کر پیتی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی پیتے تھے۔اھ

(صحیح مسلم بحوالہ مشکوٰۃ شریف، 56)

مذکورہ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بیوی کا جھوٹا کھا پی سکتے ہو خواہ وہ دودھ ہو یا اور کوئی بھی چیز لہٰذا یہ جو عوام میں مشہور ہے یہ جہالت پر مبنی ہے اسکی کوئی اصل نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۲۳ فروری ۲۰۲۰ء مطابق ۲۸ جمادی الآخر ۱۴۴۱ھ بروز اتوار

دودھ میں بلی مونھ ڈال دے تو کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ دودھ میں بلی منہ مار دے تو کیا وہ پی سکتے ہیں یا نہیں بحوالہ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ السائل الطاف حسین گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــــہ تعـــــــــالی

بلی کا جھوٹا مکروہ ہے مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی بشرطیکہ اسکے منھ پر نجاست وغیرہ نہ لگی ہو اگر کھانے پینے کے اشیاء میں بلی نے منہ مارا تو وہ شئ بھی مکروہ ہوئی اور مالدار کے لیے مکروہ کا کھانا بھی مکروہ لیکن غریب کے لیے بلا کراہت جائز ہے۔

صورت مسئولہ میں دودھ غنی (مالدار) کا ہے تو اس کو استعمال میں لانا مکروہ ہے ہاں اگر کسی غریب محتاج کا ہے تو بلا کراہت جائز ہے اور اگر بلی کے منھ پر کوئی نجاست مثلاً چوہا وغیرہ کھایا اور اسکا خون منھ پر لگا ہے اور دودھ میں منھ ڈال دیا اور خون کا اثر ظاہر ہوگیا تو اب وہ نجس ہوگیا نہ خود استعمال کرسکتا نہ ہی کسی غریب کو دے سکتا بلکہ اسکو کسی محفوظ جگہ ڈال دے اور خون کا اثر ظاہر نہ ہوا تو مکرہ تنزیہی۔ واللہ اعلم (ماخوذ از بہار شریعت حصہ ۲، سر الحیوانات، مکتبہ مدینہ دھلی)

کتبــــــہ

عبیداللہ رضوی بریلوی

۲۱ جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات

مور کا گوشت کھانا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں کہ مور کا گوشت کھانا کیسا ہے۔ سائل سیف رضا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــالی

مور کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے:

ولا بأس بأكل الطاؤوس وعن الشعبي يكره اشد الكراهة بالاول يفتي كذا في الفتاوى الحمادية

یعنی مور کھانے میں کوئی قباحت نہیں اور شعبی سے نقل کیا گیا ہے کہ سخت مکروہ ہے لیکن فتوی بلا کراہت پر ہے جیسا کہ فتاوی حمادیہ میں ہے۔

(الفتاوى الهندية الجزء الخامس باب الذبائح ص ۳۵۸ دار الكتب العلميه بيروت) والله تعالى اعلم

کتبـــــہ

محمد مشاہد رضا حشمتی رام پور کیمری

۱۲ اپریل ۲۰۲۰ء مطابق ۷ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ بروز جمعرات

کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں نمکین کھانا مسنون ومستحب ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: حضور والا اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں کہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں نمک کھانا کیسا ہے مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں ایک شخص نے دلیل مانگی ہے اور اگر حدیث شریف عبارت کے ساتھ ہو تو بہت بہت مہربانی ہوگی۔ سائل غلام غوث

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــالی

کھانا تناول کرنے سے پہلے اور تناول کرنے کے بعد نمک چکھنا مسنون ہے ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑا فائدہ ہے یہ کہ اس سے سنت پر عمل آوری ہوتی ہے۔

چنانچہ البحر الرائق جلد۹، کتاب الکراھیہ فصل فی الاکل والشرب ص

۳۳۷ میں ہے:

ومن السنة ان يبدا بالملح و يختم بالملح

سنت یہ ہے کہ کھاتے وقت نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے۔

جیسا کہ میرے آقا اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت رضی اللہ عنہ ایک بار اِعتکاف میں تھے تو آپ کی خدمت میں سحری میں کھانے کے لیے فیرنی اور چٹنی پیش کی جاتی تھی تو جولانے والے خادم تھے وہ اس حوالے سے سوچتے رہتے تھے بلاخر انہوں نے ایک دن آپ سے پوچھ ہی لیا کہ حضور! یہ چٹنی اور فیرنی کا کیا میل ہے؟ اس لیے کہ چٹنی تو لوگ بَریانی، پلاؤ یا روٹ سے کھاتے ہیں۔ فیرنی کسٹرڈ سے ملتی جلتی ایک آئٹم ہے جو غالباً دودھ اور پسے ہوئے چاول یعنی چاول کے آٹے سے بنتی ہے اور اس میں چینی بھی ہوتی ہے۔ اس میں چینی کی جگہ شہد بھی ڈال سکتے ہیں بلکہ شہد ڈالنا اچھا ہے کیونکہ سفید چینی نقصان دہ ہوتی ہے۔ بہرحال جب خادم نے سُوال کیا کہ فیرنی اور چٹنی کا کیا میل ہے؟ تو میرے آقا امام اہل سنت نے وضاحت فرمائی کہ میں فیرنی کھانے سے پہلے تھوڑی سی چٹنی کھالیتا ہوں اور پھر فیرنی کھانے کے بعد بھی چٹنی کھالیتا ہوں اور چٹنی میں نمک ہوتا ہے تو اس طرح میرے اول و آخر نمکین کھانے کی سنّت ادا ہوجاتی ہے۔

(حیات اعلی حضرت جلد اول ص ۱۰۷ مکتبہ المدینہ)

نیز اس تعلق سے صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

کھانے کی ابتدا نمک سے کی جائے اور ختم بھی اسی پر کریں اس سے ستر بیماریاں دفع ہوجاتی ہیں۔ (اسلامی اخلاق و آداب جلد اول ص ۴۱ فرید بکڈپو اسٹال اردو بازار لاہور)

علاوہ ازیں طبی نقطہ نظر سے اس کے فوائد بھی ہیں نمک کے اندر بھوک پیدا کرنے والے اجزاء ہوتے ہیں جب آدمی نمک چکھتا ہے تو لعاب پیدا کرنے والے غدود بالفور ہاضم غذا رطوبت مہیا کرتے ہیں، اس کی وجہ سے غذا لذیذ معلوم ہوتی ہے، نعمت خداوندی کی قدر دانی ہوتی ہے اور غذا ہضم ہونے میں سہولت ہوتی ہیں اسی طرح کھانے کے بعد نمک چکھنے کی وجہ سے جمی ہوئی روغنیات ختم ہوجاتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــہ

امجد رضا امجدی سیتامڑھی بہار/ ۱۲ مارچ ۲۰۲۰ء مطابق ۱۶ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ بروز جمعرات

گھوڑے کا گوشت کھانا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کہ گھوڑے کا گوشت کھانا کیسا ہے.؟ برائے مہربانی جواب مدلل جواب مرحمت فرما کر ممنون ومشکور رہوں۔ سائل عبد الکلام رضوی بریلی شریف یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

گھوڑے کی حلت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے لہذا گھوڑے کا گوشت کھانا منع ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

وعن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی یوم خیبر عن لحوم الحمر الاھلیۃ واذن فی لحوم الخیل

روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشتوں سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشتوں کی اجازت دی۔

(مسلم، بخاری)

اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ:

یعنی شروع اسلام میں گدھا پالتو حلال تھا، غزوہ خیبر میں قیامت تک کے لیے حرام کر دیا۔ اس خیبر میں عورتوں سے متعہ حرام ہوا اس کی حرمت بھی تا قیامت ہے گھوڑے کی حلت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام شافعی، احمد اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے، یہ حدیث حلال فرمانے والوں کی دلیل ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہ آیت کریمہ ہے کہ رب تعالی نے گدھا، خچر، گھوڑا ان تینوں کو جمع فرما کر فرمایا:

والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ

کہ یہ تینوں جانور سواری اور زینت کے لیے پیدا فرمائے۔ معلوم ہوا کہ ان تینوں میں سے کوئی

کھانے کے لیے نہیں مگر چونکہ گھوڑے کی حرمت شرافت وکرامت کی بناء پر ہے اس لیے اس کا جھوٹا پاک ہے جیسے انسان کہ اس کا گوشت حرام مگر جھوٹا پاک۔

نیز ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حصرت خالد ابن ولید سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، خچر اور گدھے کے گوشتوں سے منع فرمایا، نیز نسائی شریف نے حضرت سلمہ ابن نفیل سکونی سے روایت کی کہ حضور نے گھوڑے کو ذلیل کرنے اور اس پر ذلت سے بوجھ لادنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کے چند جواب دیئے:

ایک یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس کی ناسخ وہ ہی حدیث خالد ہے جو ابھی عرض کی گئی، دوسرے یہ کہ گھوڑے کے متعلق حلت وحرمت دونوں کی روایات ہیں اور جب حلت وحرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے، تیسرے یہ کہ یہاں اذن بمعنی رخص ہے بلکہ بعض روایات میں رخص ہی ہے۔

لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ غزوہ خیبر میں ایک ضرورت کی وجہ سے گھوڑا کھانے کی اجازت دی یہ اجازت خصوصی تھی۔ چوتھے یہ کہ اگر گھوڑا گائے بھینس کی طرح حلال ہوتا تو اس کی قربانی بھی جائز ہوتی، حالانکہ اس کی قربانی کسی نے جائز نہ کی۔ پانچویں یہ کہ حضور اور خلفاء راشدین سے گھوڑا کھانا کبھی ثابت نہیں۔

اور صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

آدمی کا گوشت ان کی کرامت و بزرگی کی وجہ سے حرام ہے اور گھوڑے کا گوشت شرافت کی وجہ سے حرام ہے۔

لحم الآدمی حرام لکرامته ولحم الفرس حرام لشرافته۔ واللہ اعلم
(مراۃ المناجیح جلد ۵ صفحہ ۲۳۱)

کتبــــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

۹ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۳ مئی ۲۰۲۰ء بروز اتوار

کیا سویابین کھانا جائز ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ سویابین کھانا جائز ہے یا ناجائز حوالے کے ساتھ جواب عطا فرما کر شکریہ کا موقع دیں جزاک اللہ خیر۔ سائل احمد علی سعودی عرب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــــه تعــــــــــالی

شریعتِ مطہرہ کا یہ واضح اور مسلّم اصول ہے کہ نباتات یعنی زمین سے اُگنے والی جتنی چیزیں ہیں وہ سب پاک اور حلال ہیں، اور ان کا کھانا بھی درست ہے۔ سوائے ان نباتات کے جو زہریلی اور مہلک ہوں یا جو نشہ آور ہوں، ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔

سویابین بھی زمین سے اُگنے والی ایک سبزی ہے جس کے بیج سے تیل نکالا جاتا ہے، اور تیل نکالنے کے بعد اس کا جو کھلی ہوتا ہے اسے گوندھ کر اس کی گولیاں بنالی جاتی ہیں، جو نہ تو زہریلی اور مہلک ہیں اور نہ ہی اس میں نشہ ہے، اسی طرح اس میں کسی ناپاک یا حرام شئے کے ملے ہونے کا یقینی علم بھی نہیں ہے لہٰذا اس کا کھانا بلا کراہت جائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

یاایھا الذین آمنوا کلوا من طیبٰت ما رزقنٰکم

(البقرہ:۱۷۲)

الأصل في الأشياء الإباحة اليقين لا يزول بالشك۔ واللہ اعلم

(الاشباہ والنظائر)

کتبــــــــه

محمد اسماعیل خان امجدی گونڈہ یوپی الھند

۶ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۳۰ اپریل ۲۰۲۰ء بروز جمعرات

بغیر اجازت درخت سے پھل کھانا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام ومفتیان عظام کی بارگاہ خدمت میں گزارش ہے کہ مسئلہ مسجد کے قریب میں زید مکان ہے زید کے گھر میں امرود کا درخت ہے جسکی شاخیں مسجد کے اندر ہیں اس میں سے طالب علم بچے امرود زبردستی توڑ لیتے ہیں زید منع کرتا ہے پر بچے نہیں مانتے ہیں ساتھ میں امام صاحب بھی کھا لیتے ہیں بچوں کا زبردستی امرود کا توڑنا امام صاحب کا امرود کھانا ساتھ میں زید کے امرود کے درخت کی شاخیں مسجد میں آنا کیسا ہے جواب عنایت فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی۔ سائل محمد شمشاد رضا برکاتی لکھیم پور کھیری یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

باغ میں پہنچا وہاں پھل گرے ہوئے ہیں تو جب تک مالکِ باغ کی اجازت نہ ہو، پھل نہیں کھا سکتا اور اجازت دونوں طرح ہو سکتی ہے۔ یا صراحۃً اجازت ہو مثلاً مالک نے کہدیا کہ گرے ہوئے پھلوں کو کھا سکتے ہو یا دلالۃً اجازت ہو یعنی وہاں ایسا عُرف وعادت ہے کہ باغ والے گرے ہوئے پھلوں سے لوگوں کو منع نہیں کرتے۔ درختوں سے پھل توڑ کر کھانے کی اجازت نہیں مگر جب کہ پھلوں کی کثرت ہو اور معلوم ہو کہ توڑ کر کھانے میں مالک کو ناگواری نہیں ہوگی تو توڑ کر بھی کھا سکتا ہے۔ مگر کسی صورت میں یہ اجازت نہیں کہ وہاں سے پھل اُٹھالا ئے۔ (فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۹)

ان سب صورتوں میں عُرف وعادت کا لحاظ ہے اور اگر عُرف وعادت نہ ہو یا معلوم ہو کہ مالک کو ناگواری ہوگی تو گرے ہوئے پھل بھی کھانا جائز نہیں دوست کے گھر گیا کوئی چیز پکی ہوئی ملی خود لیکر کھالی یا اُس کے باغ میں گیا اور پھل توڑ کر کھالیا اگر معلوم ہے کہ اُسے ناگوار نہ ہوگا تو کھانا جائز ہے مگر یہاں اچھی طرح غور کر لینے کی ضرورت ہے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ سمجھتا ہے کہ اُسے ناگوار نہ ہوگا حالانکہ اُسے ناگوار ہے۔ (فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۹ بحوالہ کھانا کھانے کا اسلامی طریقہ)

کتبـــــہ

محمد اسماعیل خان امجدی گونڈہ یوپی الھند / ۱۸ اگست بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

طوطا کھانا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلے ذیل میں کہ طوطا کھانا کیسا ہے۔سائل محمد کبیر الدین رضوی کوٹہ راجستھان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــــــه تعــــــــــالی

طوطا ان پرندوں میں سے نہیں ہے جو شکار کر کے کھاتے رہتے ہیں اس لیے حلال ہے۔مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک بھی طوطا حلال ہے۔

فاکھۃ البستان میں حلال اور حرام پرندوں کے متعلق شیخ مخدوم ہاشم سندھی لکھتے ہیں:

اما الطوطی فقد قال فی الصیدیۃ الفارسیۃ لشیخ الاسلام الھروی فی ترجمۃ لفظ الببغاء

کہ طوطی بمذہب امام ابوحنیفہ کوفی حلال است، ودر مذہب شافعی دو روایت است انتھی۔

(ص291)

یعنی امام ابوحنیفہ کے مذہب میں طوطی کا کھانا حلال ہے اور مذہب شافعی میں اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں اور احناف کے نزدیک طوطے کا گوشت حلال ہے، مگر بعض دوسرے ائمہ حرمت کی طرف گئے ہیں۔

(احکام الحیوان 109)

مزید تفصیل کے لیے فتاوی ہندیہ ج 5 ص 289 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ ملاحظہ کیجیے۔واللہ اعلم

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۲۸ ستمبر بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

کبوتر کے انڈے کھانا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ کبوتر کے انڈے کھانا کیسا ہے۔ سائل جابر رضا رامپوری

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

کبوتر کا گوشت کھانا جائز ہے۔

(بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد 20, صفحہ 321 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

جب کبوتر کا گوشت کھانا جائز ہے تو اس کے انڈے کھانا بدرجہ اولیٰ جائز ہے، یاد رہے جن پرندوں کا گوشت حلال ہے ان کے انڈے بھی حلال ہیں۔

إن خرج البيض من حيوان مأكول في حال حياته أو بعد تذكيته شرعًا أو بعد موته وهو مما لا يحتاج إلى التذكية كالسمك فبيضه مأكول إجماعا إلا إذا فسد۔ واللہ تعالی اعلم

(الموسوعة الفقهية ج5ص153)

کتبـــــہ

محمد معصوم رضا نوریؔ

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ ہجری

کیکڑا کھانا کیسا ہے؟ اور تڑپتے ذبیحہ کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں سوال اول کیکڑا جو پانی میں ہوتے ہیں اور ایٹھا (ڈوکا) یہ بھی پانی میں ہوتا ہے ان کا کھانا کیسا ہے؟

سوال ثانی جو ذبیحہ تڑپ رہا ہو اس حال میں اس کا ذبح کر کے گوشت کھانا کیسا ہے حرام ہے کہ مکروہ؟ سوال ثالث'' ذبیحہ تڑپ رہا ہو اور ذبح کرنے سے پہلے مرگیا اس کا گوشت کھانا کیسا ہے حرام ہے کہ مکروہ۔ جواب عنایت فرمائیں حضرات۔ سائل: ارمان فیضی بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــــه تعـــــــــــالی

جواب اول کیکڑا، ایٹھا کھانا حرام ہے کیونکہ پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے حدیث شریف میں ہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ہیں دریا کے جانوروں میں اللہ نے مچھلی کو حلال کیا ہے۔

(سنن الدارقطنی، باب ا لصید، ج ۳ ص ۳۱۷ ماخواز بہار شریعت حصہ ۱۵ ص ۳۲۱ /مکتبہ مدینہ دھلی)

البتہ جھینگا سے بچنا افضل ہے کیونکہ اس کی حلت وحرمت میں علماء کا اختلاف ہے (ایضا)

جواب دوم حلال ہے، جواب ثالث حرام ہے۔ واللہ تعالی اعلم (ایضا ص ۳۲٦)

کتبـــــــه

عبیداللہ رضوی حنفی

کتاب الاضحیۃ

(قربانی کابیان)

غریب نے قربانی کی نیت سے بکرا پالا تو کیا حکم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: ایک شخص جو غیر مالکِ نصاب تھا اس نے قربانی کی نیت سے جانور پالا اب ایامِ قربانی کے نزدیک وہ کہتا ہے کہ میں بہت قرضدار ہوں لہٰذا میں اس جانور کو بیچ کر قرض ادا کرنا چاہتا ہوں تو ایسا کرنے پر حکمِ شرع کیا ہوگا رہنمائی فرمائیں۔ سائل رضوان از ہر بریلی شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

اگر اس بکرا کو قربانی کیلئے غنی یعنی مالک نصاب نے پرورش کی تھی اور امسال اس نے اپنے نام سے کوئی دوسری قربانی بھی نہیں کی تو وہ بکرا صدقہ کر دیا جائے اور اگر امسال دوسری قربانی کر چکا ہے تو سال آئندہ کیلئے اس بکرا کو رکھ سکتا ہے یا بیچ کر قیمت اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔

اور غریب یعنی جو صاحب نصاب نہ ہو قربانی کی نیت سے بکرا خریدا تھا اور ایام قربانی گزر گئے اس نے قربانی نہیں کی تو اس صورت میں زندہ بکرا صدقہ کر دے اور اگر غریب کے پاس پہلے ہی سے بکرا تھا اور اس نے قربانی کی نیت کر لی تھی یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی تھی تو ان دونوں صورتوں میں غریب پر قربانی واجب نہ ہوئی تھی۔

لہٰذا اگر ان دونوں صورتوں میں ایام قربانی گزر گئے اور غریب نے قربانی نہ کی تو اس بکرے کو صدقہ کرنا واجب نہیں سال آئندہ کے لئے اسے پال سکتا ہے اور اگر چاہے تو بیچ کر اس کی قیمت اپنے مصرف میں لا سکتا ہے۔

(ردالمختار جلد پنجم ص ۲۰۴)

ذ کر فی البدائع ان الصحیح ان الشاۃ المشتراۃ للاضحیۃ اذا لم یضح بہا حتی مضی الوقت یتصدق المؤسر بعینہا حیۃ کالفقیر بلا خلاف بین أصحابنا

اوراسی صفحہ پر آگے ہے:

لما کانت فی ملکہ فنوی ان یضحی بہا أو اشتراہا ولم ینو الاضحیۃ وقت الشراء ثم نوی بعد ذالک لا یجب لان النیۃ لم تقارن الشراء فلا تعتبر۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد رضا امجدی مقام ہرپوروا باچپٹی سیتامڑھی بہار

۱۱ جولائی بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

بڑے جانور میں سات سے کم لوگوں کا شریک ہونا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام کی بارگاہ میں مسئلہ عرض ہے کہ قربانی کے بڑے جانور میں سات حصے ہوتے ہیں لیکن کسی وجہ سے چھ یا پانچ پربس کر دیا اور قربانی کی تو قربانی درست ہوگی یا نہیں تشریح کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد خالد رضا نوری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــالی

بڑے جانور میں دو سے سات لوگوں تک شریک ہو سکتے ہیں مگر یاد رہے کسی کا حصہ ایک حصہ سے کم نہ ہو ورنہ کسی کی قربانی نہیں ہوگی جیسا کہ میرے امام اہلسنت فقیہ با کمال امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

گائے یا اونٹ میں دو سے سات تک شریک ہوسکتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ کسی طرح باہم حصہ کریں جبکہ ایک حصہ سے کم نہ ہو جائز ہے۔ ہاں اگر ایک نے سوا چھ حصے لئے دوسرے نے پون، تو وہ جانور نرا گوشت ہوگیا، قربانی وعقیقہ کچھ نہ ہوا، نہ اس پون والے کا نہ سوا چھ والے کا، کہ ایک حصہ سے کم میں

تقرب نہیں ہوسکتا،اور جب اس کے ایک جز میں نہ ہوا تو کسی جز میں نہ ہوا اللہ عزوجل ہر شریک سے غنی ہے۔یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ بعض اس کے لئے اور بعض غیر کے لئے جس کا ایک ذرہ غیر کے لئے ہو وہ کل غیر کے لئے ہے۔یہاں جبکہ دو شخصوں میں گائے نصفا نصف ہے تو ہر ایک کے ساڑھے تین حصے ہوئے۔ایک حصہ ٹوٹا مگر اور سالم حصے موجود ہیں،اور قربانی عقیقہ دونوں اللہ ہی کے لئے ہیں لہذا دونوں صحیح ہو گئے۔واللہ تعالی اعلم

(فتاویٰ رضویہ شریف جدید جلد(۲۰)ص(۴۰۹) مکتبہ دعوت اسلامی)

کتبـــــہ

محمد راشد مکی کٹیہار بہار

۴ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶ جولائی ۲۰۲۰ء بروز اتوار

قربانی کا انکار کرنا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:قربانی کے منکر پر حکم شرعی کیا عائد ہوگا۔؟مع الدلیل بیان فرمائیں۔سائل غلام یسن عطاری گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

قربانی اللہ عزوجل کی رضا کیلئے کرنا واجب ہے اور اس کی بے شمار فضیلتیں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں:

قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ

اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کیلئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

(قرآن مجید پارہ(۳۰)سورہ الکوثر)

لہذا جو قربانی کا انکار کرے وہ گمراہ ہے جیسا کہ میرے امام اہلسنت فقیہ با کمال امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

قربانی کا انکار ضلالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ شریف جدید جلد (۱۴) ص (۳۲۴) مکتبہ دعوت اسلامی)

کتبــــــہ

محمد راشد مکی کٹیہار بہار

۳ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۵ جولائی ۲۰۲۰ء بروز منگل

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں جو دنبہ ذبح کیا گیا اس کا گوشت کیا ہوا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: بارگاہ علمائے کرام میں ایک سوال ہے جس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کیا جا رہا تھا تو اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام جو دنبہ لے کے آئے تھے تو وہ ذبح کیا تھا یا نہیں اور اگر ذبح کیا تھا تو اس کا گوشت کو کیا کیا گیا تھا برائے مہربانی کر کے اس کا جواب عنایت فرمائیں رحم وکرم ہوگا۔ سائل قمر رضا قادری جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــہ تعــــــــالی

جو مینڈھا حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرمایا تھا وہ کہاں سے آیا تھا اس کے بارے میں اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ مینڈھا جنت سے آیا تھا اور یہ وہی مینڈھا تھا کہ جس کو حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادہ ہابیل نے قربانی میں پیش کیا تھا۔

اور بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ پہاڑی بکرا تھا جو حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں ذبح ہونے کے لئے ثبیر پہاڑ سے منجانب اللہ اتارا گیا تھا۔

وَفَدَيۡنَاهُ بِذِبۡحٍ عَظِيمٍ (پارہ ۲۳ سورۃ الصّٰفت آیت ۱۰۷)

اس آیت کے تحت تفسیر جلالین میں ہے کہ:

من الجنة وهو الذی قربه هابیل جاء به جبریل علیه السلام فذبح السید ابراهیم ۔

اسی کے تحت صاوی میں ہے کہ:

و قیل انه کان تیسا جبلیا اهبط علیه من ثبیر اھ

اور بحوالہ بیضاوی جمل میں ہے کہ

قیل کان وعلا اهبط علیه من ثبیر ۔

اور تفسیر خازن میں ہے کہ:

قال اکثر المفسرین کان هذا الذبح کبشا رعی فی الجنة اربعین حریفا و قال ابن عباس الکبش الذی ذبحه ابراهیم هو الذی قربه ابن آدم وقال الحسن ما فدی اسماعیل الا تیس من الروی اهبط علیه من ثبیر اھ

اب رہا یہ سوال کہ مینڈھے کا گوشت وغیرہ کیا ہوا تو صاحب روح البیان کی تفسیر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ سر کے علاوہ باقی اجزا کو آگ آ کر جلا گئی جیسا کہ امم سابقہ کے مقبول قربانیوں کے بارے میں عادت الہیہ تھی لیکن صاوی اور جمل میں ہے کہ ما بقی اجزا کو درندوں اور پرندوں نے کھایا اس لئے کہ جنتی چیزوں میں آگ مؤثر نہیں ہوتی۔

صاوی کی عبارت یہ ہے کہ:

ما بقی من الکبش اکلته السباع والطیور لان النار لا یؤثر فیما هو من الجنة ۔

اور جمل کی عبارت یہ ہے کہ:

ومن المعلوم التصور ان کل ما هو من الجنة لا تؤثر فیه النار فلم یطبخ لحم الکبش بل اکلته السباع والطیور تأمل ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی فیض الرسول ج2 ص465)

کتبــــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی/ ۱ جولائی بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

قربانی کرتے وقت باپ کا نام لینا ضروری ہے یا نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا جس کے نام سے قربانی ہوتی ہے اس کے باپ کا نام ساتھ لیا جائے گا۔سائل محمد علی رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

نام لینا ضروری نہیں کیونکہ اللہ رب العزت علیم وخبیر ہے وہ جانتا ہے قربانی فلاں ابن فلاں کی جانب سے ہے جیسا کہ فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

جس کی طرف سے قربانی ہو اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ وہ فلاں کا بیٹا ہے فلاں کی بیوی ہے فلاں کی لڑکی ہے فلاں بن فلاں فلاں بنت فلاں فلاں زوج فلاں کہنا ضروری نہیں ہے البتہ اگر کہہ دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔واللہ تعالی اعلم

(فتاوی فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۴۴۸)

کتبـــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

۷ جوئی ۲۰۱۸ء

خصی کی قربانی کرنا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خصی کئے ہوئے جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں۔سائل اصغر علی دیناجپور

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں اور چونکہ خصی ہونا یہ عیب نہیں اس لیے کہ اس کی قربانی جائز و درست ہے۔

درمختار میں ہے کہ:

یضحی بالجماٍ والخصی

(درمختار مع رد المختار جلد پنجم ص ۲۱۲)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

یجوز المجبوب العاجز عن الجماع

(فتاوی عالمگیری جلد پنجم ص ۲۶۲)

اور علامہ امجد علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

خصی یعنی جس کے خصیئے نکال لئے گئے ہوں یا مجبوب یعنی جس کے خصیئے اور عضو تناسل سب کاٹ لیے گیے ہوں ان کی قربانی جائز و درست ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(بہار شریعت جلد دوم ح پانزدہم قربانی کا بیان ص ۲٤۰۲، فتاوی فیض الرسول جلد دوم کتاب الاضحیہ ص ٤٦٢)

کتبــــــہ

محمد سلطان رضا شمسی نیپال

۱۳ اگست بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی قربانی کی ھے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: علمائے کرام کی بارگاہ میں سوال عرض ھے کیا آں حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے حج کے موقع کے علاوہ بھی قربانی کی ھے؟ اور کیا آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ شریف میں قربانی کی ھے؟ جزاک اللہ تعالی۔

سائل محمد ذیشان احمد چشتی لاہور پاکستان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــــالی

جی ہاں جیسا کہ حدیث شریف سے واضح ہے:

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ عید گاہ میں ذبح اور نحر کرتے تھے۔

(صحیح البخاری)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ ضَحّٰی رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَقْرَنَیْنِ ذَبَحَھُمَا بِیَدِہٖ وَ سَمّٰی وَ کَبَّرَ قَالَ رَاَیْتُہٗ وَاضِعًا قَدَمَہٗ عَلٰی صِفَاحِھِمَا وَیَقُوْلُ بِسْمِ اللہِ اللہُ اَکْبَرُ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے دو دنبوں کی جو سینگوں والے (یعنی جن کے سینگ لمبے تھے یا یہ کہ سینگ ٹوٹے ہوئے نہ تھے) اور ابلق (یعنی سیاہ رنگ کے) تھے قربانی کی۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر (خود) اپنے ہاتھ سے انہیں ذبح کیا۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پہلو (یا گلے) پر پاؤں رکھے ہوئے تھے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہتے تھے۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، ماخوذ مشکوۃ شریف قربانی کا بیان)

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں: امام احمد ابو داؤد وابن ماجہ و دارمی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذبح کے دن دو مینڈھے سینگ والے چت کبرے خصی کئے ہوئے ذبح کئے جب ان کا منہ قبلہ کو کیا تو یہ پڑھا یعنی قربانی کی دعا پڑھی۔

(بہار شریعت حصہ ۱۵ ص ۳۲۹)

مزید معلومات کے لئے بہار شریعت کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــہ

محمد عامل رضا المعروف ضیاء انجم قادری رضوی لکھیم پور کھیری/ ۳۱ جولائی بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

عیدالاضحیٰ کے بعد بال بنانے کاحکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین زید کے نام سے قربانی ہے اور وہ 12 ذالحجہ کو اس کے نام سے قربانی ہے جب سے چاند دیکھا تب سے لیکر ناخن بال وغیرہ نہیں ترشوایاہے کیا زید عید کی نماز پڑھنے کے بعد ترشواسکتاہے؟ یااس کے نام سے جب قربانی ہوجائے تب ترشوائے گا.

؟سائل محمد مشرف رضارضوی پورنوی بھار

وعليكم السلام ورحمةالله وبركاته

الجـــــــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــــالى

عشرہ ذی الحجہ میں ناخن اور بال وغیرہ نہ ترشوانا سنت مستحبہ ہے اگر نہ ترشوائے تو بہتر ہے اور ترشوائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اگرکسی وجہ سے چالیس دن ہو گئے ہوں تو عشرہ ذی الحجہ ہی میں کٹوائے کہ چالیس دن سے زیادہ تک نہ کٹوانا گناہ ہے اور مستحب کے لئے گناہ کرنے کی اجازت نہیں اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:

ردالمحتار کے حوالے سے : فی شرح المنية فی المضمرات عن ابن المبارك فی تقليم الاظفار وحلق الراس فی عشر ذی الحجة قال لاتوخر السنة وقد ورد ذلك ولا يجب التاخير اه فهذا محمول على الندب بالاجماع الاان نفی الوجوب لاينافی الاستحباب فيكون مستحبا الاان استلزم الزيادة على وقت اباحة التاخير ونهاية مادون الاربعين فلا يباح فوقها ۔ والله تعالى اعلم

(فتاوی رضویہ جلدہشتم ص385،فتاوی فقیہ ملت جلد دوم ص224)

کتبــــــہ

محمد اسماعیل خان امجدی گونڈہ یوپی

انجکشن کے ذریعے جانوروں کی افزائش نسل کا جواز اور قربانی کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: ایک مسئلہ بتائیے کہ سوئی سے جو بچہ پیدا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں مع دلیل؟ سائل. مدثر اقبال جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالی

جانوروں کی افزائش نسل کے لئے نر جانور کے مادۂ منویہ کے تولیدی جرثومے کو انجکشن کے ذریعے مادہ جانور کی بچہ دانی میں پہونچانا جائز ہے اور اس کے نتیجے میں حلال جانوروں بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اور اونٹنی وغیرہ کے جو بچے پیدا ہوتے ہیں وہ بھی حلال ہوتے ہیں ان کی قربانی بھی ہر قسم کی کراہت سے پاک اور جائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(تفہیم المسائل ج:4 /سوال نمبر 174 کا جواب)

کتبـــــه

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۱۸ اگست بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

قربانی کا سارا گوشت گھر میں ہی رکھ لیا تو کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام قربانی کا پورا گوشت صاحب قربانی کھانا چاہ رہے ہیں تو کیا وہ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ سائل علی رضا پاکستان

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالی

قربانی کے گوشت کے تین حصہ کرنا ضروری نہیں بلکہ بہتر ہے لہذا اگر کسی کے اہل وعیال

زیادہ ہوں اور صاحب وسعت نہ ہوتو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں کے لئے ہی رکھ لے جیسا کہ علامہ علاء الدین ابوبکر مسعود کاسانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

والتصدق افضل الا ان یکون الرجل ذا عیال و غیر موسع الحال فان الأفضل له حینئذ ان یدعه لعیاله و یوسع علیهم اه

(بدائع الصنائع ج4 ص225 / فتاوی عالمگیری ج5 ص300)

اور اسی میں ہے کہ:

ولو حبس الکل لنفسه جاز لان القربة فی الاراقة اه

(بدائع الصنائع ج4ص224)

اور فتاوی شامی میں ہے کہ:

ولو حبس الکل لنفسه جاز لان القربة فی الاراقة و التصدق بالحم تطوع ۔ والله تعالی اعلم

(فتاوی شامی ج9 ص474: کتاب الاضحیہ)

کتبـــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی
۲۳ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۴ اگست ۲۰۲۰ء بروز منگل

عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کرنا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام غور فرمائیں جیسا کہ پورے ملک میں لاک ڈاؤن نافذ ہے ۱۱ اگست کو انشاءاللہ عیدالاضحیٰ کی دوگانہ نماز ادا کرنی ہے وسنت خلیلی بھی سرانجام دینا ہے۔ اگر عیدالفطر کی طرح عید قرباں میں بھی لاک ڈاؤن نافذ رہا تو کیا بغیر عیدالاضحیٰ کی دوگانہ نماز ادا کئے قربانی کرسکتے ہیں حوالہ کے ساتھ جواب ارسال فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ سائل امیر حمزہ عامر ابراہیم پور اعظم گڑھ یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــہ تعــــــــالی

شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز عید کے بعد ہو اگر کسی نے نماز عید سے پہلے قربانی کی تو درست نہیں اور ایک بات یہ کہ شہر میں متعدد جگہ نماز عید ہوتی ہو تو پہلی جگہ ہونے کے بعد قربانی درست ہے اگرچہ عیدگاہ میں ابھی نماز نہ ہوئی ہو اور دیہات میں جہاں نماز عید نہیں وہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی درست ہے البتہ بہتر ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد کی جائے دسویں کو اگر کسی عذر کے سبب نماز عید نہیں ہوئی تو قربانی کے لئے ضروری ہے کہ وقت نماز جاتا رہے یعنی زوال کا وقت آجائے اسکے بعد قربانی ہو سکتی ہے اور دوسرے یا تیسرے دن نماز عید سے پہلے قربانی درست ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے:

وبعد مضی وقتها لو لم یصلوا العذر الخ

اور ایک بات یاد رکھیں کہ یہاں عذر سے مراد غیر فتنہ عذر ہے اور کسی شہر میں فتنہ کی وجہ سے نماز عید نہ ہو تو طلوع فجر کے بعد قربانی ہو سکتی ہے۔

(بہار شریعت حصہ ۱۵ قربانی کا بیان صفحہ ۲۱۲)

اور درمختار میں ہے:

عذر سے مراد غیر فتنہ عذر ہے چنانچہ آگے مذکور ہے **وبعد طلوع الفجر۔ واللہ تعالی اعلم**

(در مختار جلد جلد ۴ صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید کمپنی)

کتبــــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

۱۴ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۵ اگست ۲۰۲۰ء بروز بدھ

مالک نصاب ہوتے ہوئے کسی نے قربانی نہیں کی اور بھائی نے اسکی طرف سے قربانی کردی تو وجوب ساقط ہوگا کہ نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید مالک نصاب ہے لیکن وہ قربانی نہیں کرتا اگر اس کا بھائی اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو کرسکتا ہے یا نہیں اور زید کی طرف سے واجب ادا ہو جائے گا یہ نفل کا ثواب ملے گا اور کیا زید سے اجازت لینی ضروری ہے یا نہیں؟ مفتیان کرام اس پر رہنمائی فرمائیں۔ سائل محمد ساجد رضا مرادآباد

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــــــه تعــــــــــالی

زید مالک نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے کی وجہ سے سخت گنہگار ہوگا لیکن اگر اس کا بھائی اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو اس کی اجازت سے کرسکتا ہے بغیر اس کی اجازت کے کردیا تو واجب اس سے ساقط نہیں ہوگا جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

لیس علی الرجل أن یضحی عن اولادہ الکبار و امراتہ إلا باذنہ اھ
(فتاوی عالمگیری ج 5 ص 293 کتاب الاضحیۃ ، الباب الاوّل فی تفسیرھا إلخ)

اور بہار شریعت میں ہے کہ:

بالغ لڑکوں یا بیوی کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو ان سے اجازت حاصل کرے بغیر ان کے کہے اگر کردی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا اور نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں ہے مگر کردینا بہتر ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(بہار شریعت ج3 ص334: قربانی کا بیان)

کتبــــــه
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی
۹ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۳۱ جولائی ۲۰۲۰ء بروز جمعہ

نماز عید سے قبل قربانی کا کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے پر کہ نماز عید سے پہلے قربانی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ صحیح بخاری شریف جلد ۲ صفحہ نمبر ۸۳۲ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید کی نماز کے بعد قربانی کرنا ہمارے طریقہ پر عمل ہے اور نماز عید سے پہلے قربانی کرنا صرف گوشت حاصل کرنا ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ سائل حافظ محمد اعجاز نوری خلیل آبادی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

مذکورہ شخص بحوالہ حدیث مبارکہ کا کہنا حق و درست ہے لیکن اس حدیث مبارکہ کا مصداق اہل مصر ہیں نا کہ دیہات کیونکہ شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کیا تو قربانی ہوگی ہی نہیں ہاں اگر دیہات میں عید الاضحی سے پہلے قربانی کی تو ہو جائے گی جیسا کہ میرے امام اہلسنت فقیہ با کمال امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

دیہات میں عید جائز نہیں۔ قربانی اگر گاؤں میں ہو طلوع صبح کے بعد ہوسکتی ہے اگر چہ شہری نے اپنی قربانی وہاں بھیج دی ہو، اور اگر قربانی شہر میں ہو جہاں نماز عید واجب ہے تو لازم ہے کہ بعد نماز ہو، اگر نماز سے پہلے کرلی قربانی نہ ہوئی اگر چہ قربانی دیہاتی کی ہو کہ اس نے شہر میں کی۔

درمختار میں ہے:

(اول وقتھا بعد الصلاۃ ان ذبح فی مصر) ای لو اسبق صلوۃ عید ولو قبل الخطبۃ لکن بعدھا احب (وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ) والمعتبر مکان الاضحیۃ لامکان من علیہ فحیلۃ مصری اراد التعجیل ان یخرجھا الخارج المصر فیضحی بھا اذا اطلع الفجر۔ مجتبی

اگر شہر میں قربانی دینی ہو تو اس کا وقت نماز کے بعد شروع یعنی نماز عید سے پہلے ہو اگر چہ قربانی خطبہ سے پہلے کرے بعد از خطبہ افضل ہے، اور قربانی شہر میں نہ ہو تو اس کا اول وقت بعد از طلوع

فجر بروز عید قربان، اس فرق میں قربانی کا مقام معتبر ہے نہ کہ قربانی والے کا مقام شہری کے لئے قربانی جلدی کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ وہ جانور کو شہر سے خارج لیجا کر فجر کے بعد قربانی کرے، مجتبیٰ۔ واللہ اعلم

(فتاوی رضویہ شریف جدید جلد (۲۰) ص (۲۵۴) مکتبہ دعوت اسلامی)

کتبـــــہ

محمد راشد مکی کٹیہار بہار

۵ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷ جولائی ۲۰۲۰ء بروز سوموار

چار بھائی ایک ساتھ رہتے ہیں اور رقم چاروں کے کمائی کی ہے تو قربانی کس کے نام سے ہو؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ایک باپ کے چار لڑکے ہیں اور چاروں لڑکے کماتے ہیں اور چاروں لڑکے ایک ہی میں ہیں تو اس صورت میں کس کے نام سے قربانی ہوگی حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ سائل محمد عباس اشرفی کچھوچھہ شریف

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــہ تعــــــــالی

ان چاروں کا کمایا ہوا مال مشترک ہے لہذا اگر اتنا مال ہے کہ سب کے حصہ میں اتنا آئے کہ سب اس دن نصاب کے مالک ہو جائیں تو سب بالغوں پر قربانی واجب ہو جائے گی اور اگر اتنا حصہ نہیں جو نصاب کو پہنچے تو کسی پر قربانی واجب نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

(بحوالہ فتاوی بحر العلوم جلد پنجم صفحہ ۱۸۳؛ کتاب الاضحیہ؛ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

کتبـــــہ

محمد اختر رضا قادری رضوی سرکھیت نیپال

۶ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۸ جولائی ۲۰۲۰ء بروز منگل

قربانی کا گوشت کتنے دن کھا سکتے ہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ قربانی کا گوشت کتنے دن کھانا جائز ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت کرکے شکریہ کا موقع دیں مہربانی ہوگی؟ سائل محمد مطیع الرحمن ضلع درنگ خرپٹیا آسام

وعليكم السلام ورحمةالله وبركاته

الجــــــــواب بعونــــــــــه تعـــــــــالى

جب تک گوشت خراب نہ ہوا سے کھاسکتے ہیں کوئی حرج نہیں۔قرآن مجید میں ہے:

فكلوا منها واطعموا القانع والمعتر۔

ترجمہ: تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ۔

(پارہ 17 سورہ حج آیت 36)

صحیح بخاری شریف میں ہے:

قال كلوا، واطعموا، وادخروا

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ، کھلاؤ اور جمع کرو۔

(كتاب الاضاحي، باب مايوكل من لحوم الاضاحي صفحه 1020 المكتبة العصرية)

درمختار میں ہے:

ويأكل من لحم الأضحية ويوكل غنيا ويدخر۔

ترجمہ: وہ قربانی کا گوشت خود کھائے اور غنی کو کھلائے وہ ذخیرہ کرے۔ واللہ تعالی اعلم

(ج9 كتاب الاضحية صفحه 473/474 دار الكتب العلميه)

کتبــــــہ

محمد مظہر حسین سعدی رضوی سوناپوری اتر دیناجپور بنگال

۹ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۳۱ جولائی ۲۰۲۰ء بروز جمعہ

اوقات مکروہہ میں قربانی کرنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: ایک شخص نے گیارہ ذی الحجہ کو فجر کے فورا بعد وقت مکروہ میں قربانی کر ڈالی تو کیا اس کی قربانی نہیں ہوئی؟ نیز اوقات مکروہہ میں قربانی کا کیا حکم ہے مفصل لکھیں عوام کے ساتھ کچھ خواص بھی افواہیں اڑا رہے ہیں۔ سائل محمد مشرف رضا رضوی پورنیہ بہار انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

صورت مسئولہ میں قربانی ہوگئی قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح سے بارہویں ذی الحجہ قبل مغرب ہر وقت قربانی کرنا جائز ہے البتہ رات میں قربانی کرنا مکروہ (تنزیہی) ہے اور اگر اجالا کر کے قربانی کرے تو کراہت بھی نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 20 صفحہ 213 کتاب الذبائح)

اور کچھ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ مکروہ اوقات میں قربانی نہیں کرنا چاہیے یہ ان کا خیال محض باطل ہے۔

بہار شریعت میں ہے: قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن، دو راتیں اور ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

(حصہ 15 قربانی کا بیان مسئلہ 22)

کتبہ

محمد معصوم رضا نوری

۱۳ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۴ اگست ۲۰۲۰ء بروز منگل

کیا قربانی کے ایک حصے میں دو لوگ شریک ہو سکتے ہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا قربانی کے ایک حصے میں دو انسان شامل ہو سکتے ہیں۔ سائل محمد شاہ جہاں اسمٰعیلی کشن گنج بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

قربانی کے چھوٹے جانور مثلاً دنبہ، بھیڑ اور بکرا وغیرہ میں اسی طرح قربانی کے بڑے جانور کے ایک حصہ میں دو لوگ شریک نہیں ہو سکتے جیسا کہ مجدد اعظم سیدی سرکار اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی فتاوی رضویہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

گائے یا اونٹ میں دو سے سات تک شریک ہو سکتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ کسی طرح باہم حصہ کریں جبکہ ایک حصہ سے کم نہ ہو جائز ہے ہاں اگر ایک نے سوا چھ حصے لئے دوسرے نے پون تو وہ جانور نرا گوشت ہوگیا قربانی وعقیقہ کچھ نہ ہوا نہ اس پون والے کا نہ سوا چھ والے کا کہ ایک حصہ سے کم میں تقرب نہیں ہوسکتا اور جب اسکے ایک جز میں نہ ہوا تو کسی جز میں نہ ہوا اللہ عزوجل ہر شریک سے غنی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ بعض اسکے لئے اور بعض غیر کے لئے جسکا ایک ذرہ غیر کے لئے ہو وہ کل غیر کے لئے ہے۔ (ج:20/ص:457/458/قربانی کا بیان/مکتبہ دعوت اسلامی)

اور بہار شریعت میں ہے:

جب قربانی کے شرائط پائے جائیں تو بکری کا ذبح کرنا یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے ساتویں حصہ سے کم نہیں ہوسکتا بلکہ اونٹ یا گائے کے شرکاء میں اگر کسی شریک کا ساتواں حصہ سے کم ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی یعنی جسکا ساتواں حصہ یا اس سے زیادہ ہے اسکی بھی قربانی نہیں ہوئی۔

(ح:15/ص:335/اضحیہ یعنی قربانی کا بیان/مجلس المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی)

اور درمختار میں ہے: ولو لأحدهم أقل من سبع لم يجز عن أحد۔ واللہ اعلم

(ج:9/ص:457/ كتاب الاضحية/ دار عالم الكتب)

کتبہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ/ ۴ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶ جولائی ۲۰۲۰ء مطابق بروز اتوار

قربانی کے بعد جانور کا بال کاٹنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ ذیل میں کہ قربانی کے بعد جانور کا بال کاٹنا کیسا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ سائل محمد محمد زبیر عالم قادری جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

جی ہاں بعد ذبح قربانی کے جانور کے بال وغیرہ کاٹکرا اپنے کام میں لاسکتا ہے لیکن ذبح سے پہلے نہیں اور اگر کاٹ لئے تو صدقہ کرے جیسا کہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں:

ذبح سے پہلے قربانی کے جانور کے بال اپنے کام کے لئے کاٹ لینا یا اسکا دودھ دوہنا مکروہ و ممنوع ہے اگر اس نے ان کاٹ لی لیا دودھ دوہ لیا تو اسے صدقہ کرے۔

پھر چند سطروں کے بعد اسی میں فرماتے ہیں:

جانور ذبح ہوگیا تو اب اس کے بال کو اپنے کام کے لئے کاٹ سکتا ہے اور اگر اسکے تھن میں دودھ ہے تو دوہ سکتا ہے کہ جو مقصود تھا وہ پورا ہوگیا اب یہ اسکی ملک ہے اپنے صرف میں لاسکتا ہے۔

(ح:15/ص:347/قربانی کے جانور کا بیان/مجلس المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی)

اور فتاوی ھندیہ میں ہے:

ولو حلب اللبن من الأضحية قبل الذبح أو جز صوفها يتصدق به ولا ينتفع به كذا في الظهيرية و اذا ذبحها في وقتها جاز له أن يحلب لبنها و يجز صوفها و ينتفع به لان القربة اقيمت بالذبح والانتفاع بعد اقامة القربة مطلق كالا كل كذا في المحيط

(ج:5/ص:301/ الباب السادس في بيان ما يستحب في الأضحية والانتفاع بها/بيروت)

اور درمختار میں ہے:

(و کرہ جز صوفها قبل الذبح) لینتفع به فان جزہ تصدق به (بخلاف ما بعدہ) لحصول المقصود - مجتبیٰ - (و یکرہ الانتفاع بلبنها قبله) کما فی الصوف ۔ واللہ تعالی اعلم

(ج:9/ص:475/476/ کتاب الاضحیة/دار عالم الکتب)

کتبـــــــه

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۳ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۵ جولائی ۲۰۲۰ء مطابق بروز سنیچر

دس ایکڑ زمین کی جائیداد پر قربانی کا کیا حکم؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: حضور کیا جس کے پاس دس ایکڑ کی جائیداد اس کے اوپر قربانی واجب ہے یا نہیں ؟ سائل محمد یونس خان کرمھواں خرد مہراج گنج

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــــــواب بعونـــــــــــــــه تعـــــــــــالی

بیشک جس کے پاس دس ایکڑ زمین کی جائیداد ہے اس پر قربانی واجب ہے جیساکہ استاذ الفقہاء حضور فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد الامجدی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ھیں:

جس شخص کے پاس کھیتی کی زمین اتنی ہے کہ اگر اس کو بیچ ڈالے تو نصاب سے کئی گناہ زیادہ ہوجائے تو وہ شخص مالک نصاب ہے ۔اور اس پر قربانی وفطرہ واجب ہے البتہ زکوٰۃ واجب نہیں کہ کھیت کا وظیفہ عشر یا خراج ہے۔اور زکوۃ وعشر ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے۔

(ھکذا فی فتح القدیر)

اور قربانی واجب ہونے کے لیے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ چاندی کے چھپن روپئے کے مال کا مالک ہو چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل بھینس یا کاشت البتہ کارشتکار کے ہل کے بیل اس حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ۔ایسا ہی احکام شریعت حصہ دوم

صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ لاہور میں ہے۔
اور اسی کتاب میں دوسری جگہ یوں تحریر فرماتے ھیں:
زید مالک نصاب ہے اور اس پر قربانی واجب ہے کہ کھیت جس کی قیمت نصاب کو پہونچتی ہے وہ وجوب قربانی اور فطرہ کے لیے کافی ہے۔
فتاوی بزازیہ میں ہے:
لولہ عقار یستغلها قال الزعفرانی ان بلغت قیمتها نصابا تلزم اھ۔
اور درمختار میں ہے:
والیسار الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر ا۔
ردالمحتار میں ہے:
بان ملك مائتی درهم او عرضا یساویها غیر مسكنه وثیاب اللبس ومتاع یحتاجه الی ان یذبح الاضحیة ولوله عقار یستغله فقیل تلزم لو قیمته نصابا وقیل لو یدخل منه قوت سنته تلزم وقیل قوت شهر فمتی فضل نصاب تلزمه۔ واللہ تعالی اعلم
(فتاوی فیض الرسول جلد دوم کتاب الاضحیہ صفحہ ۴۳۸ ۴۴۲)

کتبــــــہ
محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی سدھارتھنگر یوپی
۲۰ ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۲ جولائی ۲۰۲۰ء بروز اتوار

جس جانور کا ایک تھن خشک ہوگیا اس کی قربانی کرنا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال: جس جانور کا ایک تھن سوکھ گیا تو قربانی ہوسکتی یا نہیں بینوا توجروا بالدلیل۔ سائل عبد الکریم ثمر نظامی
وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

اگر بکری یا بھینس کے سارے تھن خشک ہو گئے یا کٹ گئے یا پستان کا سرا خشک ہوگیا یا کٹ گیا ہوتو ان کی قربانی جائز نہیں اگر بعض تھن یا اس کا سرا صحیح سلامت ہو اور بعض عیب دار ہوتو اس میں قدرے تفصیل ہے اگر بکری یا بھیڑ کے ایک تھن یا اس کے سرا میں عیب ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں اگر گائے بھینس وغیرہ کے تھن یا سرا میں عیب ہے تو اس کی قربانی ہو جائے گی البتہ بچنا بہتر ہے اگر اس کے دو یا دو سے زیادہ تھن یا سرا عیب دار ہوتو اس کی قربانی جائز نہیں۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:

و مقطوعة رؤس ضروعها لا تجوز وفى الشاة و المعز إذا لم تكن لهما احدى حلمتيهما خلقة او ذهبت بأفة و بقيت واحدة لم تجز و فى البقر ان ذهبت واحدة تجوز و ان ذهبت اثنتان لاتجوز كذا فى الخلاصة و الشطور لا تجزى وهى من الشاة ما ان قطع اللبن عن احدى ضرعيها ومن الابل و البقر ما ان قطع اللبن من ضرعيهما لان لكل واحد منهما اربع اضرع كذا فى التتار خانية ۔

(فتاوی عالمگیری ج 5 ص 369 كتاب الاضحية ، باب بيان محل اقامة الواجب ، دار الكتب العلميه بيروت / فتاوى شامى ج 9 ص 470 : كتاب الاضحية ،دار الكتب العلميه بيروت)

اور اس میں ہے کہ:

ومن المشائخ من يذكر لهذا الفصل اصلا و يقول كل عيب يزيل المنفعة على الكمال او الجمال على الكمال يمنع الاضحية وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع ۔

(فتاوی عالمگیری ج 5 ص 369 كتاب الاضحية ، باب بيان محل اقامة الواجب ،دار الكتب العلميه بيروت)

اور بہار شریعت میں ہے کہ:

جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے بکری میں ایک کا خشک ہونا

ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے اور گائے بھینس میں دو خشک ہوں تو ناجائز ہے۔جس کی ناک کٹی ہو یا علاج کے ذریعہ اس کا دودھ خشک کر دیا ہو اور خنثیٰ جانور یعنی جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جلّالہ جو صرف غلیظ کھاتا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔واللہ تعالی اعلم
(بہار شریعت ج3 ص341: قربانی کے جانور کا بیان: المکتبۃ المدینہ)

کتبـــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی
۱۶ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۸ جولائی ۲۰۲۰ء بروز بدھ

شراب پلا کر وزن بڑھانے والے جانور کی قربانی کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: مفتیان عظام سے دریافت کرنا ہے بقرہ عید کے موقع پر بکرے کا وزن بڑھانے کے لئے بکرے کو شراب پلاتے ہیں کیا ایسے بکروں کی قربانی جائز ہے یا نہیں شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ سائل محمد حسین رضوی غوثیہ محلہ شیرانی آباد ناگور راجستھان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــــالی

بکرے کا وزن بڑھانے کے لئے اس کو شراب پلانا انتہائی درجہ کی حماقت اور گندی و گھناؤنی حرکت ہے شراب تو جانوروں کے زخم پر بھی بطور علاج نہیں لگا سکتے تو پلانا تو بہت دور کی بات ہے۔

بہار شریعت میں بحوالہ فتاوی ھندیہ ہے: جانوروں کے زخم میں بھی بطور علاج اس کو نہیں لگا سکتے۔

(ج:3/ح:17/ص:672)

اور ہاں اگر ایسے بکرے کو کچھ دنوں تک شراب سے دور رکھے جب بدبو جاتی رہے تو اس کا گوشت کھانا اور اس کی قربانی جائز ہے۔

مجدد اعظم سیدی سرکار اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی فتاوی

رضویہ شریف میں بحوالہ فتاوی امام قاضی خاں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لو ان جدیا غذی بلبن الخنزیر لا بأس بأکلہ لأن لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ مستھلکا لا یبقیٰ لہ أثر۔

اور بحوالہ فتاوی کبریٰ و فتاوی عالمگیریہ فرماتے ہیں کہ: الجدی اذا کان یربی بلبن الأتان والخنزیر ان اعتلف ایاما فلا بأس لأنہ بمنزلۃ الجلالۃ والجلالۃ اذا حبست ایاما فعلفت لا بأس بہا فکذا ھذا۔

(فتاوی رضویہ شریف ج:20/ص:445/کتاب الأضحیۃ/مکتبہ دعوت اسلامی)

اور حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض گائیں بکریاں غلیظ کھانے لگتی ہیں ان کو جلالہ کہتے ہیں ان کے بدن اور گوشت وغیرہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس کو کئی دن تک باندھکر رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائے جب بدبو جاتی رہے ذبح کر کے کھائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(ج:3/ح:15/ص:325)

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

قربانی کے جانور کی بیع عدد وزن کے اعتبار سے کرنا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: مفتیان عظام سے دریافت کرنا ھے کہ ہمارے یہاں قربانی کے لئے زندہ جانور وزن کے حساب سے بھی فروخت ھو رھے ھیں۔ مثلا بکرا زندہ 675 روپئے فی کلو۔ اس کی شرعی حیثیت بتادیں کیا جانور خریدا جائے یا نہیں۔ سائل ذیشان احمد لاھور

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــہ تعــــــــالی

ہمارے یہاں کا عرف یہ ہیکہ جانور کو عدد کے اعتبار سے خریدا اور بیچا جاتا ہے اس لئے کہ جانور

عددی چیز ہے اور اس کی بیع ہمیشہ گنتی کے اعتبار سے ہی ہوتی رہی ہے جیسا کہ آج بھی رائج ہے لیکن جہاں جانور کو عدد و وزن دونوں اعتبار سے بیع کا عرف ہوتو وہاں دونوں طرح خریدا اور بیچا جا سکتا ہے اس لئے کہ بہت سے مسائل شرعیہ کا مدار عرف پر ہے جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے:

العادۃ محکمۃ المعروف کالمشروط

(من الفن الاول القاعدۃ السادسۃ ص:85/79)

اور جانور کو تولکر بیچنے وخریدنے کی جائز ودرست صورت یہ ہے کہ بیچنے والا خریدنے والے سے کہدے کہ میں جانور کو مثلا چارسو (400) روپے فی کلو بیچتا ہوں پھر بیچنے اور خریدنے والے کے سامنے جانور کو تولا جائے اب متعینہ ومقررہ قیمت کے اعتبار سے اس جانور کی جو قیمت ہوتو بیچنے والا کہے میں نے اس جانور کو اس قیمت میں بیچا اور خریدنے والا کہے اس قیمت میں میں نے خریدا اس طرح بیچنا اور خریدنا صحیح و درست ہو جائے گا اس لئے کہ مبیع بھی متعین اور قیمت بھی معلوم۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اتراکھنڈ

۱۱ اگست بروز اتوار ۲۰۱۹ عیسوی

قربانی کا گوشت ہندو کاریگر کو کھلانا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: اہل گروپ سے گزارش ہے کہ زید کے یہاں کچھ کاریگر کھانا کھاتا ہے اور ہفتے میں زید کو کھانے کا پیسہ دیتا ہے اور زید قربانی کے گوشت کو کھانے میں کھلاتا ہے تو زید کے لئے قربانی کے گوشت کا پیسہ لینا کیسا ہے برائے مہربانی دلیل کے ساتھ جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ سائل حافظ قیام الدین بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

قربانی کا گوشت کاریگر کو اجرت پر کھلا کر پھر اس سے پیسہ لینا جائز نہیں کہ اس طرح قربانی کا

گوشت بیچنے کی طرح ہوا اسی لیے فقہاء کرام نے ذبح کرنے والے کو قربانی کے گوشت میں سے بطورِ اجرت دینے سے منع فرمایا جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ولا یعطی أجر الجزار منها لأنه کبیع"

یعنی ذبح کرنے والے کو قربانی میں سے کوئی چیز بطورِ اُجرت نہیں دے سکتے کیونکہ یہ بھی بیع (خرید وفروخت) ہی کی طرح ہے۔

(الدر المختار کتاب الأضحیۃ صفحہ 648 دار الکتب العلمیۃ)

مجتہد فی المسائل حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقام پر قربانی کی کسی چیز کو اُجرت کے طور پر دینے کا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر یہ اجرت قرار پائی تو حرام ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد 20 صفحہ 449 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں کی کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہیں دے سکتا۔

(بہار شریعت جلد 3 صفحہ 346 مکتبۃ المدینہ)

کتبــــــہ

محمد معصوم رضا نوری

۱۶ اگست بروز جمعہ ۲۰۱۹ عیسوی

قربانی سے پہلے جانور خریدا تھا اس سے پہلے بچہ پیدا ہوا تو بچے کا کیا حکم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: قربانی کے لیے جانور خریدا تھا قربانی کرنے سے پہلے بچہ پیدا ہوا تو بچے کو بھی ذبح کر دیں اور اگر نہ ذبح کیا نہ صدقہ کیا بلکہ اسی کے یہاں رہا اور دوسرا سال آگیا تو اس جانور کی قربانی دینا کیسا ھے؟ علمائے کرام جواب دیں مہربانی ھوگی۔ سائل عبد اللطیف قادری بائسی پورنیہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اگر اس میں سے بچہ نکلے اور زندہ ہو تو اسے بھی ذبح کردیں یا بیچ کر ثمن صدقہ کردیں جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ:

قربانی سے پہلے جانور خریدا تھا قربانی سے پہلے اسکے بچہ پیدا ہوا تو بچہ کو بھی ذبح کرڈالے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا تو اسکا ثمن صدقہ کرے اور نہ ذبح کیا نہ صدقہ کیا اور ایام نحر (۱۰_۱۱-۱۲-) ذی الحجہ کے دن گذر گئے تو اسکو زندہ صدقہ کردے اور کچھ نہ کیا بلکہ بچہ کو خود رکھ لیا اور پھر قربانی کا زمانہ آگیا اور یہ چاہتا کہ اس سال قربانی میں اسی کو ذبح کرے،، تو نہیں کرسکتا ہے،، اور اگر اسی کی قربانی کردی، تو پھر دوسری قربانی کرے کہ وہ قربانی نہیں ہوئی اور وہ بچہ ذبح کیا ہوا صدقہ کردے، بلکہ ذبح سے جو کچھ اسکی قیمت میں کمی ہوئی ہے اسکو بھی صدقہ کردے خلاصہ کلام یہ کہ صورت مسئولہ میں اس جانور کی قربانی کرنا درست نہیں ہے۔واللہ تعالی اعلم

(فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیہ جلد ۵ صفحہ ۳۰۱، بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۲۲۵)

کتبــــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

۱۸ اگست بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

قربانی کے لئے خریدی گیا جانور گابھن نکل آئے تو کیا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے قربانی کے لیۓ ایک بکری خریدی لیکن وہ بکری گابھن نکل گئی تو اسکا کیا مسئلہ ہے بتائیں مہربانی ہوگی۔سائل محمد محسن رضا تحسینی کشنگج

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

اس حاملہ بکری کی قربانی جس کے بچہ میں ابھی تک جان نہیں پڑی ہے بالاتفاق جائز

ودرست ہے مگر جان پڑ جانے کے بعد اس کی قربانی امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے نزدیک کراہت تنزیہیہ کے ساتھ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے بہر حال قربانی دونوں صورتوں میں ہو جائے گی لیکن اگر حمل کا علم پہلے سے ہو جائے تو اس جانور کی قربانی نہ کرنا اولی ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

شاة أوبقرة أشرفت على الولادة قالوا يكره ذبحها لان فيه تضيع الولد وهذا قول ابی حنيفة رحمه الله تعالى كذا في فتاوی قاضی خان۔ (جلد ۵ صفحہ ۲۸۷)

بہار شریعت میں ہے: قربانی کی اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہے تو اسے بھی ذبح کر دیں اور اسے صرف میں لا سکتا ہے اور مرا ہوا بچہ ہو تو اسے پھینک دیں مردار ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(حصہ پانزدہم (۱۵) قربانی کے جانور کا بیان، مسئلہ نمبر ۷ ۳، صفحہ ۳۴۸)

کتبـــــہ
فداء المصطفی رضوی صمدی
۶ جولائی بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

کس صورت میں حاجی پر قربانی واجب ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ جو شخص حج کرنے گیا وہ وہاں مکہ شریف میں قربانی کرتا ہے تو کیا انکے نام سے گھر میں بھی قربانی کرنا ہوگا یا وہی قربانی اس کے لئے کافی ہے؟ عند الشرع جو بھی حق درست ہو بیان کی جائے۔ مع دلائل کتب معتبرہ۔ آپکا خادم: فقیر تسنیم رضوی مقام بنگال

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــواب بعونـــــه تعـــــالى

صورت مسئولہ میں جس شخص نے حج افراد کیا تو اس پر حج کی قربانی واجب نہ ہوگی بلکہ اس صورت میں مستحب ہوگی اور حج تمتع یا قران کیا تو بہر حال اس پر حج کے شکرانہ کی قربانی واجب ہوگی البتہ

اگر محتاج محض ہو جائے یعنی اس کے پاس اتنا نقد نہ رہ جائے کہ وہ جانور خرید سکے اور نہ ایسا سامان رہے کہ اسے بیچ کر لا سکے تو اس صورت میں قران یا تمتع کرنے والے پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے تین تو حج کے مہینے میں یعنی یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک حج کا احرام باندھنے کے بعد جب چاہئے رکھے اور باقی روزے تیرہویں ذی الحجہ کے بعد بہتر یہ ہے کہ گھر پہونچ کر رکھے۔

قال اللہ تعالی:

فَمَنۡ تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ اِلَى الۡحَجِّ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ○

(پ2 سورہ بقرہ آیت 196)

اور درمختار مع شامی میں ہے کہ:

و ذبح للقران وھو دم شکر بعد رمی یوم النحر وان عجز صام ثلثة ایام ولو متفرقة اخرھا یوم عرفة وسبعة بعد تمام حج "اھ ملخصا

(ج2 ص192)

پھر اگر ایام نحر میں قارن متمتع شرعا مقیم رہے یعنی مکہ شریف میں کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت سے اس وقت حاضر ہوئے کہ منی کی طرف حج کے لئے نکلنے میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ باقی ہے اور اس درمیان میں تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے اور مالک نصاب رہے تو ان پر عید الاضحی کی قربانی بھی واجب ہے چاہے حرم میں کرے یا گھر پر کرے اور اگر شرعا مسافر رہے اور وطن میں اپنے نام قربانی کا انتظام کئے تو وہ قربانی ان کی جانب سے نفلی ہوگی کسی صورت میں گھر کی قربانی حج کے شکرانہ کی قربانی کا بدل نہیں بن سکتی کہ اس کے لئے منی اور حدود حرم خاص ہیں۔

جیسا کہ ردالمحتار ج2 ص193 پر حج کے شکرانہ کی قربانی کے بارے میں ہے کہ:

یختص بالمکان وھو الحرم ۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاوی فیض الرسول ج1 ص539)

کتبہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۱۸ دسمبر بروز منگل ۲۰۱۸

قربانی کے فضائل وکس رنگ کے جانور کی قربانی کرنا افضل ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: ایک سوال عرض ہے دلائل سے مدلل جواب سے عنایت فرمائیں، قربانی کے فضائل کیا ہیں اور کس رنگ کا جانور قربانی کے لئے افضل ہیں۔ سائل قاری محمد علی بنتارہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــالی

قربانی کے فضائل: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا قربانی کے ہر خون کے قطرہ کے بدلے میں تمہارے پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔

(بحوالہ مجمع الزوائد ج4ص 17)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بے شک قربانی کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ تمہارے ہر پچھلے گناہ کی مغفرت کر دی جائے گی اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور اس کے ستر درجہ بڑھا کر تیرے میزان میں وزن کیا جائے گا۔

(بحوالہ کنز العمال ج5ص 231)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے خوشی کے ساتھ قربانی کی وہ اس کے لئے آگ سے حجاب ہو جائے گی یعنی دوزخ اور قربانی کرنے والے کے درمیان یہ قربانی کا جانور پردہ بن جائے گا۔

(بحوالہ مجمع الزوائد ج4ص 17)

یوم الاضحی کو کسی شخص کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے

(جامع ترمذی ص224)

ہر رنگ کے جانور کی قربانی جائز ہے مگر عیب سے خالی ہو اور سفید و فربہ مہنگا جانور افضل ہے امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی نے ایک حدیث پاک نقل فرمائی کہ:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال دم عفرإ احب الی اللہ من دم سوداوین

یعنی حضرت ابوھریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کے سفید رنگ کے جانور کی

قربانی اللہ تعالی کے نزدیک سیاہ رنگ کے دو جانور کی قربانی سے زیادہ پسندیدہ ہے۔
(سنن کبری ج 9 ص 273)

کم قیمت والا جانور کی قربانی جائز مگر مہنگی بہتر۔
سنن کبریٰ ص 272 پر ہے کہ:
عن بقیة قال قال النبی ﷺ ان احب الضحایا الی اللہ اغلاھا و اسمنھا
یعنی حضرت بقیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو زیادہ مہنگی اور زیادہ فربہ ہو۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ
محمد ثناء اللہ خاں ثناء القادری مرپا شریف
۱۲ اگست بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

دس بیگھہ زمین کے مالک پر قربانی کا کیا حکم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر کسی کے پاس ۱۰ بیگھہ زمین ہے مگر کیش نہیں ہے تو کیا اس پر قربانی واجب ہے حوالہ ضرور عنایت فرمائیں۔ سائل عبد القادر باندہ
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
الجــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــالی
10 بیگھہ زمین کی قیمت اگر اتنی ہے کہ اس کو بیچکر ساڑھے باون تولہ چاندی مل جائے تو وہ مالک نصاب ہے اس پر قربانی وصدقہ فطر واجب ہے۔
فتاوی بزازیہ میں ہے:
لو لہ عقار یستغلھا قال الزعفرانی ان بلغت قیمتھا نصابا تلزم۔
اور درمختار میں ہے:
والیسار الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر اھ

اوررد المحتار میں ہے:

بان ملك مائتی درهم او عرضا یساویها غیر مسکنة و ثیاب اللبس و متاع یحتاجه الی ان یذبح الاضحیة و لو له عقار یستغله فقیل تلزم لو قیمته نصابا و قیل لو یدخل منه قوت سنته تلزم و قیل قوت شهر فمتی فضل نصاب تلزمه۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاوی فیض الرسول ج:2/ص:438/کتاب الاضحیۃ)

کتبـــــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۱۴ اگست بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

بتوری والے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علمائے کرام کی بارگاہ خدمت میں مسئلہ عرض یہ ہے کہ ایک بکرا ہے جسکے کان کے نیچے ایک پھوڑا قسم کی جسکو بتوری کہتے ہیں نکل آئی ہے ابھی دو تین دن کی بات ہے ڈاکٹر کو دکھایا گیا ہے تو اس نے بتایا ہے کہ پھوڑا نہیں ہے اس بکرا کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔ المستفتی: محمد شمشاد رضا برکاتی لکھیم پورکھیری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

جس جانور کے کان کے نیچے ایک پھوڑا قسم کا ہے جس کو ہماری زبان میں بتوری کہتے ہیں اگر وہ اس قدر بڑا ہو کہ اس کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی آتی ہے تو یہ عیب ہے اور اس جانور کی قربانی جائز نہیں اور قیمت کم نہ ہو تو قربانی جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ اور عیب اس کو کہتے ہیں جس کے سبب تاجروں کی نگاہ میں جانوروں کی قیمت کم ہو جائے جیسا کہ ھدایہ میں ہے کہ:

کل ما اوجب نقصان الثمن فی عادۃ التجارۃ فھو عیب

(ھدایہ ج3ص23: باب خیار العیب)

اور ردالمحتار میں ہے کہ:

واعلم ان الکل لا یخلو عن عیب و المستحب أن یکون سلیما عن العیوب الظاھرۃ فما جوزہ ھھنا جوز مع الکراھۃ کما فی المضمرات۔ واللہ اعلم

(ردالمحتار ج6ص323: کتاب الاضحیۃ)

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۲۹ جولائی بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

پہلا جانور گم ہوا دوسرا خریدنے پر مل گیا اس میں غریب وغنی کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: مفتیان کرام کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ کوئی صاحب نصاب نہیں تھا یعنی شرعی حیثیت سے غریب تھا پھر بھی قربانی کا جانور خرید لے آیا لیکن وہ جانور قربانی سے پہلے گم ہو گیا اب کیا اس پر قربانی کرنا واجب ہوگا؟ المستفتی: سید محمود قادری اشرفی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

اگر وہ غنی یعنی مالک نصاب تھا تو اس جانور کے خریدنے سے اس پر قربانی واجب نہ ہوئی بلکہ شرعا اس پر کسی ایک جانور کی قربانی واجب تھی لہٰذا جب ان دونوں میں سے کسی بھی جانور کی قربانی کر دی تو اس کی قربانی ہو گئی اور وجوب ساقط ہو گیا لیکن اگر دوسرا جانور پہلے والے سے کم قیمت کا ہو تو باقی روپئے کو صدقہ کرے اور اگر وہ فقیر تھا تو اس جانور کو بنیت قربانی خریدنے کی وجہ سے قربانی واجب ہو گئی اور اب یہی جانور متعین ہو گیا پھر جب گم ہو گیا یا چوری ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا جانور خرید لیا اور پہلا والا بھی مل گیا تو اس پر دونوں کی قربانی واجب ہے۔

الغرض مال دار پر شروع ہی سے وجوب ہے شریعت کی وجہ سے نہ خریدنے کی وجہ سے اور فقیر پر وجوب قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی وجہ سے ہے اس لئے جب اس نے دوبارہ جانور خریدے تو دو جانور کی قربانی واجب ہوئی۔

جیسا کہ ھدایہ میں ہے کہ:

لان الوجوب علی الغنی بالشرع ابتداء لا بالشراء فلم تتعین به و علی الفقیر بشرائه بنیة الاضحیة فتعینت ولا یجب علیه ضمان نقصانه کما فی نصاب الزکاة عن هذا الاصل قالوا اذا ماتت المشتراة للتضحیة علی الموسر مکانها اخری ولا شی علی الفقیر ولو ضلت او سرقت فاشتری اخری ثم ظهرت الاولی فی ایام النحر علی الموسر ذبح احدهما وعلی الفقیر ذبحهما اه

(ج4ص432 : کتاب الضحیة)

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

لو ضلت او سرقت فشری أخری ظهرت فعلی الغنی احدهما و علی الفقیر کلاهما

یعنی جانور گم ہوا یا چوری ہوا پھر دوسرا خریدا تو اول ظاہر ہوا تو غنی پر دونوں میں سے ایک ہے اور فقیر پر دونوں۔

(درمختار ج9ص471)

اور بہار شریعت میں ہے کہ:

اگر قربانی کا جانور گم ہوگیا یا چوری ہوگیا اور اس کی جگہ دوسرا جانور خرید لیا اب وہ مل گیا تو غنی کو اختیار ہے کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے قربانی کرے اور فقیر پر واجب ہے کہ دونوں کی قربانیاں کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بہار شریعت ج3ص342: قربانی کے جانور کا بیان)

کتبہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی/ ۲۸ جولائی بروز اتوار ۲۰۱۹ عیسوی

قرض دار شخص پر قربانی واجب ہے یا نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قرض دار ہے کیا وہ قربانی کرسکتا ہے یا نہیں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی: محمد توصیف رضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

کسی شخص کے پاس نصاب کے بقدر مال ہے اور وہ مقروض بھی ہے ایسی صورت میں یہ دیکھا جائے کہ اس کے مال سے قرض ادا کیا جائے تو اس کے پاس حاجت اصلیہ کے علاوہ نصاب کے بقدر مال یا سامان باقی رہتا ہے یا نہیں اگر اسکے مال سے قرض کی منہائی کے بعد وہ نصاب کا مالک رہتا ہے تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

جس پر قربانی واجب ہے، اگر اس شخص کے پاس فی الحال نقد رقم نہ ہو تب بھی قرضۂ حسنہ لیکر یا پھر ضرورت سے زائد جو سامان ہے اُسے فروخت کرکے قربانی کرنی ہوگی۔ اگر قرض کی ادائیگی کے بعد وہ صاحب نصاب نہیں رہتا تو قربانی واجب نہیں۔

فتاوی عالمگیری: کتاب الاضحیۃ، الباب الاول فی بیان من تجب علیه ومن لا تجب میں ہے کہ: ولو کان علیه دین بحیث لو صرف فیه نقص نصابه لا تجب۔

یعنی اگر کسی کے ذمہ اتنا قرض ہو کہ وہ قرض ادا کرنے کی صورت میں اس کا نصاب کم ہو جاتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں۔ (ج5 ص292)

اور فتاوی امجدیہ میں ہے کہ:

اگر قربانی اس پر واجب ہے اور اس وقت اس کے پاس روپیہ نہیں تو قرض لے کر یا کوئی چیز فروخت کرکے قربانی کا جانور حاصل کرے اور قربانی کرے۔ واللہ تعالی اعلم (فتاوی امجدیہ ج3 ص315)

کتبـــــه

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی/ ۲۸ دسمبر بروز جمعہ ۲۰۱۸

زوال کے وقت قربانی کا کیا حکم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ وقت زوال قربانی کرسکتے ہیں مع دلائل جواب عنایت فرمائیں۔سائل محمد تنویر احمد قادری اسمٰعیلی، بنارس

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

وقت زوال قربانی کرنا جائز ہے جیسا کہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ: دسویں کو اگر عید کی نماز نہیں ہوئی تو قربانی کے لئے یہ ضرور ہے کہ وقت نماز جاتا رہے یعنی زوال کا وقت آجائے اب قربانی ہوسکتی ہے اور دوسرے یا تیسرے دن نماز عید سے قبل ہوسکتی ہے۔

(ج:3/ح:15/ص:337)

اور فتاوی ھندیہ میں ہے: اذا ترك الصلوۃیوم النحر بعذر او بغیر عذر لا تجوز الاضحیۃ حتی تزول الشمس۔

(ج:5/ص:295/الباب الثالث فی وقت الاضحیۃ)

اور درمختار میں ہے:

فی الینابیع ولو تعمد الترك فسن اول وقتها لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس۔ واللہ تعالی اعلم

(ج:9/ص:462/ کتاب الاضحیۃ)

کتبـــــه

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۱۴ اگست بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

قربانی کی کھال کو دفن کرنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چرم قربانی کا چمڑا کیا کیا جائے ممبئی کلکتہ حیدرآباد اور بہار میں مرکزی ادارہ شریعہ پٹنہ اور یوپی کے کچھ مختلف شہروں میں چمڑا دفن کرنے کا فیصلہ لیا گیا ہے دراصل اس حساس مسئلے پر مرکز اہلسنت بریلی شریف کا موقف کیا ہے جلد ہی اس کا جواب قرآن وسنت کی روشنی میں دیا جائے۔ المستفتی محمد شہنواز اختر رضوی پٹنہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

چمڑا کو دفن کردیں یہ مشورہ کسی طرح سے بھی درست نہیں نہ عقلاً نہ شرعاً فتاوی رضویہ جلد 20 صفحہ 455 مسئلہ نمبر 229 میں ہے کہ:

کلیجی دفن کرنا مال ضائع کرنا ہے اور اضاعت مال ناجائز اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ جب کلیجی دفن کرنا ناجائز فعل ہے تو کھال کو دفن کرنا بھی ناجائز ہے اس کام سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے یہ اسراف ہوا اور مال کا اسراف کرنے والا شیطان کا بھائی ہے اس سے نقصان وحرج:

(1) اضاعت مال جو ناجائز ہے (۲) یہ فعل بھی ناجائز (۳) فقراء ومساکین کو نقصان (٤) قربت کے کام سے محرومی (٥) اور اپنا نقصان (٦) اسراف یعنی فضول کام (٧) ثواب سے محرومی (٨) خلق کو پریشانی مثلاً اس کھال سے فیکٹری والے جو سامان بناتے ہیں جس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے اس ضروریات کو پوری کرنے میں لوگوں کو پریشانی اور کمی کا احساس ہوگا۔

اگر شرعی عذر کی بنا پر کھال خریدار کو کھال نہیں دینا ہے اس کا طریقہ یہ ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد 20 صفحہ 478 پر ہے کہ:

کھال بعینہ خواہ اس کا ڈول مشک کتاب کی جلد وغیرہ بنوا کر اپنے صرف میں لاسکتا ہے اور اسی جلد کے صفحہ 487 پر ہدایہ کے حوالہ سے ہے کہ:

قربانی کی کھال کو صدقہ کیا جائے کیونکہ یہ قربانی کا جز ہے یا اس کو خود کام میں لا کر گھر میں خوان یا تھیلا یا چھلنی وغیرہ بنا کر۔ اس کھال سے اپنے استعمال کے لئے چھلنی، مشکیزہ، میان دسترخوان، جراب و

غربال، ڈول بنوالیا جائے۔اس طرح سے اپنے فائدہ کے علاوہ کھال کا مقصد بھی پورا ہوگیا اور اضاعت مال بھی نہ ہوا۔

جب کلیجی کو دفن کرنا اضاعت مال ہے تو اس سے بدرجہ اتم کھال کا دفن کرنا اضاعت مال و اسراف ہے کیونکہ کلیجی صرف کھائی جاتی ہے اس کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں لیکن کھال سے دینی و دنیاوی فائدہ ہی فائدہ ہے اور اس کے ذریعہ ضروریات پوری کی جاتی ہے۔

نوٹ:۔اس کھال کو باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیز سے بدل کراسے کرائے پر نہیں دے سکتے مثلاً کھال کی مشک بنایا یا اس سے کوئی برتن خریدا اور اس مشک یا برتن کو کرایہ پر دیا یہ ناجائز ہے اس کرایہ کو تصدق کرنا ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی رضویہ جلد 20 صفحہ 494،296)

کتبـــــہ

محمد ثناءاللہ خاں ثناءالقادری مرپاشریف

۱۲ اگست بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

بڑے جانور میں ایک حصہ دیوبندی کا ہوتو قربانی ہوگی یا نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلے ذیل کے بارے میں کہ قربانی کے سات حصے میں سے چھ حصے سنی اور ایک حصہ دیوبندی یا وہابی یا غیر مقلد شریک ہوتا ہے تو چھ حصے سنی مسلمانوں کی قربانی ہوگی یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔سائل محمد منور عالم مدھے پورہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعــــــــــــالی

کسی کی قربانی نہیں ہوگی کیوں کہ قربانی کے تمام شرکاء کا مسلمان ہونا اور نیت تقرب کا ہونا ضروری ہے ہدایہ آخرین میں ہے:

ان کان شریك الستة نصرانیا او رجلا یرید اللحم لم یجز عن واحد منهم

(کتاب الاضحیة، صفحه ۴۳۳)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

او کان شریك السبع من یرید اللحم او کان نصرانیا ونحو ذلك لا یجوز للآخرین ایضا کذا فی السراجیة

(جلد ۵، صفحه ۳۰۴)

تنویر الابصار میں ہے:

ان کان شریك الستة نصرانیا او مریدا اللحم لم یجز عن واحد

(جلد ۹، کتاب الاضحیة، صفحه ۴۷۲)

بہار شریعت میں ہے:

گائے کے شرکاء میں سے ایک کافر ہے یا ان میں ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔ واللہ تعالی اعلم

(جلد ۳، قربانی کے جانور کا بیان صفحہ ۳۳٤)

کتبـــــہ

فداء المصطفی رضوی صمدی انفاسی

وصیت کے قربانی کے گوشت کا کیا حکم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علماء کرام کی بارگاہ میں عرض ہے مرحوم جو وصیت کر کے انتقال ہو جاتے ہیں کہ میرے نام سے قربانی دیتے رہنا تو کیا وہ گوشت گھر والے کھا سکتے ہیں یا نہیں یا صدقہ کر دے مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ سائل محمد مشرف رضا رضوی پورنوی بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

وصیت کی قربانی کا گوشت نہ خود کھائیں نہ اغنیاء کو کھلائیں بلکہ سارا گوشت صدقہ کردے۔
(بحوالہ ردالمحتار ج 5 ص229،فتاوی رضویہ ج 8 ص466)

فتاوی فیض الرسول ج 2 ص 444 پر فتاوی بزازیہ علی الھندیہ ج 3 ص 281 کے حوالہ سے مذکور ہے کہ: قال الصدر المختار انہ ضحی بامر المیت الاکل منھا وان بغیر امرہ یاکل

اگر چہ یہ وصیت عام میت کی ہو یا کسی بزرگ کی ہاں! اگر میت یا بزرگ میت نے وصیت انتقال کے پہلے قربانی کرنے کی نہ کی ہو تو ان کے نام سے جو قربانی ہوگی اس کا گوشت سبھی کھا سکتے ہیں۔

فتاوی امجدیہ ج3 ص 324 پر ہے کہ:
انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام اور دیگر اموات مسلمین کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے اور اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے دوسرے کو بھی کھلا سکتا ہے۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــــہ
محمد ثناء اللہ خان ثناء القادری مرپاشریف
۱۴ اگست بروز اتوار ۲۰۱۹ عیسوی

شرکاء قربانی میں گوشت حاصل کرنے والے کی نیت دوسروں پر ظاہر نہ ہو تو انکی قربانی کا کیا حکم ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ
سوال: کیا فرماتے ھیں علمائے دین کہ قربانی کے سات حصوں میں سے ایک حصہ دار کا قلبی ارادہ و نیت اصل میں گوشت ھے لیکن یہ نیت ارادہ باقی چھ حصہ داروں پر ظاہر نہیں اب ان حصہ داروں کی قربانی کا کیا شرعی حکم بنتا ھے۔سائل ذیشان احمد لاھور

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــالی

جب قربانی کے سات حصہ داروں میں سے ایک حصہ دار کی نیت صرف گوشت حاصل کرنا ہے تو بحکم شرعی ان میں سے کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی چاہے اس کی نیت باقی دوسرے حصہ داروں پر ظاہر ہو یا نہ ہو اس لئے کہ نیت دل کے پکے ارادے کا نام ہے اس میں زبان کا اعتبار نہیں۔

جیسا بہار شریعت میں ہے:

گائے کے شرکاء میں سے ایک کافر ہے یا ان میں سے ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی۔

(ج:3/ح:15/ص:343)

اور درمختار میں ہے:

و ان کان شریك الستة نصرانیا او مرید اللحم لم یجز عن واحد منهم

یعنی اور اگر چھٹا شخص نصرانی ہے یا گوشت کا طلب گار ہے تو ان میں سے کسی کی طرف سے قربانی درست نہ ہوگی۔

(ج/9:ص:472/ کتاب الاضحیة)

اور فتاوی ھندیہ میں ہے:

و ان کان کل واحد منهم صبیا او کان شریك السبع من یرید اللحم او کان نصرانیا و نحو ذالك لا یجوز للاخرین ایضا کذا فی السراجیه

یعنی اور اگر ہر شریک نابالغ ہو یا ساتویں حصہ کا شریک ایسا شخص ہو جو فقط گوشت چاہتا ہو یا نصرانی وغیرہ ہو تو دوسروں کی بھی قربانی جائز نہ ہوگی۔

اسی طرح سراجیہ میں ہے:

(5/ص:304/الباب فیما یتعلق بالشرکة فی الضحایا)

اور بہار شریعت میں ہے:

نیت دل کے پکے ارادہ کو کہتے ہیں نیت میں زبان کا اعتبار نہیں۔

(ج:1/ح:3/ص:492)

اور تنویر الابصار میں ہے:

النیۃ و ھی الارادۃ لا العلم والمعتبر فیھا عمل القلب اللازم للارادۃ
(ج:2/ص:91/90/باب شروط الصلاۃ)

اور فتاوی ھندیہ میں ہے:

النیۃ ارادۃ الدخول فی الصلاۃ والشرط ان یعلم بقلبہ
(ج:1/ص:65)

اور ھدایۃ شریف میں ہے:

والنیۃ ھی الارادۃ والشرط ان یعلم بقلبہ اما الذکر باللسان فلا معتبر بہ۔ واللہ تعالی اعلم
(ج:1/ص:297/باب شروط الصلاۃ التی تتقدمہا)

کتبـــــہ
محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ
۱۰ا گست بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

مرحومین کے نام کی قربانی کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: ۔مرحومین کے نام پر قربانی دیا ہوا جانور کا گوشت مرحومین کے گھر والوں کو کھانا کیسا ہے؟ نیز اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نہیں کھانا چاہئے عند الشرع کہاں تک درست ہے حوالہ کے ساتھ مدلل جواب دیں مہربانی ہوگی؟ سائل محمد صدام رضوی امجدی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــالی

جو لوگ کہتے ہیں کہ مرحومین کے نام سے قربانی کا گوشت نہیں کھانا چاہئے، یہ ان کی زیادتی ہے ہاں! اگر ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مرحوم کی وصیت کی ہوئی قربانی کا گوشت گھر والوں اور امیر دوست احباب کو کھانا جائز نہیں، تو ان کا قول درست ہے۔

جیسا کہ بہارشریعت جلد چہارم، حصہ پانزدہم، صفحہ ١٤٤، سطر نمبر ١١، مطبوعہ قدیم ناشر قادری بک ڈپو بریلی شریف میں ہے کہ:

میت کی طرف سے قربانی کی، تو اس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے، دوست احباب کو دے، فقیر کو دے یہ ضروری نہیں کہ سارا کا سارا گوشت فقیر ہی کو دے کیونکہ گوشت اس کی ملک ہے، یہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

اور اگر میت نے کہہ دیا ہے کہ میری طرف سے قربانی کر دینا، تو اس میں سے نہ کھائے، بلکہ کل کا کل گوشت صدقہ کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ
محمد جعفر علی صدیقی رضوی مہاراشٹر
١٦ اگست بروز جمعہ ٢٠١٩ عیسوی

ٹوٹے ہوئے سینگ والے جانور کی قربانی کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ اگر قربانی کے جانور کی سینگ ٹوٹ جائے اور چار حصوں میں سے صرف ایک حصہ بچا ہو تو کیا اس کی قربانی ہوسکتی ہے؟

سائل محمد سلمان اویسی جون پوری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعــــــــــــالی

سینگ ٹوٹا ہونا مضائقہ نہیں رکھتا مگر جہاں سے اُگا ہے اگر وہاں تک ٹوٹا تو ناجائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قول (ویضحی بالجماء) ھی التی لا قرن لھا خلقۃ و کذا العظماء التی ذھب بعض قرنھا بالکسر اوغیرہ فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز قھستانی وفی البدائع ان بلغ الکسر المشاش لایجزی والمشاش رؤس العظام مثل

الرکبتین والمرفقین۔

اس کا قول کہ جماء کی قربانی جائز ہے۔ یہ وہ ہے جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں اور یوں عظماء بھی جس کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹا ہو اور کچھ حصہ اس میں ہو، اور یہ ٹوٹ مخ سمیت ہو تو ناجائز ہے۔ قہستانی اور بدائع میں ہے اگر ٹوٹنا مشاش تک ہو تو ناجائز ہے۔ مشاش ہڈی کے سرے کو کہتے ہیں جیسے گھٹنے اور کہنیاں۔ واللہ تعالی اعلم

(ردالمحتار کتاب الاضحیة، فتاوی رضویہ مترجم ج۲۰)

کتبـــــہ

محمد اشفاق احمد علیمی پوربندر گجرات

۱۵ جولائی بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

کیا پہلے دن قربانی کرنے پر ثواب زیادہ ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا قربانی کرنا پہلے اور دوسرے دن زیادہ افضل ہے اور تیسرے دن قربانی کرنے میں ثواب میں کچھ کمی آجاتی ہے؟ تفصیلا جواب عنایت کریں سائل احمد حسین رضوی بھٹملا بستی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

دسویں ذی الحجہ کو قربانی کرنا افضل ہے پھر گیارہویں پھر بارہویں حضرت صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ پہلا دن یعنی دسویں تاریخ سب میں افضل ہے پھر گیارہویں اور پچھلا دن یعنی بارہویں سب میں کم درجہ ہے۔

(بہار شریعت جلد سوم حصہ 15 صفحہ 136 مطبوعہ فاروقیہ بکڈ پو دہلی)

رہا ثواب میں کمی زیادتی کا سوال تو ثواب پورا ملے گا حدیث پاک ملاحظہ کریں:

" عن زید بن ارقم قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا رسول اللہ ماھذاالاضاحی قال سنة ابیکم ابراھیم علیہ السلام

قالوا فما لنا فیھا یارسول اللہ قال بکل شعرۃ حسنۃ قالوا فالصوف یا رسول اللہ قال بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ "

(احمد ابن ماجہ ج 2 ص 226 ابواب الاضاحی)

ترجمہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اس سے ہم کو ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے عرض کیا اور ان کا کیا حکم ہے یارسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہ ان کے ہر بال میں بھی ایک نیکی ملے گی۔

(انوار الحدیث صفحہ 267 مطبوعہ مکتبہ فقیہ ملت دہلی)

اس سے بخوبی واضح ہوگیا کہ ایام قربانی میں جانور کو قربان کرنے کے حوالے سے پہلا دن یعنی دسویں تاریخ سب میں افضل ہے نہ کہ ثواب میں کمی بیشی کا معاملہ ہے۔

کتبـــــہ

ابوالاحسان محمد مشتاق احمد قادری مہاراشٹر

۱۷ ذی قعدہ ۱۴۴۲ھ بروز بدھ

قربانی کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اگر نہیں پڑھا تو کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام کہ ذبح کے بعد جو اللھم تقبل من فلاں بن فلاں کہا جاتا ہے اگر بھولے سے یہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟ اور اگر بڑے جانور میں سات افراد حصہ لئے اور ایک دو کا نام لیا گیا اور کچھ کا نام معلوم نہیں ہونے کی بنا پر یا بھولے سے چھوٹ گیا تو کیا قربانی نہیں ہوگی حکم شریعت بیان فرمائیں، سائل عمر فاروق کشی نگر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

صورت مسئولہ میں قربانی ہو جائے گی۔اس لئے کہ ذبح کے بعد جو اللھم تقبل من فلاں بن فلاں کہا جاتا ہے اگر سہوا یا قصدا فوت ہو جائے تو قربانی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔قربانی حلال وطیب ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو۔اور بڑے جانور میں جو سات آدمی کا نام لیا جاتا ہے یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے۔اس لئے کہ اللہ علیم وخبیر ہے۔اللہ تبارک وتعالی خوب جانتا ہے کہ میرا بندہ جو قربانی کرنا ہے جس کی طرف سے کرہا ہے۔ ہاں بہتر ہے کہ سبھی کا نام لیا جائے۔(ایسا ہی فتاوی فیض الرسول ج2 قربانی کے بیان میں ہے)واللہ اعلم

کتبــــہ

محمد اشفاق عطاری

غریب نے قربانی کی نیت سے بکرا پالا تو کیا اس پر قربانی کرنا واجب ہو گیا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ زید جو کہ مالک نصاب نہیں ہے اور زید کے پاس سال بھر کا ایک خصی ہے شروع سے ہی زید نے ارادہ کرلیا کہ امسال قربانی دونگا مگر اب چندروز سے زید مالی اعتبار سے کافی پریشان ہے تو کیا زید اب قربانی نہ دے کر اس خصی کو بیچ کر اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہے؟ علماء کرام سے عرض ہے کہ اپنا قیمتی وقت نکال کر رہنمائی فرمائیں کرم ہوگا۔سائل محمد فیروز احمد قادری نہرنیاں ہرلاکھی مدھوبنی بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

صورت مذکورہ میں زید پر قربانی واجب نہیں لہذا خصی کو بیچکر اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہے جیسا کہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

" بکری کا مالک تھا اور اسکی قربانی کی نیت کرلی یا خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ تھی بعد میں نیت کرلی تو اس نیت قربانی واجب نہیں ہوگی" اھ(ح:15 /ص:332 / قربانی کا بیان/مجلس المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی)

اور فتاوی ھندیہ میں ہے کہ:

بکری کا مالک تھا اور اسکی قربانی کی نیت کر لی یا خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ تھی بعد میں نیت کر لی تو اس نیت قربانی واجب نہیں ہوگی۔

(ج:15 /ص:332 /قربانی کا بیان/مجلس المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی)

ولو ملك انسان شاة فنوى أن يضحي بها أو اشترى شاة ولم ينو الأضحية وقت الشراء ثم نوى بعد ذالك أن يضحي بها لا تجب عليه سواء كان غنيا أو فقيرا۔

(اور ایسا ہی فتاوی فیض الرسول ج:2 /ص:445 /کتاب الاضحیۃ/شبیر برادرز اردو بازار لاہور/ میں ہے) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ ۹

ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ بروز منگل

چوری کا بکرا دانستہ و نادانستہ طور پر خریدانا کیسا نیز اسکی قربانی کرنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ چوری کئے ہوئے جانور کی قربانی کرنا کیسا لیکن خریدنے والے کو پتہ نہیں یہ بکرا چوری کا ہے اس بارے میں شریعت کا کیا حکم نافذ ہوگا دراصل ہمارے بہنوئی صاحب کا بکرا گلی میں سے چرا کر لے گئے ہیں اور وہ لوگ اس بکرے کو فروخت کر دینگے ۔المستفتی عبد الکلام رضوی بریلی شریف یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

چوری کے بکرے کو خرید کر اپنے تصرف میں لانا حرام حرام حرام اور اس کی قربانی بھی ناجائز حرام ہے کیونکہ مال حرام بارگاہ خدا میں مقبول نہیں بشرطیکہ جانتا ہو چوری کا ہے حدیث شریف میں ہے:

"عن أبي هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ﷺ إن الله طيب لا يقبل إلا طيبًا"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تمام عیوب سے پاک ہے اور وہ قبول نہیں کرتا ہے مگر حلال یعنی بارگاہ خدا میں مال حلال ہی قبول ہوتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح۔ باب الکسب وطلب الحلا ل، صفحہ ۲۴۱/مجلس برکات مبارکپور)

عن عبد الله بن مسعود عن رسول الله قال: "لا يكسب عبد مال حرام فتيصدق منه فيقبل منه و لا ينفق منه فيبارك له فيه و لا يتركه خلف ظهره لا كان زاده لى النار، ن الله لا يمحو السيئ بالسيئ و لكن يمحو السيئ بالحسن ن الخبيث لا يمحو الخبيث

ترجمہ وتشریح: حضرت عبد اللہ بن مسعود رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ حرام مال کما کر اس میں سے صدقہ وخیرات کرتا ہو اور اس کا وہ صدقہ قبول کرلیا جاتا ہو یعنی اگر کوئی شخص حرام ذرائع سے کمایا ہوا مال صدقہ وخیرات کرے تو اس کا صدقہ قطعاً قبول نہیں ہوتا اور نہ اسے کوئی ثواب ملتا ہے اور نہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص اس حرام کو (اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر) خرچ کرتا ہو اور اس میں اسے برکت حاصل ہوتی ہو یعنی حرام مال میں سے جو بھی خرچ کیا جاتا ہے اس میں بالکل برکت نہیں ہوتی اور جو شخص اپنے مرنے کے بعد حرام مال چھوڑ جاتا ہے اس کی حیثیت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں رہتی کہ وہ مال اس شخص کے لئے ایک ایسا توشہ بن جاتا ہے جو اسے دوزخ کی آگ تک پہنچا دیتا ہے اور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعے دور نہیں کرتا بلکہ برائی کو بھلائی کے ذریعے دور کرتا ہے اسی طرح ناپاک مال، ناپاک مال کو دور نہیں کرتا (یعنی حرام مال بُرائی کو دور نہیں کرتا بلکہ حلال مال بُرائی کو دور کرتا ہے۔

(ایضاً صفحہ ۲۴۲)

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں چوری کا مال دانستہ یعنی جانتے ہوئے خریدنا حرام ہے اور اگر معلوم نہیں ہے نہ کوئی واضح قرینہ ہو تو خریداری جائز ہے یعنی کسی شخص نے اس بکرے کو خریدا اور وہ نہیں جانتا ہے کہ یہ چوری کا ہے نہ ہی وہاں پر کوئی ایسا قرینہ موجود ہے کہ جس کے

ذریعے سے یہ پتہ لگ جائے کہ یہ اس کا مالک نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس بکرے کی خریداری جائز ہے اور اس کی قربانی بھی جائز ہے اور اگر خریدنے کے بعد یہ ثابت ہو جائے کہ یہ چوری کا مال ہے تو اس کا استعمال حرام ہے بلکہ مالک کو دے دیا جائے اور وہ نہ ہو تو اس کے ورثہ کو دیا جائے اور اگر ان کا بھی پتہ نہ چل سکے تو فقراء کو صدقہ کر دیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ہفتم، کتاب البیوع، صفحہ ۳۸)

اور حضور صدر الشریعہ رحمتہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: جو چیز اس کی ملک میں نہ ہو اسکی بیع جائز نہیں اور بیع باطل کا حکم یہ ہے کہ مبیع پر اگر مشتری کا قبضہ بھی ہو جائے جب مشتری اس کا مالک نہ ہوگا اور مشتری کے قبضہ امانت قرار پائے گا۔

(بہار شریعت حصہ ۱۱، ص ۷۰۱ / مکتبہ مدینہ دھلی)

کتبـــــہ

عبید اللہ حنفی رضوی

زخم شدہ جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علماء کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ ایک قربانی کا خصی ہے جس کے جسم پر چھ سات جگہ زخم ہو گیا ہے ساتھ میں دوا بھی کرایا جا رہا ہے متعدد زخم ہونے کی وجہ سے درستگی کے حوالے سے امکان بھی اور غیر امکان بھی تو اس جانور کی قربانی آنے والی اکیس تاریخ کو کرنا کیسا ہے؟ جواب مطلوب سائل

توصیف رضا مظفر پور وَعلی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــالی

قربانی کا جانور مطلقاً عیوب سے پاک وصاف ہونا چاہئے تاکہ اس کی قربانی افضل و اعلیٰ ہو، سوال میں جس جانور کا ذکر ہے اگر اس جانور کا زخم ایام نحر کے اختتام ہونے سے قبل درستگی تک پہنچ جائے تو قربانی ہو جائے گی، جیسا کہ حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ قدس سرہ تحریر فرماتے

ہیں: قربانی کے جانور کو قربانی کے وقت عیوب سے پاک ہونا چاہئے درمختار مع شامی میں ہے:

"لو کانت معیبة وقت الشراء ثم زال اجزات جلد"

(فتاویٰ بحرالعلوم جلد ۵ ص ۲۰۳ ناشر شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

اور اگر زخم تھوڑا ہے تو مع کراہت قربانی ہو جائے گی اور زخم زیادہ ہو تو نہیں ہوگی، جیسا کہ فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں: قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور زیادہ عیب ہو تو ہوگی ہی نہیں۔

(بہار شریعت جلد سوم حصہ (۱۵) ص (۳۴۲) ناشر دعوت اسلامی)

نیز اگر وہ زخم ایام نحر میں ٹھیک ہو جائے مگر اس گٹھلی کی شکل پیدا ہو جائے بال وغیرہ نہ جمے تو بھی قربانی جائز ہوگی لیکن وہی کراہت کے ساتھ، جیسا کہ فتاوی فقیہ ملت میں ہے: زخمی شدہ بکرا اگر اس کا زخم مندمل ہو گیا ہو اور اس جگہ دوسرے بال نکل آئے ہوں اور وہ زخم گٹھلی کی شکل اختیار نہ کیا ہو تو ایسے بکرے کی قربانی بلا کراہت جائز ہے، اور اگر وہ زخم گٹھلی کی طرح ہو کر مندمل ہوا ہو اور اس جگہ دوسرے بال بھی نہ جمے ہوں تو اس کی قربانی کراہت کے ساتھ جائز ہے، کہ یہ عیب ہے مگر عیب فاحش نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم ص (۲۹۸) میں ہے:

"و اما صفة فهو أن يكون سليما من العيوب الفاحشة كذا في البدائع"

واللہ تعالیٰ اعلم

(جلد (۲) ص (۲۴۸، ناشر شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

کتبـــــہ
محمد راشد مکی کٹیہار بہار

بچہ جنی ہوئی بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ بکری نے بچہ جنی تو کیا اس بکری کی قربانی جائز نہیں ہے؟ سائل محمد احمد

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

سائلہ یعنی دودھ دینے والی اور گابھن کی بھی قربانی جائز ہے مگر حدیث شریف میں ممانعت وارد ہے، جیسا کہ امام اہلسنت فقیہ باکمال امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں: دودھ کے جانور یا گابھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسند ہے۔حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی، (ملخصا)(فتاویٰ رضویہ شریف جدید جلد(۲۰)ص(۳۷۴)ناشر دعوت اسلامی)

کتبـــــہ
محمد راشد مکی کٹیہار بہار
۲۲ ذی قعدہ ۱۴۴۲ھ بروز اتوار

باب العقیقہ

(عقیقہ کا بیان)

قصاب سے ایک یا دو حصہ لیکر عقیقہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: ۔کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ قصاب عام دنوں میں جو جانور ذبح کرکے اس کے گوشت کو بیچتا ہے اسی جانور میں زید ایک یا دو حصہ عقیقہ کرنا چاہتا ہے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی غلام سرور چتراوی جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــواب بعونــــــــــــه تعــــــــــالی

قصاب عام دنوں میں جو جانور ذبح کرکے اس کے گوشت کو بیچتا ہے اس جانور میں ایک یا دو حصہ لیکر عقیقہ کرنا اور باقی گوشت کو فروخت کرنا جائز نہیں عقیقہ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ باقی میں تقرب الی اللہ نہیں پایا گیا کیونکہ عقیقہ یہ قربانی کے مثل ہے یعنی قربانی کے بڑے جانوروں میں بھی عقیقہ کی شرکت ہو سکتی ہے اور عقیقہ کے جانور میں بھی شرکت اسی طرح جائز ہے جیسے قربانی میں جب کہ سب کی نیت خالص لوجہ اللہ ہو اگر ایک کی نیت بھی قربت کی نہ ہوگی اور باقی سب کی نیت تقرب الی اللہ ہو تو کسی کی قربت ادا نہ ہوگی کہ وہ سب گوشت ہوگیا یعنی اگر ایک حصہ بھی نیت تقرب سے خالی رہا تو عقیقہ نہ ہوگا۔

جیسا کہ درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ:

(وإن كان شريك الستة نصرانيًا أو مريدًا اللحم لم يجز عن واحد) منهم لأن الإراقة لاتتجزأ"")

اور اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے کہ:

" كذا إذا كان عبدا او مدبرا يريد الاضحية لان نيته باطلة لانه ليس

من أهل هذه القربة فكان نصيبه لحما فمنع الجواز اصلا قد علم أن الشرط قصد القربة من الكل وشمل ما لو كان أحدهم مريدا للأضحية عن عامه و أصحابه عن الماضى تجوز الأضحية عنه و نية أصحابه باطلة و صاروا متطوعين، و عليهم التصدق بلحمها و على الواحد أيضاً لأن نصيبه شائع كما فى الخانية و ظاهره عدم جواز الأكل منها تأمل . و شمل ما لو كانت القربة واجبةً على الكل أو البعض اتفقت جهاتها أو لا . كأضحية و إحصار و جزاء صيد و حلق و متعة و قران الخ"

(در مختار مع رد المحتار ج9ص 540 : كتاب الاضحية، دار الكتب العلميه بيروت)

اور فتاوی رضویہ میں ہے کہ ایک گائے میں ایک سے سات کا عقیقہ ہوسکتا ہے۔ اگر عقیقہ کے سوا دوسرا حصہ ایک یا دو یا کتنا ہی خفیف غیر قربت مثلا اپنے کھانے کی نیت کو رکھا تو عقیقہ ادا نہ ہوگا، ہاں اگر وہ حصے بھی قربت کے ہوں، مثلا ایک حصہ عقیقہ، ایک حصہ قربانی عید الاضحی تو جائز ہے۔

(فتاوی رضویہ ج20 ص593: رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور بہار شریعت میں ہے کہ گائے کے شرکا میں سے ایک کافر ہے یا ان میں ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی بلکہ اگر شرکا میں سے کوئی غلام یا مدبر ہے جب بھی قربانی نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ لوگ اگر قربانی کی نیت بھی کریں تو نیت صحیح نہیں۔ قربانی کے سب شرکا کی نیت تقرّب ہو اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی کا ارادہ گوشت نہ ہو اور یہ ضرور نہیں کہ وہ تقرب ایک ہی قسم کا ہو مثلاً سب قربانی ہی کرنا چاہتے ہیں بلکہ اگر مختلف قسم کے تقرب ہوں وہ تقرب سب پر واجب ہو یا کسی پر واجب ہو اور کسی پر واجب نہ ہو ہر صورت میں قربانی جائز ہے مثلاً دم احصار اور احرام میں شکار کرنے کی جزا اور سر منڈانے کی وجہ سے دم واجب ہوا ہو اور تمتع و قران کا دم کہ ان سب کے ساتھ قربانی کی شرکت ہوسکتی ہے اسی طرح قربانی اور عقیقہ کی بھی شرکت ہوسکتی ہے کہ عقیقہ بھی تقرب کی ایک صورت ہے۔ واللہ اعلم

(بہار شریعت ج3 ص343 قربانی کے جانور کا بیان)

کتبــــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی/ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ

کیا عقیقہ کا گوشت دعوت کر کے کھلا سکتے ہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ مفتیان کرام توجہ دیں اس مسئلہ میں ہمارے طرف عقیقہ کا گوشت بھوج و دعوت طعام داری ہے کی طرح کھلاتے ہیں کیا اس طرح کھلانا جائز ہے جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ سائل ابو الکلام

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

صورت مسئولہ میں دعوت کر کے اس گوشت کو کھلانا جائز ہے جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ:

اس کا گوشت فقراء عزیز واقارب دوست واحباب کو کچا تقسیم کر دیا جائے یا پکا کر دیا جائے یا ان کو بطور ضیافت (یعنی بطور مہمان نوازی) دعوت کھلایا جائے یہ سب چیزیں جائز ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

(بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۲۴۰)

کتبـــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریلی دربھنگہ بہار

۱۵ نومبر بروز جمعرات ۲۰۱۸

جس جانور میں قربانی وعقیقہ دونوں کے حصے دار شریک ہوں اسکو ذبح کرنیکا طریقہ کیا ہے؟ نیز جس جانور کی پیدائش الٹی ہوئی ہو اسکی قربانی کا کیا حکم ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک ہی جانور میں قربانی بھی اور عقیقہ بھی تو اس جانور کو کیسے ذبح کرینگے ذبح کرنے کا طریقہ کیا ہوگا۔

۲۔اور وہ جانور جسکی پیدائش الٹا ہوئی ہو تو کیا اُسکی قربانی ہوگی یا نہیں جواب تحریر کر کے شکریہ کا موقع دیں۔سائل محمد دلبر نیپال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعـــــــــــالی

جس جانور میں قربانی وعقیقہ دونوں کے حصے دار شریک ہوں اسکو ذبح کرنیکا کوئی خاص طریقہ نہیں بلکہ وہی طریقہ ہے جو قربانی کے جانور کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ منہ قبلہ کی طرف ہو اور اپنا دایاں پاؤں اسکے پہلو پر رکھکر بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کر دیں اب رہی بات یہ کہ دعاء کونسی پڑھی جائے تو اسکے متعلق حضور فقیہ الملت والدین حضرت مفتی جلال الدین احمد قبلہ امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں کہ دونوں دعائیں پڑھی جائیں۔

جیسا کہ فتاوی فیض الرسول میں ہے:

بھینس کی قربانی جائز ہے اس میں کچھ حصہ قربانی اور کچھ حصہ عقیقہ ہو یہ بھی جائز ہے اگر ایک ہی جانور میں کچھ حصہ قربانی اور کچھ حصہ عقیقہ ہو تو وقت ذبح دونوں دعائیں پڑھے۔اھ

(ج:2/ص:463/قربانی کا بیان/شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

اور اگر دعاء نہ بھی پڑھی جائے جب بھی کچھ حرج نہیں عقیقہ ہو جائے گا جیسا کہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں:

عقیقہ میں جانور ذبح کرتے وقت ایک دعاء پڑھی جاتی ہے اسے پڑھ سکتے ہیں اور یاد نہ ہو تو بغیر دعاء پڑھے بھی ذبح کرنے سے عقیقہ ہو جائے گا۔

(ح:15/ص:357/عقیقہ کا بیان/مجلس المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی)

الجواب (۲):۔وہ جانور جسکی پیدائش الٹی ہوئی ہو تو اس جانور کی قربانی وعقیقہ ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں لعدم منع الشرعی جبکہ اور کوئی عیب مانع قربانی موجود نہ ہو۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۲۶ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۸ جولائی ۲۰۲۰ء مطابق بروز سنیچر

عقیقہ زندگی میں ایک بار ہوتا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں عقیقہ کتنے مرتبہ کرنا چاہیے ایک مرتبہ میں نے کیا اس وقت میرے پاس دولت اتنا نہیں تھا۔اب میرے پاس اتنا دولت ہے کہ میں دوسری مرتبہ عقیقہ کرنا چاہتا ہوں تو اس میں کتنے جانور ذبح کر سکتے ہیں جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔سائل محمد ثاقب رضا کشی نگر

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالی

پہلے آپ یہ جان لیں کہ عقیقہ کرنا کیا ہے تاکہ بات بآسانی سمجھ میں آجائے اس سلسلے میں حضرت علامہ مفتی خلیل احمد خان قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

بچہ پیدا ہونے کے شکرانے میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اس کو عقیقہ کہتے ہیں ہمارے نزدیک عقیقہ مباح ومستحب ہے نہ لازم وضروری ہے نہ سنت مؤکدہ یہ نہیں کہ نہ کرنے پر خدا کے یہاں گرفت ہو اور آدمی پکڑا جائے یا مجرم قرار پائے ہاں! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے ایک یا دو مینڈھے کا عقیقہ کیا۔

(ابوداؤد ونسائی)

تو ہمارے لئے بھی باعث برکت ہے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ بچہ کی سلامتی اس کی نشو ونما اور اس میں اچھے اوصاف ہونا عقیقہ کے ساتھ وابستہ ہیں تو جسے اولاد عزیز ہو وہ عقیقہ نہ چھوڑے۔

(سنی بہشتی زیور حصہ سوم صفحہ نمبر 291)

فتاوی فقیہ ملت میں ہے کہ:عقیقہ کرنا ضروری نہیں بلکہ مباح ومستحب ہے۔ایسا ہی بہار شریعت حصہ پانزدہم صفحہ نمبر 153 پر ہے۔

اور لڑکا کے عقیقہ میں دو بکرے اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی جائے۔حدیث شریف میں ہے:

عن الغلام شاتان مثلان،وعن الجارية شاة

(ابوداؤد جلد دوم صفحہ نمبر 392 باب فی العقیقہ ،بحوالہ فتاویٰ فقیہ ملت جلد دوم صفحہ نمبر 256)

اور شمس العلماء علامہ شمس الدین احمد جعفری رضوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

لڑکے کے لئے دو بکرے اور لڑکی کے لئے ایک بکری ذبح کی جائے یعنی لڑکے میں نر جانور اور لڑکی میں مادہ مناسب ہے اس کے برعکس میں بھی حرج نہیں بلکہ دو نہ ہوسکے تو لڑکے میں صرف ایک بکری میں بھی حرج نہیں۔ (قانون شریعت حصہ اول صفحہ 214)

اور حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

عقیقہ کے لئے ساتواں دن بہتر ہے اور ساتویں دن نہ کرسکیں تو جب چاہیں کرسکتے ہیں سنت ادا ہوجائے گی۔

(بہار شریعت حصہ پانزدہم صفحہ نمبر 154 بحوالہ فتاویٰ فقیہ ملت حصہ دوم صفحہ نمبر 256)

فقہائے کرام کی تصریحات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ عقیقہ زندگی میں اور ایک بار کرنا مستحب ومباح ہے۔

اب آپ کے بقول جب آپ کا ایک بار عقیقہ ہو چکا ہے تو اب اپنا دوبارہ عقیقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہاں صاحب ثروت ہونے کی صورت میں حاجت مندوں کی حسب استطاعت امداد و تعاون کرتے رہیں کہ یہ اچھا عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۲۰ اکتوبر بروز اتوار ۲۰۱۹ عیسوی

عقیقہ کے لئے کون سا دن بہتر ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔عقیقہ کتنے دن میں کرنا چاہیئے اور کب تک کرسکتے ہیں جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔سائل عبد الرحمٰن رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعــــــــــــالی

عقیقہ پیدائش کے ساتویں دن کرنا بہتر ہے اگر اس دن نہ کرسکیں تو جب چاہیں کرسکتے ہیں جیسا کہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے:

عقیقہ کے لیے ساتواں دن بہتر ہے اور ساتویں دن نہ کرسکے تو جب چاہیں کرسکتے ہیں سنت ادا ہو جائے گی بعض نے یہ کہا کہ ساتویں دن یا چودھویں دن یا اکیسویں دن یعنی سات دن کا لحاظ رکھا جائے یہ بہتر ہے اور یاد نہ رہے تو یہ کرے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا اس دن کو یاد رکھیں اس سے ایک دن پہلے والا دن جب آئے وہ ساتواں دن ہوگا مثلاً جمعہ کو پیدا ہوا تو جمعرات ساتویں دن ہے اور سنیچر کو پیدا ہوا تو ساتویں دن جمعہ ہوگا پہلی صورت میں جس جمعرات کو اور دوسری صورت میں جس جمعہ کو عقیقہ کرے گا اس میں ساتویں دن کا حساب ضرور آئے گا۔ واللہ تعالی اعلم

(بہار شریعت، جلد سوم، حصہ ۱۵، عقیقہ کا بیان، مسئلہ نمبر ۶، صفحہ نمبر ۳۵۶)

کتبــــــــہ

محمد فداء المصطفی رضوی صمدی انفاسی پٹنہ سیٹی، بہار

۱ جنوری بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

کیا بڑے جانور میں سات عقیقہ ہوسکتا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ علماء کرام سے درخواست ہے کہ ایک بھینسے میں سات عقیقہ ہوسکتا ہے یا نہیں مفتیان کرام سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل جواب فراہم کریں مہربانی ہوگی۔ سائل گلریز احمد بریلی شریف

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعــــــــــــالی

ایک بڑے جانور میں سات عقیقہ ہوسکتے ہیں جیسا کہ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ:

بڑے جانور میں قربانی کی طرح عقیقہ بھی سات نام سے کرنا جائز ہے جن بچوں کے نام عقیقہ کرنا ہے ان کا حصہ ایک ہو یا دو یا اس سے زیادہ دعائے عقیقہ میں ان سب کا نام لیں ہر ایک کے حصے کا بالتفصیل ذکر ضروری نہیں بلکہ عقیقہ کی دعا پڑھنا بھی ضروری نہیں اسلئے کہ خدائے تعالی خوب جانتا ہے کہ عقیقہ کس کا ہے اور کس کی طرف سے کتنا حصہ ہے۔

بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۱۵۵ میں ہے کہ

عقیقہ میں جانور ذبح کرتے وقت ایک دعا پڑھی جاتی ہے اسے پڑھ سکتے ہیں اور یاد نہ ہو تو بغیر دعا پڑھے بھی ذبح کرنے سے عقیقہ ہو جائیگا۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاوی فیض الرسول جلد دوم صفحہ نمبر 464)

کتبـــــہ

محمد الطاف حسین قادری لکھیم پور کھیری یوپی

۱۹ اگست بروز جمعہ ۲۰۱۹ عیسوی

رات میں عقیقہ کرنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ علمائے کرام کی بارگاہ میں ایک سوال ہے کہ عقیقہ رات میں کرنا کیسا ہے جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں سائل محمد افتخار عالم قنوج یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

رات ہو یا دن عقیقہ ہر وقت جائز و درست ہے مگر رات میں جانور ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے البتہ روشنی کا انتظام ہو تو کراہت تنزیہی بھی نہیں ذبح کر سکتے ہیں، جیسا کہ امام اہلسنت فقیہ باکمال امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں: رات کو ذبح کرنا اندیشہ غلطی کے باعث مکروہ تنزیہی خلاف اولی ہے۔ اور ضرورت واقع ہو مثلاً صبح کے انتظار میں جانور مرجائے گا تو کچھ کراہت نہیں لانہ الاٰن مامور بہ حذرا عن اضاعۃ المال کیونکہ مال کے ضائع ہونے کے خطرہ کی بناء پر وہ

اب اس کا ماموررہے۔
پھر کراہت اس فعل میں ہے ذبح اگر صحیح ہو جائے ذبیحہ میں کچھ کراہت نہیں۔

"لتبین ان الغلط لم یقع"
واضح ہو جانے پر کہ غلطی نہ ہوئی درمختار میں ہے:

"کرہ تنزیہا الذبح لیلا لاحتمال الغلط"
غلطی کے احتمال کی وجہ سے رات کو ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ واللہ اعلم
(فتاویٰ رضویہ شریف جدید جلد (۲۰) ص (۲۱۳) ناشر دعوت اسلامی)

کتبـــــہ
محمد راشد مکی کٹیہار بہار

باب التفسیر

(تفسیر کا بیان)

سورہ کہف کی ایک آیت کی تفسیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ
علمائے کرام کی بارگاہ میں پیشِ خدمت ہے کہ:
سوال: ۔ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت کانت لهم جنّٰت الفردوس نزلا
اس آیت کا ترجمہ کیا ہے نیز اس آیت سے کیا مراد ہے ہیں؟ اور اس آیت میں کیا حکمتیں ہیں؟ ا م ن و الف سے اللہ کو ماننا میم سے محمد رسول اللہ کو ماننا نون سے نبیوں کو اور واو سے ولیوں کو ماننا ماننا کیا یہ کسی مشہور و معروف کتاب سے بھی ثابت ہے جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔سائل محمد شبیر عالم نیپالی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
الجــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــالی
اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَهُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ۙ(۱۰۷)
خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡهَا حِوَلًا
بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے ان کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغات ہیں۔
وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے،ان سے کوئی دوسری جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔
(سورۃ الکھف آیت ۱۰۷|۱۰۸)
آیت مذکورہ میں مومن صالح کے لیے انعام عظمی کی بشارت ہے۔ارشاد ربانی ہوتا ہے:
بیشک جو لوگ دنیا میں ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اچھے اعمال کیئے تو ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغات ہیں۔

(تفسیر کبیر، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۷/۵۰۲، روح البیان، الکھف، تحت الآیۃ: ۱۰۷، ۵/۳۰۵، ملخصاً)

یاد رہے کہ اہلِ جنت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تیار کی ہیں وہ انسان کے تَصَوُّر سے بھی زیادہ ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ-جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ"۔(سجدہ:۱۷)

ترجمہ: ۔تو کسی جان کو معلوم نہیں وہ آنکھوں کی ٹھنڈک جو ان کے لیے ان کے اعمال کے بدلے میں چھپا رکھی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خطرہ گزرا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔

"فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ"

(بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنّۃ وانّھا مخلوقۃ، ۲/۳۹۱، الحدیث: ۳۲۴۴)

اور زیرِ تفسیر آیت میں جس جنت کا ذکر ہوا، اس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے مانگو تو فردوس مانگو، کیونکہ وہ جنتوں میں سب کے درمیان اور سب سے بلند ہے اور اس پر رحمٰن عَزَّ وَجَلَّ کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔

(بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب درجات المجاھدین فی سبیل اللہ الخ، ۲/۲۵۰، الحدیث: ۲۷۹۰)

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان زمین وآسمان کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اور

فردوس سب سے اوپر والا درجہ ہے،اس سے جنت کی چار نہریں پھوٹتی ہیں،اس سے اوپر عرش ہے اور جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس ہی مانگا کرو۔

(ترمذی، کتاب صفة الجنّة، باب ما جاء فی صفة درجات الجنّة،۴/۲۳۸، الحدیث:۲۵۳۹)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،حضور پُرنور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: فردوس بلند جنت ہے،درمیانی اور سب سے بہتر جنت ہے۔

(ترمذی، کتاب التفسیر ،باب ومن سورة المؤمنین۵/۱۱۸،الحدیث: ۳۱۸۵)

حضرت کعب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: فردوس جنتوں میں سب سے اعلیٰ ہے اس میں نیکیوں کا حکم کرنے والے اور بدیوں سے روکنے والے عیش کریں گے۔

(خازن، الکهف، تحت الآية: ۱۰۷، ۳/۲۲۷)

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب اکرم نور مجسم ﷺ توسل سے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد جابر القادری رضوی

۱۲ اپریل بروز منگل ۲۰۱۹ عیسوی

سورہ محمد ﷺ کی ایک آیت کی تفسیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔پیش خدمت ہے علمائے کرام کی بارگاہ میں یاایها الذین آمنوا ان تنصر الله ینصر کم ویثبت اقدامکم ۔ اس آیت کا معنی کیا ہے اور اس آیت سے کیا مراد ہے ۔نیز اس آیت میں کیا حکمتیں ہیں جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔سائل محمد شبیر عالم نیپالی بریلی شریف سے

وعلیکم السلام ورحمةالله وبرکاته

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔

(سورہ محمد آیت، ترجمہ کنزالعرفان)

اللہ تعالیٰ رشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں فتح و کامرانی نصیب فرمائے گا اور تمہیں میدانِ جنگ میں اور دین اسلام اور پلِ صراط پر ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔

(خازن، محمد، تحت الآیۃ: ۷، ۴/۱۳۵، مدارك، محمد، تحت الآیۃ: ۷، ص۱۱۳۴، ملتقطاً)

اس آیت مقدسہ میں چند باتیں قابل غور ہیں کہ مومن کی کامیابی اسلام کی مدد پر ہے چاہے وہ مدد مالی ہو یا بدنی اللہ کی عبادت بھی دین اسلام کی مدد ہے کیونکہ عبادت سے اللہ کی ربوبیت کا اعلان اور ارکان اسلام کا ظہور ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں:

اللہ تعالیٰ کے دین کو غالب کرنے کیلئے دین کے دشمنوں کے ساتھ زبان، قلم اور تلوار سے جہاد کرنا۔ دین کے دلائل کو واضح کرنا، ان پر ہونے والے شبہات کو زائل کرنا، دین کے احکام، فرائض، سُنَن، حلال اور حرام کی شرح بیان کرنا۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں کوشش اور جدوجہد کرنا۔ وہ قابل اور مستند علماء جنہوں نے اپنی زندگیاں دین کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف کی ہوئی ہیں، ان کے نیک مقاصد میں ان کا ساتھ دینا۔ نیک اور جائز کاموں میں اپنا مال حلال خرچ کرنا۔ علماء اور مبلغین کی مالی خیر خواہی کر کے انہیں دین کی خدمت کے لئے فارغ البال بنانا۔ ان صورتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے میں داخل ہیں۔

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے، اسے نہ بندوں کی مدد کی حاجت ہے اور نہ ہی وہ

اپنے دین کی ترویج و اشاعت اور اسے غالب کرنے میں بندوں کی مدد کا محتاج ہے، یہاں جو بندوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے کا فرمایا گیا یہ دراصل ان کے اپنے ہی فائدے کے لئے ہے کہ اس صورت میں انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں ثابت قدمی نصیب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کی جائے اس میں کوئی دنیاوی مقصد پیش نظر نہ ہو۔

اس آیت سے ایک عقیدے کی وضاحت بھی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مدد لینا شرک نہیں کیونکہ جب بندوں کی مدد سے غنی اور بے نیاز رب تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے دین کی مدد کرنے کا حکم فرمایا ہے تو عام بندے کا کسی سے مدد طلب کرنا کیوں شرک ہوگا؟ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد جابر القادری رضوی

۲۵ مارچ بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

آیت رب المشرقین ورب المغربین میں مشرقین ومغربین سے کیا مراد ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔رب المشرقین ورب المغربین سے مراد کیا ہے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے؟ سائل محمد شمیم اختر

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

دونوں پورب اور دونوں پچھم سے مراد آفتاب کے طلوع ہونے کے دونوں مقام مراد ہیں یعنی گرمی اور جاڑے میں طلوع ہونے کی جگہ اسی طرح غروب ہونے کی یعنی گرمی اور جاڑے میں غروب ہونے کی جگہ۔

(کنزالایمان مع تفسیر خزائن العرفان سورہ رحمن پارہ ۲۷)

اور اسی طرح تفسیر جلالین شریف میں ہے کہ:

"رب المشرقين ورب المغربين"

(سورۃ الرحمن)

یعنی رب المشرقين" مشرق الشتاء ومشرق الصيف "ورب المغربين" مغرب الصيف ومغرب الشتاء

(تفسیر جلالین پارہ ۲۷ سورہ رحمن)

کتبـــــہ

محمد مظہر علی رضوی

باب المناقب

(مناقب کا بیان)

ماہ شعبان المعظم کی فضیلت کیا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔شعبان المعظم کے تعلق سے کچھ بھیجیں نوازش ہوگی۔سائل حافظ محمد فہیم نوری پیلی بھیت شریف

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

"شعبان المعظم" اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے یہ ماہ مبارک اپنے دامن میں بہت زیادہ فضیلت وکرامت رکھتا ہے ماہ شعبان المعظم کو دیگر مہینوں پر اسی طرح فضیلت ہے جیسا کہ حضور سرور کائنات فخر موجودات مقصود کائنات جان کائنات حضور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر ہے۔

جیسا کہ روضۃ العلماء میں ہے کہ:

فضل الشعبان علی سآئر الشهور كفضلی علی سآئر الانبياء وفضل رمضان علی سآئر الشهور كفضل الله تعالیٰ علی عباده كماقال الله تعالیٰ ويختار ماكان لهم الخيرة لان النبی عليه الصلاة والسلام كان يصوم شعبان كله ويقول يرفع الله اعمال العباد كلها فی هذه الشهر وقال صلی الله عليه وسلم اقدرون لم سمی شعبان قالوا الله ورسوله اعلم قال لانه يشعب فيه خير كثير۔

(روضۃ العلماء بحوالہ ضیاء الواعظین حصہ دوم صفحہ نمبر 137 مطبوعہ فاروقیہ بکڈپو دہلی)

ترجمہ:۔کہ شعبان کے مہینہ کی تمام مہینوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح میری فضیلت تمام انبیائے کرام پر ہے اور ماہ رمضان شریف کی فضیلت تمام مہینوں پر اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کے تمام بندوں پر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور پسند کرتا ہے (جسے چاہتا ہے) نہیں ہے انہیں کچھ اختیار کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا سارا مہینہ روزہ رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس مہینے میں اللہ اپنے بندوں کے تمام اعمال اوپر اٹھا لیتا ہے اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے اس ماہ مقدس کا نام شعبان کیوں رکھا گیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا کیونکہ اس ماہ میں خیر کثیر تقسیم کی جاتی ہے اس لئے اس کو شعبان کہا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ رجب کا مہینہ انسانی بدن کو گناہوں کی میل کچیل سے پاک کرتا ہے اور شعبان کا مہینہ دل کو گناہوں کی آلودگی سے صاف کرتا ہے اور رمضان شریف کا مہینہ روح کی تطہیر کا باعث ہے۔
(زبدۃالواعظین بحوالہ ضیاءالواعظین حصہ دوم صفحہ نمبر 139)

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ماہ شعبان کی تعظیم کی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اور اس کی اطاعت کرتے ہوئے نیک اعمال کرتا رہا اور اس نے اپنے آپ کو نافرمانی سے بچائے رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ بخش دے گا اور وہ اسے ان تمام آزمائشوں سے اور بیماریوں سے بچالے گا جو اس سال وقوع پذیر ہونے والی ہیں۔

(زبدۃالواعظین)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارشاد فرمایا جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو رات کو جاگا کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھا کرو جب سورج غروب ہوتا ہے اس وقت سے اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں ہے کوئی رزق طلب کرنے والا تاکہ میں اسے رزق دوں ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اسے نجات دوں یہ اعلان طلوع فجر تک ہوتا رہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالی ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی سمآء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب

اللہ تعالیٰ نصف شعبان کو آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے جس قدر بال ہیں ان سے زیادہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔(حوالہ سابق)

کل ملا کر ماہ شعبان المعظم اور اس کی پندرہویں شب کو بڑی فضیلت حاصل ہے ممکن حد تک اس ماہ مبارک کی چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنا چاہیے اور اس کی پندرہویں رات جسے شب برات کہتے ہیں اس رات میں خوب خوب ذکر واذکار کثرت نوافل درود خوانی وقرآن خوانی وغیرہ کا اہتمام اور زیارت قبور بھی کرنا اور حلوہ پکا کر ودیگر اشیاء خوردونوش پر مردوں کو ایصال ثواب کرنا اور بہکانے والوں کے بہکاوے میں نہیں آنا چاہیے۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۳۱ مارچ ۲۰۲۰ء مطابق ۵ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ بروز منگل

یوم عاشورہ کی فضیلت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔نویں دسویں محرم الحرام کا روزہ رکھنے کی فضیلت اور نویں دسویں کی نوافل کچھ ترتیب اور فضیلت برائے مہربانی بھیج دیں۔عبدالصمد قادری فیض آباد

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــــالی

یوم عاشورہ کی برکت یہ ہے کہ جو شخص اس دن غسل کرے وہ بیمار نہیں ہوتا مگر مرض الموت سے نہیں بچ سکتا جو شخص اس دن سرمہ لگائے اس کی آنکھیں سارا سال نہیں دکھتی جو اس دن کسی بیمار کی عیادت کو جائے اسے ساری مخلوق کی عیادت کا ثواب ملتا ہے جو اس روز کسی کو ایک گلاس شربت پلاے اسے اتنا ثواب ملے گا گویا اس نے ایک لحظہ کے لئے بھی اللہ کی عبادت سے کوتاہی نہیں کی جو اس روز چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ پچاس بار سورہ اخلاص پڑھے تو اس کے پہلے اور بعد کے پچاس سال کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں اس کے لئے نور کے پچاس محل بنائے جاتے

ہیں۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ چار رکعت نماز یوں پڑھی جائے کہ ہر دو دو رکعت کے بعد سلام پھیرے اور ہر رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ ایک بار سورہ اذا زلزلت ایک بار سورہ کافرون اور ایک بار سورہ اخلاص پڑھے چار رکعت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔

قدیم بزرگوں کا کہنا ہے کہ عاشورہ کے روزہ رکھنے والے کو سال بھر کے روزوں کا کفارہ مل جاتا ہے اور جو اس دن صدقہ دے اسے سال بھر کے صدقہ کا کفارہ ملتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ محرم کی نو تاریخ عاشورہ کا دن ہے مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ حکیم ابن اعراج نے ابن عباس سے یوم عاشورہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا جس دن تم محرم کا چاند دیکھو اسی دن سے شمار کرو جب نویں دن کی صبح آئے تو روزہ رکھو آپ سے پوچھا گیا کہ کیا اس دن نبی پاک روزہ رکھا کرتے تھے آپ نے فرمایا: ہاں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی رکھنے کی ہدایت فرمائی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو یہود ونصاری کا دن ہے یہ لوگ اس دن کو بزرگ جانتے ہیں آپ نے فرمایا میں آئندہ محرم کی نو تاریخ کو روزہ رکھوں گا آپ نے یہ اس لئے فرمایا کہ کہیں یوم عاشورہ کا روزہ نہ جائے۔ واللہ تعالی اعلم

(غنیۃ الطالبین ص 455/457)

کتبـــــہ

محمد اسماعیل خان امجدی گونڈہ یوپی

فضیلت علم دین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال (۱) کیا یہ ہے حدیث پاک یا کسی کا قول ہے کہ اگر طالب علم ایک مسئلہ یاد کرکے سو جائے تو پوری رات نفل عبادت کرنے سے زیادہ ثواب ہے۔

سوال (۲) یہ کیا چیز ہے جو آج کل علمائے کرام اپنی خطاب میں بیان کرتے ہیں کے جب شام

کاوقت ہوتا ہے تو ابلیس اپنی قوم کے ساتھ سمندر کے کنارے اپنا تخت لگا تا ہے اور باری باری پوچھتا ہے کہ آج تم نے کیا کیا کسکو بہکا یا اور وہ تخت کہاں لگوا تا ہے سمندر کے کنارے یا سمندر کے بیچ و بیچ میں بحوالہ جواب عنایت فرمادیں۔

سائل محمد مونس اختر ستار گنج اترا کھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

فضیلت علم میں ایسی روایت ملتی ہے:

عن ابنِ عباسٍ قال تدارُسُ العلمِ ساعةً من الليلِ خيرٌ من حياءِها۔

ترجمہ:۔تدارس علم ایک ساعت رات بھر جاگنے سے بہتر ہے۔

(تخریج مشکاۃ المصابیح ۲۴۷)

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ بغیر علم کے عابد کو شیطان کچے تاگے (یعنی کمزور دھاگے) کی لگام ڈالتا ہے۔روایات میں آتا ہے کہ بعد نماز عصر شیاطین سمندر پر جمع ہوتے ہیں۔سمندر کے بیچ میں ابلیس کا تخت بچھا ہوا ہوتا ہے، شیاطین کی کارگزاری پیش ہوتی ہے۔کوئی کہتا ہے: میں نے آج اتنے لوگوں کو شرابیں پلائیں، کوئی کہتا ہے میں نے اتنے زنا کرائے۔کسی نے کہا:' میں نے آج فلاں طالب علم کو پڑھنے سے باز رکھا۔شیطان یہ سنتے ہی تخت پر سے اچھل پڑتا ہے اور اس کو گلے سے لگا لیتا اور کہتا ہے۔

بس تو نے زوردار کام کیا اور شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے۔ابلیس بولتا ہے تمہیں نہیں معلوم جو کچھ تم نے کیا، سب اسی (علم دین پڑھنے سے روکنے والے) کا صدقہ ہے۔اگر قرآن وحدیث کا علم ہوتا تو وہ لوگ گناہ نہ کرتے۔بتاؤ! وہ کونسی جگہ ہے جہاں سب سے بڑا عابد (عبادت گزار) رہتا ہے، مگر وہ عالم نہیں۔انہوں نے ایک مقام کا نام لیا۔

ابلیس انسان کی شکل بن کر راستے پر کھڑا ہو گیا۔عابد تہجد کی نماز کے بعد فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے۔راستے میں ابلیس کھڑا تھا، کہنے لگا کہ حضرت، مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔عابد نے فرمایا: جلد پوچھو، مجھے نماز کو جانا ہے۔اس ابلیس نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکال کر پوچھا: کیا خدائے تعالیٰ قادر ہے کہ ان آسمانوں اور زمینوں کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کر دے؟ عابد نے سوچا اور کہا کہاں آسمان وزمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی ابلیس بولا بس یہی پوچھنا تھا، تشریف لے جائیے

اور پھر اپنے چیلے شیاطین سے کہا دیکھو میں نے اس عابد کی راہ ماردی، اس کو خدا کی قدرت پر ہی ایمان نہیں، عبادت کس کام کی۔

طلوع آفتاب کے قریب عالم صاحب جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے، اس ابلیس نے کہا: مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے، انہوں نے فرمایا: جلدی پوچھو نماز کا وقت کم ہے، اس نے وہی سوال کیا سن کر عالم نے فرمایا: ملعون! تو ابلیس معلوم ہوتا ہے۔ ارے! وہ قادر ہے کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے، ایک سوئی کے ناکے کے اندر اگر چاہے تو کروڑوں آسمان و زمین داخل کر دے بے شک خدا سب کچھ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(پارہ 1 البقرہ 20، ماخوذ از رسالہ مشرقیات)

کتبـــــہ

محمد منظور احمد یار علوی جوگیشوری ممبئی

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کہاں قبول ہوئی اور کس کے وسیلہ سے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کہتا ہے آدم علیہ السلام کی توبہ جنت میں قبول ہوئی نہ کہ زمین پر اور زید بھی کہتا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ بھی نہیں لیا تھا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ المستفتی

محمد تصویر قادری کندرکی مراد آباد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ جنت ہی میں قبول ہوئی یا پھر جنت سے تشریف آوری کے بعد قبول ہوئی اس میں اختلاف ہے مگر زید کا یہ کہنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے قبول نہ ہوئی غلط ہے۔

جیسا کہ تفسیر نعیمی میں ہے:

فتلقی آدم عربی زبان میں "ف" فوراً کے معنی میں آتی ہے جس سے بلا تاخیر بعد ہونا سمجھا جاتا ہے یعنی پہلے آدم علیہ السلام سے وہ خطاء ہوئی اور پھر فوراً انکو کچھ کلمات کی عطاء ہوئی ظاہر تو یہی ہے کہ آدم علیہ السلام کے زمین پر تشریف لانے اور بہت عرصے تک معافی کے لئے برقرار رہنے اور بہت گریہ وزاری کرنے کے بعد یہ توبہ کی قبولیت کا واقعہ ہوا روایتوں سے بھی یہی ثابت ہے۔

چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ آدم علیہ السلام نے زمین پر آکر تین سو برس تک شرم کی وجہ سے آسمان کی طرف سر نہ اٹھایا اور اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو تمام زمین والوں کے آنسوؤں سے زیادہ ہیں تب کچھ دعائیہ کلمے یاد آئے اس صورت میں یا تو یہ "ف" ثم کے معنی میں ہے تو معنی آیت کے یہ ہونگے کہ پھر بہت عرصہ بعد توبہ قبول ہونے کا واقعہ ہوا۔

اور یا اس آیت سے پہلے ایک پورا مضمون محذوف ماننا پڑے گا یعنی آدم علیہ السلام کو نیچے آنے کا حکم ملا پس وہ نیچے آئے اور کئی سو سال تک پریشان رہے جب یہ سب گریہ وزاری کر چکے تب فوراً انکی توبہ قبول ہوئی بعض نے فرمایا کہ فورا رب تعالیٰ کے نزدیک تھا نہ کہ دنیا کے لحاظ سے یہاں تین سو سال گزر چکے تھے مگر رب کے نزدیک ایک آن تھی یہاں کے ہزار سال وہاں کا ایک دن ہے بلکہ دنیا میں بھی ہر ایک کا فورا مختلف ہوتا ہے آرام سے سونے والا رات کو آن محسوس کرتا ہے بے چینی میں گزارنے والا اسی رات کو ایک سال سمجھتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ قبول توبہ کا واقعہ جنت ہی میں ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام قبول توبہ کے بعد زمین پر تشریف لائے (تفسیر روح البیان) اور دنیا میں آکر انکا گریہ وزاری فرمانا جنت اور حضرت حوا کے فراق میں ہوا مگر یہ قول ضعیف ہے جب توبہ قبول ہو چکنے کے بعد زمین پر تشریف لائے تو پھر بیوی سے علیحدگی کیسی اور پریشانیاں کہاں۔

یعنی رب تعالیٰ معافی دیکر کسی کو بلا وجہ پریشانی میں نہیں ڈالتا صوفیاء کرام اس رونے کے کچھ اور اسرار بیان کرتے ہیں جسکو ہم تفسیر صوفیانہ میں بیان کریں گے۔

تو آیت کے معنی یہ ہوئے کہ جب انہیں جنت سے نیچے آنے کا حکم ہوا تب انکی توبہ قبول ہونے کا واقعہ بھی ہوگیا پھر اس کے بعد زمین پر تشریف لائے اس صورت میں "ف" اپنے معنی میں رہی اور آئندہ جو دوسرا "اھبطوا" آرہا ہے اس نے علیحدہ معنی دیئے اور اس صورت میں آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا خطاء کی بناء پر نہ رہا بلکہ عطائے خلافت کے لئے۔

اور اسی میں " کلمات " تحت ہے کہ اس میں دو قرأتین ہیں کلمات " ت " کو پیش اور زیر یعنی آدم علیہ السلام نے کلمے پالئے یا ان کلموں نے آدم علیہ السلام کو پالیا وہ کلمے کیا تھے اسے قرآن کریم نے دوسری جگہ خود بیان فرمایا ہے۔

"ربنا ظلمنا انفسنا " الخ

مگر تفسیر عزیزی اور تفسیر خزائن العرفان اور تفسیر روح البیان نے طبرانی حاکم ابونعیم اور بیہقی کی روایت نقل کی کہ سیدنا عمر فاروق اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

جب آدم علیہ السلام کی پریشانی انتہاء کو پہونچ چکی تو انکو ایک دن یاد آیا کہ میں نے اپنی پیدائش کے وقت عرش اعظم پر لکھا دیکھا تھا کہ " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ " جس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ کا وہ درجہ کہ انکا نام عرش اعظم پر رب کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے تدبیر یہی ہے کہ انہیں کے وسیلہ سے دعاء مغفرت کروں چنانچہ اس دعاء کے ساتھ یہ بھی عرض کیا اسألك بحق محمد ان تغفر لی

ابن منذر کی روایت میں یہ کلمات میں ہیں:

اللھم انی اسألك بجاہ محمد عبدك و کرامته علیك ان تغفر لی خطیتی

یعنی یارب میں تجھ سے تیرے بندۂ خاص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت اور مرتبے کے طفیل اور اس بزرگی کے صدقے میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں تب فوراً جواب الہی آیا کہ اے آدم تم نے اس شہنشاہ کو کہاں سے جانا۔

حضرت آدم نے سارا ماجرا عرض کیا حکم الہی آیا کہ اے آدم وہ محبوب سب پیغمبروں سے پچھلے پیغمبر ہیں تمہاری اولاد سے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو تم کو بھی پیدا نہ کیا جاتا۔

(ج:1/ص:310/ 311)

اور تفسیر روح البیان میں ہے:

آدم علیہ السلام کی توبہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اسم گرامی کے طفیل قبول ہوئی۔ واللہ اعلم

(ج:1 ص:275)

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اتراکھنڈ/ ۱۹ ستمبر بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

جنت میں کتنی نہریں اور انکے نام کیا ہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام کہ جنت میں کتنی نہریں اور انکے کیا کیا نام ہیں بحوالہ جواب عنایت فرمائیں بہت مہربانی ہوگی۔المستفتی عبداللطیف قادری بائسی پورنیہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

جنت میں چار نہریں ہیں: شراب کی، دودھ کی، شہد کی، پانی کی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى

یعنی اس میں ایسی پانی کی نہریں ہیں جو کبھی نہ بگڑے اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جسکا مزہ نہ بدلا اور ایسی شراب کی نہریں ہیں جس کے پینے میں لذت ہے اور ایسی شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا گیا۔

(پ:26/آیت:14/سورۂ محمد)

اور تفسیر روح البیان مترجم میں ہے:

نہریں چار قسم کی ہونگی: شراب کی، دودھ شہد کی، پانی کی۔

(ج:1/ص:205)

اور تفسیر نعیمی میں ہے: بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ چار قسم کی نہریں ہونگی پانی کی، شہد کی، دودھ کی، اور شراباطہورا کی۔

(ج:1/ص:229)

اور مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:

" قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :ان فی الجنۃ بحر اللبن و بحر الماء و بحر العسل و بحر الخمر ثم تشقق الانھار منھا بعدہ

(ج:7/ص:242/حدیث:20027)

اورترمذی شریف میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان فی الجنۃ بحر الماء و بحر العسل وبحر اللبن وبحر الخمر ثم تشقق الانہار بعد۔

(ج: 4/ص: 257/حدیث: 2580/ کتاب صفۃ الجنۃ /باب ما جاء فی صفۃ انہار الجنۃ)

اور بہارشریعت میں ہے:

جنت میں چاردریاہیں ایک پانی کادوسرادودھ کاتیسراشہدکاچوتھاشراب کاپھران سےنہریں نکل کرہرایک کےمکان میں جاری ہیں ۔واللہ اعلم

(ج:1 / ح:1 /ص:155)

کتبــــــہ

محمداسراراحمدنوری بریلوی نینی تال اتراکھنڈ

۲۴ستمبربروزمنگل۲۰۱۹عیسوی

کل انسان حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی امتی ہیں؟؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سارے انسانوں کو حضورکی اُمتی میں شامل کرسکتے ہیں انکو اُمتی کہہ سکتے ہیں یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں ۔المستفتی محمداجمل رضاممبئ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

بیشک سارے انسان وجنات بلکہ ہرمخلوقات ہمارے آقاحضورصلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی امت ہیں کیونکہ ہمارے آقاحضورنبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے،خواہ جن ہوں یابشر،یافرشتے ہوں یادیگرمخلوقات،سب حضورصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اُمتی

ہیں۔

جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے،کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً

یعنی میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

(مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ص۲۶۶، الحدیث: ۵(۵۲۳)

اس حدیث مبارکہ کے تحت علامہ علی قاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یعنی تمام موجودات کی طرف (رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، خواہ) جن ہوں یا انسان یا فرشتے یا حیوانات یا جمادات۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فضائل سیّد المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ، الفصل الاول، ۱۴/۱۰، تحت الحدیث: ۵۷۴۸)

مذکورہ بالا احادیث نبویہ ظاہر و باہر ہیکہ ہر مخلوق حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی امتی ہیں لیکن خیال رہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قسموں پر منقسم ہیں۔

اول:۔امت اجابت

دوم:۔امت دعوت

اُمتِ دعوت کا اطلاق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام قیامت تک آنے والے ہر جن وانس پر ہوتا ہے، (خواہ اسلام قبول کریں یا نہ کریں۔) جبکہ اُمتِ اجابت وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا و پکا غلام بنایا و دین حنیف میں داخل ہونے کی توفیق مرحمت فرمادی۔

خیال رہے کہ ہر کلمہ گو امت اجابت نہیں (وہابی، دیوبندی، رافضی، خارجی، قادیانی، جتنے بھی عقائد باطلہ کے اہل ہیں وہ بھی بظاہر کلمہ پڑھتے ہیں لیکن امت اجابت میں داخل نہیں کہ:

قل لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ کَفَرْتُم بَعْدَ إِیمَانِکُمْ

کے تحت ایمان سے خارج ہو گئے جب مومن نہیں تو امت اجابت کیسے؟

اور میرے امام امام اہلسنت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ، رافضیہ، غیر مقلدین، امتِ اجابت نہیں بلکہ کافروں کی طرح امت

دعوت سے ہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج،۱۴،ص،۲۸۶)

نوٹ: کتاب اللہ میں امت محدیہ کو خیر امت کے لقب سے مقلب کیا گیا اس سے مراد امت اجابت ہے اور اسی امت اجابت کی متعلق کتب احادیث میں فضائل ومناقب وارد ہیں اور یہی امت اجابت جنتی ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ

محمد جابر القادری رضوی

۱۱ رمضان المعظم ۱۴۴۱ھ مطابق ۵ مئی ۲۰۲۰ء بروز منگل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ کی چابی کس صحابی کو عطا فرمائی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علماء کرام ومفتیان عظام کی بارگاہ میں سوال ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کعبہ معظمہ سے نکل کر کعبہ شریف کی چابی کس کو دی جواب عنایت فرمائیں۔ سائل احسان رضا برکاتی شاہجہاں پور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ معظمہ کے بعد بیت اللہ شریف کی کنجی یعنی چابی حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی۔

حضرت علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ابن سعد اپنی کتاب طبقات میں عثمان بن طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایسا دستور تھا کہ خانہ کعبہ کو دوشنبہ اور پنجشنبہ کے سوا نہ کھولتے تھے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ جاہلیت میں میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے دروازہ کھولنے کے لئے فرمایا تاکہ اس جماعت کو جو آپ

کے ہمراہ تھی کعبہ میں داخل کریں میں نے سختی برتی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر فرمایا اور بردباری سے کام لیا اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان ایک دن ہوگا کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں دیکھوگے یہاں تک کہ میں جسے چاہوں عطافرماؤں گا میں نے کہا اس دن قریش ہلاک وخوار ہو جائیں گے۔

اس دن سے یہ بات میرے دل میں جگہ کرگئی کہ ضرور ایسا ہوکے رہے گا جب فتح کا دن آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمان چابی لاؤ میں لایا اور میرے ہاتھ سے لے کر پھر میرے ہی ہاتھ میں دے دی اور فرمایا لو قیامت تک کوئی تمہارے ہاتھ سے نہ لے گا مگر ظلم سے اے عثمان! میں نے ایک دن تم سے نہ کہا تھا کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عطافرماؤں گا میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں شہادت دیتا ہوں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں عثمان کی جانب سے یہ تجدید وشہادت وایمان اس معجزے کے مشاہدے کی بنا پر ہے ورنہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان لانا۔

(مدارج النبوت جلد دوم صفحہ 487 / 488 مطبوعہ ادبی دنیا دہلی)

اس سے معلوم ہوا کہ فتح مکہ کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی چابی جن صحابی کو عطافرمائی ان کا نام نامی اسم گرامی حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۲۹ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بروز سنیچر

کیا حضرت حلیمہ سعدیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا اور مشرف بہ اسلام ہوئیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال (۱) کیا حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا اس کا کوئی حوالہ ہے تو عطا فرمادیں۔

محمد مشتاق احمد قادری مہاراشٹر

۲۶ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۹ جون ۲۰۲۰ء بروز جمعہ

تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں سب سے زیادہ مرتبہ والے کتنے نبی ہوئے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔علمائے کرام مفتیان عظام کی بارگاہ میں سوال ہے کہ تمام نبیوں میں سب سے زیادہ مرتبہ والے کتنے نبی ہوئے اوران کے کیا کیا نام ہے۔سائل احسان رضا برکاتی شاہجہاں پور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام میں سب سے زیادہ بلند و بالا مراتب پر فائز ہونے والے پانچ (5) انبیا حفظہم اللہ کرام علیھم السلام ہوئے ہیں۔

تکمیل الایمان" ص، ۱۲۴۔۱۲۵ پر ہے:

أفضل الأنبياء محمد صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

چنانچہ فرمودہ (أنا سيد ولد آدم ولا فخر) درعرف بمعنی نوع انسان آبد تا آدم، نیز درمفہوم آن داخل بود، وحدیث (آدم ومن دونہ تحت لوائي) درمقصود ظاہر تر وصریح تر است، فضیلت بعد از ان حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام راست، وبعد ازوي موسیٰ وعیسیٰ ونوح علیہم السلام راست، واین پنجتن اولو العزم اندکہ بزرگ ترین وفاضل ترین رسل اند۔

نبیوں میں سب سے افضل سید عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں چنانچہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم) نے ارشاد فرمایا: میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ اولاد آدم عرف میں نوع انسانی کے لئے جس میں سیدنا آدم علیہ السلام بھی داخل ہیں بولا جاتا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ: ’’آدم اور ان کے سوا سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے‘‘۔ یہ حدیث آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فضیلتِ مطلقہ کے مقصد میں ظاہر تر اور بہت صریح ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد صاحبِ فضیلت حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) ہیں، پھر حضرت موسی پھر عیسی اور نوح (علیہم السلام) ہیں اور یہ پانچوں حضرات اُولو العزم ہیں جو سب رسولوں اور نبیوں میں افضل اور بزرگ تر ہیں۔

وفی الدر المنثور : تحت هذه الآية فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

(پ ٢٦، الأحقاف: ٣٥)

عن ابن عباس قال أولو العزم من الرسل النبی صلی الله عليه وسلم ونوح وإبراهيم وموسى وعيسى

(ج ٧، ص ۴۵۴)

اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری میں ہے:

والخمسة هم أولو العزم من الرسل عند جمهور العلماء و قال الله تعالیٰ عز و جل " و اذ أخذنا من النبيين ميثاقهم و منك و نوح و ابراهيم و موسیٰ و عيسیٰ بن مريم

(ص:105/دار الكتب العربية الكبرى)

اور اسی طرح مخزن معلومات ص:23/ میں ہے:

اور یاد رہے کہ یہ افضلیت بحیثیت نبوت و رسالت نہیں اس لئے کہ اس میں تو تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام برابر ہیں بلکہ بحیثیت ذات ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض

یعنی یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا (فضیلت دی)۔

(پ:3/آیت:253/سورۂ بقرہ)

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لا نفرق بين أحد من رسله

یعنی ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ واللہ تعالی اعلم

(پ:3/آیت:285/سورۂ بقرہ)

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۳۰ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بروز اتوار

اولیاء علماء دیگر دینی منصب پر فائز ہونے والے بھی شفاعت کریں گے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و جمیع انبیاء کے علاوہ میدان حشر میں کون کون شفاعت کریگا کیا ولی اللہ و نیک علماء بھی شفاعت کرا سکتے ہیں مدلل جواب سے نوازیں۔ المستفتی محمد جابر رضا رامپوری

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجــــــــــواب بعونــــــــــہ تعــــــــــالی

اولیائے کرام، شہدا، علماء، حُفّاظ، حُجّاج، بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصب دینی عنایت ہوا، اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا جیسا کہ سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ: الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الْعُلَمَاءُ، ثُمَّ الشُّهَدَاءُ

یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا تین گروہ قیامت کے روز شفاعت کرینگے، انبیاء کرام پھر علمائے کرام پھر شہداء کرام۔

(سنن ابن ماجه، أبواب الزهد، باب ذكر الشفاعة، الحديث: ۴۳۱۳، ج۴، ص۵۲۶)

اور سنن الترمذی میں ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْقَبِيلَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْعَصَبَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتَّى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

یعنی حضرت ابی سعید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے بعض وہ ہیں جو ایک جماعت کی شفاعت کریں گے، بعض وہ جو ایک خاندان کی شفاعت کریں گے، بعض وہ ہیں جو ایک کنبہ کی شفاعت کریں گے بعض وہ ہیں جو صرف ایک آدمی کی شفاعت کریں گے حتی کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ واللہ تعالی اعلم

(سنن الترمذی کتاب صفة القيامة، باب ما جاء فی الشفاعة إلخ، الحدیث: ۲۴۴۸، ج۴، ص۱۹۹)

کتبــــــہ
محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی چھپرہ بہار
۲۴ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ بروز بدھ

کیا اعلیٰ حضرت کو آیت من آیات اللہ معجزۃ من معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہنا درست ھے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس تعلق سے حضور اعلیحضرت کو رضی اللہ عنہ کو آیت من آیات اللہ اور معجزۃ من معجزات رسول اللہ کہا جاتا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے اللہ کی آیتوں میں سے آیت رسول اللہ کی معجزوں میں سے معجزہ کہنا کہاں تک درست ہے اور ان الفاظ سے جب اعلی حضرت کو یاد کیا جاتا ہے تو کیا مطلب ہوتا ہے اور اس کی سند کیا ہے اور کس بزرگ نے کہا آپ کو جبکہ معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے لہذا علمائے کرام کی بارگاہ میں گزارش ہے کہ کتب ائمہ اسلام سے مبرہن کرکے جواب عنایت کریں۔سائل محمد نجم الحسن قادری لکھیم پوری یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

اعلی حضرت علامہ الشاہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کو آیۃ من آیات اللہ اور معجزۃ من معجزات رسول اللہ کہنا شرعا درست ہے کیونکہ معجزہ اس خلاف عادت شی کو کہتے ہیں جو دعوۂ نبوت کے بعد واقع ہو اور سارے منکرین کو عاجز کر دے اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے مقابل بھی سارے گستاخ رسول اور منکر عاجز ہو گئے اور آیۃ من آیات اللہ کا مطلب ہوتا ہے دین الہی کی علامت و پہچان جیسا کہ تبیان القرآن زیر آیت:

ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ

(سورۃ البقرۃ)

نشانیوں سے مراد ہے اللہ کے دین کی علامتیں اور خصوصیات اور بلا شبہ اعلی حضرت دین و مسلک کی علامت و پہچان ہیں جب یہ کلمات اعلی حضرت علیہ الرحمہ کیلئے بولے جاتے اس وقت ان کا وہی مطلب ہوتا ہے جو دوسرے مقام پر استعمال کے وقت ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کو خود انکی حیات میں علامہ مولانا اسرار الحق صاحب وغیرہ نے آیۃ من آیات اللہ لکھا اور آپ نے اسے برقرار رکھا جیسا کہ فتاوی رضویہ کے ایک استفتاء میں ہے:

افضل العلماء و اکمل الکملاء آیت من آیت اللہ الخ

(فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۱۶۹ رضا اکیڈمی ممبئی)

اسی طرح علامہ شیخ مختار بن عطارد الجاوی مکہ مکرمہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں ڈاکٹر عبد النعیم فرماتے ہیں: علمائے محققین کا بادشاہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں ایک معجزہ، یگانہ امام باحوالہ رسالہ امام احمد رضا کے القاب وآداب از ڈاکٹر عبد النعیم بریلی شریف

(فتاوی رضویہ شریف ج ۹ ص ۱۶۹ رضا اکیڈمی ممبئی)

خود امام فقیہ النفس اعلیٰ حضرت نے اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو جس وقت القاب سے یاد فرمایا تو ان میں آیۃ من آیات رب العلمین معجزۃ من معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد فرمایا۔ واللہ تعالی اعلم (فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۳۶ رضا اکیڈمی ممبئی)

کتبـــــہ

محمد مشاہد رضا حشمتی رام پور یکمری/ ۲۴ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بروز منگل

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز پاک ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز پاک ہیں؟۔سائل عنایت اللہ خان راجستھان

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز مبارکہ پاک ہیں چنانچہ علامہ ملا علی القاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قال ابو بکر بن العربی بول النبی ﷺ و نحوہ طاھران و ھو احد قولی الشافعی وقال النووی فی الروضۃ ان بولہ ودمہ وسائر فضلاتہ طاھرۃ
(شرح شفا شریف،ج1،ص354)

یعنی حضرت ابو بکر ابن العربی فرماتے ہیں کہ نبی محترم ﷺ کے بول و براز مبارک طاہر ہیں اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے اور حضرت العلام امام نووی نے "الروضۃ" میں کہا ہیکہ آپ ﷺ کا بول مبارک، خون اور تمام فضلات مبارکہ پاک ہیں۔

حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حضور ﷺ کے فضلات شریفہ کی طہارۃ کا قول کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وقد وردت احادیث کثیرۃ ان جماعۃ شربوا دم النبی ﷺ منھم ابو طیبۃ الحجام وغلام من قریش حجم النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وعبد اللہ ابن الزبیر شرب دم النبی ﷺ رواہ البزار والطبرانی والحاکم والبیھقی وابونعیم فی الحلیۃ ویروی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ شرب دم النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وروی ایضًا ان اُم ایمن شربت بول النبی ﷺ رواہ الحاکم والدارقطنی وابو نعیم واخرج الطبرانی فی الاوسط فی روایۃ سلمی امرأۃ ابی رافع انھا شربت بعض ماء غسل بہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

فقال لها حرم الله بدنك على النار وقال بعضهم الحق ان حكم النبى عليه الصلوٰة والسلام كحكم جميع المكلفين فى الاحكام التكليفية الافيما يخص بدليل قلت يلزم من هذا ان يكون الناس مساويًا للنبى عليه الصلوة والسلام ولا يقول ذلك الاجاهل غبيٌ واين مرتبتهٗ من مراتب الناس والايلزم ان يكون دليل الخصوص بالنقل دائمًا والعقل لهٗ مدخل فى تميز النبى عليه الصلوٰة والسلام من غيره فى مثل هذا الاشياء وانا اعتقد انه لا يقاس عليه غيره وان قالوا غير ذلك فاذنى عنه صما ۔ انتہٰی

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد ا،ص ۷۷۸)

بے شک بہت سی حدیثیں اس بارہ میں وارد ہوئیں کہ صحابہ کی ایک جماعت نے حضور ﷺ کا خون مبارک پیا ان میں حضرت ابو طیبہ حجام ہیں اور ایک قریشی لڑکا ہے جس نے حضور ﷺ کے پچھنے لگائے تھے اور حضرت عبد اللہ بن زبیر نے بھی حضور ﷺ کا خون اقدس پیا، روایت کیا ہے اسے بزار نے اور طبرانی نے اور حاکم نے اور بیہقی نے اور ابو نعیم نے حلیہ میں اور حضرت علی مرتضیٰ سے بھی مروی ہے انہوں نے بھی حضور ﷺ کا خون اقدس پیا، نیز مروی ہے کہ حضرت اُم ایمن نے حضور ﷺ کا پیشاب مبارک پیا اس حدیث کو حاکم نے دار قطنی نے اور ابو نعیم نے روایت کیا اور طبرانی نے اوسط میں ابو رافع کی عورت سلمیٰ کی روایت میں اخراج کیا کہ سلمیٰ نے حضور ﷺ کا غسل میں استعمال کیا ہوا پانی پیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالی نے اس پانی کی وجہ سے تجھ کو دوزخ پر حرام فرمادیا بعض کا قول ہے کہ حضور ﷺ احکام تکلیفیہ میں دیگر مکلفین کیطرح ہیں سوائے اس چیز کے جو دلیل سے خاص ہو، میں کہتا ہوں کہ اس قول سے تو لازم آتا ہے کہ (معاذ اللہ) عام لوگ رسول اللہ ﷺ کے مساوی ہو جائیں اور ایسی بات سوائے جاہل غبی کے اور کوئی نہیں کہہ سکتا، بھلا حضور ﷺ کے مرتبہ کو لوگوں کے مرتبہ سے کیا نسبت اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ دلیل خصوص ہمیشہ نقل ہی سے ہو حقیقت یہ ہے کہ ان چیزوں میں حضور ﷺ کا اپنے غیروں سے ممتاز ہونا ایسی بات ہے جس میں عقل کو بھی دخل ہے اور میرا اعتقاد تو یہی ہے کہ حضور ﷺ پر غیر کا قیاس نہیں کیا جا سکتا، اور اگر کوئی شخص اس کے خلاف کچھ کہتا ہے تو میرے کان اس کے سننے سے بہرے ہیں۔

عامر صاحب ذرا اس نورانی بیان کو پڑھیں اور اپنی بدعقیدگی کا علاج فرمائیں۔

(۴) اسی طرح امام قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب اللدنیہ شریف میں حضور ﷺ کے تمام فضلات شریفہ کی پاکی اور طہارت کا حسب ذیل عبارت میں نورانی بیان فرماتے ہیں:

وروی انہ کان یتبرك ببولہ ودمہ ﷺ۔

مروی ہے کہ حضور ﷺ کے پیشاب اور خون مبارک سے برکت حاصل کی جاتی تھی۔ واللہ اعلم

(مواہب اللدنیہ، جلد ۱، ص ۲۸۴)

کتبـــــہ

محمد منظور احمد یار علوی جوگیشوری ممبئی

کیا حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ "ولی" ہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ ولی ہیں اور بکر انکار کر رہا ہے اور ان کی شان میں گستاخیاں بھی کر رہا ہے ایسی صورت میں بکر پر کیا حکم لگے گا مفصل اور مدلل جواب ارسال فرمائیں۔ سائل فقیر رضوی جاوید احمد سلطان پوری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

عالم باعمل بیشک اللہ کا ولی ہے۔ تفسیر صاوی جلد دوم ص 182 میں ہے کہ:

حضرت امام اعظم اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا:

اذا لم تکن العلماء اولیاء اللہ فلیس للہ ولی وذالك فی العالم العامل بعلمہ

ترجمہ:۔ یعنی جبکہ علماء اولیاء اللہ نہیں تو پھر (کوئی) اللہ کا ولی نہیں اور یہ اس عالم کے بارے میں ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو۔

(فتاوی فیض الرسول جلد دوم صفحہ 640)

اس سے معلوم ہوا کہ جو عالم باعمل متقی پرہیزگار ہیں بیشک وہ اللہ تعالی کے ولی ہیں حضور تاج

الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری نوراللہ مرقدہ صرف متقی پرہیزگار ہی نہیں بلکہ اپنے عصر کے سید المتقین تھے ان کی ولایت میں شک کرنے والا خطا کار ہے۔

لہذا بکر توبہ کرے اپنے لئے سامان سقر کا انتظام نہ کرے اللہ کے ولیوں سے دشمنی اللہ سے دوری کا سبب ہے۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد مشتاق احمد قادری مہاراشٹر

۸ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ مطابق ۱ جولائی ۲۰۲۰ء بروز سوموار

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی سخاوت کا ایک واقعہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔علمائے کرام کی بارگاہ میں عریضہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی سخاوت کے کچھ واقعات پیش فرمائیں عین نوازش ہوگی۔سائل محمد سلامت علی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

ایک دن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور ﷺ کی دعوت کی جب نبی کریم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے گھر کی طرف تشریف لے جارہے تھے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور آپ ﷺ کی قدموں کی تعداد گن رہے تھے سرکار دو عالم ﷺ نے جب منہ موڑ کر یہ معاملہ دیکھا تو مسکرا کر پوچھا: اے عثمان! (رضی اللہ تعالی عنہ) کیا کر رہے ہو؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا: یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے قدم مبارک گن رہا ہوں تاکہ میں اتنے غلام آزاد کروں دعوت ختم ہونے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے ایسا ہی کیا اور اتنے ہی غلام آزاد کئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اس دعوت سے متاثر ہوئے اور گھر آکر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا سے اس دعوت کا ذکر کیا، حضرت فاطمۃ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا اے علی! رضی اللہ تعالی عنہ

اگر تم چاہتے ہو تو ٹھیک ہے تم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو بلاؤ اور میں دعوت کے لیے کچھ پکا لوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی کے جانے کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا نے وضو کیا اور اللہ تعالی کے بارگاہ میں سر بسجود ہوگئی اور دعا مانگنے لگیں:

اے اللہ! تیری بندی فاطمہ (رضی اللہ تعالی عنہ) نے تیرے حبیب **محمد** ﷺ اور ان کے اصحاب کی دعوت کی ہے۔ تیری بندی کا صرف اور صرف تجھ پر بھروسہ ہے لہذا اے میرے مالک وخالق! آج تو فاطمہ (رضی اللہ تعالی عنہا) کی لاج رکھ لے اور اس دعوت کے لیے کھانے کا انتظام عالم غیب سے فرما۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا یہ دعا مانگ کر ہانڈیوں کو چولھوں پر رکھ دیا۔ اللہ کے فضل وکرم سے تمام ہانڈیاں رنگ برنگ کے کھانوں سے بھری پڑی تھیں۔

جب سرکار دو عالم ﷺ اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف لے آئے تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا ہانڈیوں سے ڈھکن اٹھا کر کھانا ڈالنا شروع کیا، اصحاب رسول کھانے کی خوشبو سے حیران رہ گئے، جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کھانا کھایا تو کھانوں کی لذت نے مزید حیران کر دیا، نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حیران دیکھ کر فرمایا: کیوں حیران ہو رہے ہو؟

تمہیں معلوم ہے کھانا کہاں سے آیا ہے تمام صحابہ کرام نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں، سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے یہ کھانا ہم لوگوں کو لیے جنت سے منگوا کر دعوت کی ہے۔

اس کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا پھر سر بسجود ہوگئی اور اس طرح دعا مانگنے لگیں اے میرے اللہ! حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے تیرے محبوب کے ہر ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد فرمایا ہے، فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ غلام کو آزاد کرے۔

اے میرے رب! تو نے پہلے بھی میری لاج رکھی اور جنت سے کھانا بھیج دیا۔ اب تیرے محبوب ﷺ جتنے قدم چل کر میرے گھر آئے اتنے ہی سرکار دو عالم ﷺ کی امت کو جہنم کی آگ سے آزاد فرمادے۔

ادھر سیدنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا اس دعا سے فارغ ہوئیں ادھر جبرائیل امین علیہ السلام وحی لے کر بارگاہ خیر الانام ﷺ میں حاضر ہو گئے اور بشارت سنانے لگے یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالی نے آپ کے ہر قدم کے بدلے ایک ہزار گنہگار امتیوں کو بخش دیا اور جہنم سے آزادی عطا کر دی ہے یہ بشارت سنکر حضور ﷺ اور صحابۂ کرام بہت خوش ہوئے۔

(جامع المعجزات مصری ص ۶۵)

سبق:- حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہا کا بڑا بلند مرتبہ ہے کہ آپ کی خاطر اللہ تعالی نے جنت سے کھانا بھیجا اور آپ کے طفیل اللہ تعالی نے گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کر دیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ بڑے سخی اور حضور ﷺ کے بڑے سچے جانباز تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام اور اہلبیت عظام سب آپس میں محبت رکھتے تھے۔ واللہ تعالی اعلم

(سچی حکایات دوم ص ۲۱۸ تا ۲۲۱)

کتبـــــہ
محمد معصوم رضا نوری
۱۴ فروری بروز جمعرات ۲۰۱۹ عیسوی

وہ دس صحابی کون کون ہیں جن کو دنیا ہی میں جنتی فرمایا گیا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ حضرت نبی کریم نے جن دس صحابی کو دنیاں میں ہی جنتی فرمایا ان کے اسم مبارک مل جائے تو مہربانی ہوگی۔ سائل رحمت شاہدی سعودی عرب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

عشرہ مبشرہ کے اسماء گرامی:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۵) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۶) حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸) حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔واللہ تعالی اعلم

(ترمذی شریف ابن ماجہ شریف وغیرہ)

کتبــــــــہ
محمد ابصار رضا مرکزی پورنیہ بہار
۲۶ مئی بروز اتوار ۲۰۱۹ عیسوی

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ گھوڑے کے دوسری طرف قدم رکھنے سے پہلے ایک قرآن ختم کر دیتے تھے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے دوسری طرف قدم رکھنے سے پہلے قرآن پاک ختم فرمادیا کرتے تھے اس واقعہ پر ارباب علم وفن تحقیق کے ساتھ واضح فرما کر ممنون و مشکور ہوں۔عبد الکلام رضوی بریلی شریف یوپی الہند

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

صورت مسئولہ میں یہ واقعہ صحیح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھوڑے کی رکاب میں ایک پاؤں

رکھتے وقت قرآن مجید شروع فرماتے تھے اور دوسرے قدم رکھتے وقت تک پورا قرآن ختم کر لیتے تھے اس واقعے کو:

عَلامَة الْفَقِيه الْمُحدث عَلِیّ الْقَارِی الْهَرَوِیّ الْمَکِّیّ توفّی بِمَکَّة المکرمة سنة ۱۰۱۴ ھ رَحِمَه الله تَعَالَی مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح میں تحریر فرماتے ہیں:

حُکِیَ أَنَّ عَلِیًّا كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالَى وَجْهَهُ كَانَ يَبْتَدِئُ الْقُرْآنَ مِنَ ابْتِدَاءِ قَصْدِ رُكُوبِهِ مَعَ تَحَقُّقِ الْمَبَانِي وَتَفَقُّهِ الْمَعَانِي، وَيَخْتِمُهُ حِينَ وَضْعِ قَدَمِهِ فِي رِكَابِهِ الثَّانِي، وَقَدْ نَقَلَ مَوْلَانَا نُورُ الدِّينِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْجَامِيُّ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ السَّامِيُّ فِي كِتَابِهِ نَفَحَاتُ الْأُنْسِ فِي حَضَرَاتِ الْقُدْسِ عَنْ بَعْضِ الْمَشَايِخِ۔ واللہ تعالی اعلم

(مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة شریف جلد ۹/ ص ۳۶۵۴، دار الکفر بیروت لبنان/ مرة المناجیح جلد هفتم، ص ۴۲۳، أدبی دنیا)

کتبـــــہ

محمد منظر رضا نوری چھپرہ سارن بہار

۲۵ نومبر بروز سوموار ۲۰۱۹ عیسوی

امت محمدیہ کے مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے جنت میں کون جائیگا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں میں سب سے پہلے جنّت میں کون جائے گا؟؟ دلیل کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں مہربانی ہوگی۔ سائل محمّد سہیل رضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

امت محمدیہ ﷺ میں مردوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا داخل ہونگی جیسا کہ حضرت مفتی منظور احمد صاحب قبلہ پورنوی اپنی مایہ ناز کتاب مخزن معلومات ص:145 / میں بحوالہ سیرت حلبی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

امت محمدیہ کے مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عورتوں میں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت میں جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۱۲ نومبر بروز منگل ۲۰۱۹ عیسوی

کیا اعلیٰ حضرت نے چشم سر سے بیداری کی حالت میں حضور ﷺ کا دیدار کیا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ اعلی حضرت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا اس پر کتاب کا حوالہ ہو تو برائے مہربانی ارسال فرمائیں۔ سائل معین پٹھان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــالی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جب دوسری مرتبہ زیارت نبوی ﷺ کے لیے مدینہ حاضر ہوئے تو شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجہہ میں درود شریف پڑھتے رہے۔ اور یقین کیا کہ سرکار ابد قرار ﷺ بالمواجہہ زیارت سے مشرف فرمائیں گے لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو ایک غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہہ اقدس میں عرض کرکے انتظار میں مؤدب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشم سر سے

بیداری میں زیارت حضور اقدس ﷺ سے مشرف ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(امام احمد رضا ردّ بدعات ومنکرات صفحہ ۸۹/۹۰)

کتبـــــہ
محمد مشرف اعظم
۹ مارچ بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اونچی آواز سے بات کرنا منع ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ ایک بار دو صحابی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آپس میں زورزور سے بات کرنے لگ گئے اس پر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی جس کا ترجمہ ہے کہ اے ایمان والوں اپنی آوازوں نبی ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو تو سوال یہ ہے کہ وہ دو صحابی کون تھے۔ سائل توصیف شیخ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــــالی

سوال میں جس آیت کے متعلق سوال کیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الخ

یعنی اے ایمان والوں اپنی آواز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند مت کرو۔

اب یہ آیت کن صحابی رسول کے تعلق سے نازل ہوئی اس میں مفسرین کرام کی مختلف روایت مذکور ہے۔

ایک تو یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر وعمر کے درمیان جب گفتگو ہو رہی تھی اس وقت نازل ہوئی جیسا کہ حدیث پاک ہے حضرت ابن ابی مُلیکہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: دو بہترین حضرات ہلاک ہونے کے قریب جا پہنچے تھے، ہُوا یوں کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں اس وقت اپنی آوازیں اونچی کر دی تھیں جب بنو تمیم کے سوار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے، اُن میں سے ایک صاحب نے بنی مجاشع کے

بھائی اقرع بن حابس کی طرف اشارہ کیا (کہ انہیں ان کی قوم کا حاکم بنادیا جائے) اور دوسرے نے ایک اور شخص کی جانب اشارہ کیا۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا: آپ (یہ کہہ کر) میری مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: میں تو آپ کی مخالفت کرنا نہیں چاہتا۔ یہ گفتگو کرتے ہوئے ان دونوں حضرات کی آوازیں بلند ہو گئیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی " یا ایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم الخ بخاری شریف کتاب التفسیر۔

دوسرا یہ کہ یہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضور کی بارگاہ میں بلند آواز سے بات کرتے تھے تفسیر قرطبی نے اس آیت کے تحت یہی فرمایا ہے تیسرا جو تفسیر مدارک کے حوالے سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ثابت بن قیس کے متعلق نازل ہوئی وہ اونچا سنا کرتے تھے اور ان کی آواز بھی بلند تھی خلاصہ کلام یہ کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مختلف روایتیں ہے سب کا مفہوم یہ ہے کہ بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ادب کا لحاظ اتنا ضروری ہے کہ آواز بھی بلند کرنا خالق کائنات کو پسند نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــہ
محمد مظہر علی رضوی

سفر معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہٰی سے آگے کیسے گئے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: علماء کرام حضرات کی بارگاہ میں سوال ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات لامکاں تشریف لے جارہے تھے سدرۃ المنتہی میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ٹھہر گئے تو میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے کیسے تشریف لے گئے۔ سائل غلام محمد بلال قادری مسجد قادریہ مدرسہ فیضان غوث اعظم پتہ کلوا تھانے ایسٹ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل چلو! تو عرض کیا:

لو دنوتُ أنملةً لاحترقتُ.

اگر میں ایک چیونٹی برابر بھی آگے بڑھا تو (تجلیاتِ الٰہی کے پرتو سے) جل جاؤں گا۔

سدرہ سے آگے یکتا و تنہا اس مقام پر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت کی سیر کرائی گئی۔حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کے احوال کا مشاہدہ فرمایا اور وہاں کی نعمتوں کی زیارت فرمائی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفرِ معراج کی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوئے تو جبرئیل اور براق ساتھ نہ تھے۔آپ یکتا و تنہا ہی اپنے خالق کائنات کے اِذن سے روانہ ہوئے۔اللہ رب العزت نے اپنے مہمانِ عرش کی سواری کے لئے ایک سبز رنگ کا ملکوتی اور نورانی تخت بھیج دیا۔اس تخت کا نام ''رفرف'' تھا۔حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرشِ معلی تک پہنچایا گیا۔جب سدرۃ المنتہیٰ کی منزل گزر چکی، جب فرشتوں کا استقبال پیچھے رہ گیا تو آگے ایک نور تھا اور دیکھنے والے کو اس نور کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نور میں غائب کر دیا گیا تو دیکھنے والی آنکھ آپ کو دیکھنے سے قاصر تھی۔اب کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ نور کیا ہے؟ کیسا ہے؟ کہاں سے ہے؟ کہاں تک ہے؟ کہاں جانے والا ہے؟اس حصارِ نور میں داخل ہونے کے بعد مہمانِ ذی حشم حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرشِ معلی کی سیر کی۔اس کے بعد مہمانِ مکرم کو بڑی عزت، وقار اور تمکنت کے ساتھ آگے لے جایا گیا۔

مرحلۂ ثالثہ سدرۃ المنتہیٰ سے وصالِ الٰہی تک سدرۃ المنتہیٰ سے وصالِ الٰہی تک سفرِ معراج کا نقطۂ عروج ہے۔یہاں سے سفر کا ایک نیا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔آگے ایک عالم نور تھا۔اَنوار و تجلیاتِ الٰہی پُر فشاں تھے۔اللہ رب العزت کی ذاتی اور صفاتی تجلیات سے بھرپور عالم لامکاں کے جلوے ہر سو جلوہ ریز تھے۔مہمانِ عرش حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تن تنہا ان جلوؤں میں داخل کر دیا گیا۔سب سے پہلے اللہ پاک کے اسماء کے پردے ایک ایک کرکے گزرتے رہے اور ہر اسم مبارک کے رنگ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گزارا گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم بیداری میں تھے لہٰذا اس عجیب سی کیفیت کو دیکھ کر بتقاضائے بشریت کچھ معمولی سی وحشت بھی محسوس فرمانے لگے جیسا کہ انسان اکثر لمحاتِ تنہائی میں محسوس کرتا ہے۔جونہی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اقدس پر یہ کیفیت وارد ہوئی اللہ رب العزت کی طرف سے آواز آئی:

قف یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !إن ربك يصلي.(الیواقیت والجواھر، صفحہ ۴۳۱) مزید معلومات کے لئے مذکورہ کتاب مطالعہ کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار/ ۱۶ جنوری بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کیوں کہا جاتا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: ۔علمائے کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کیوں کہا جاتا ہے برائے مہربانی حوالہ کے ساتھ عنایت فرمائیں ۔سائل عبدالرحمن

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــالی

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے یقیناً مددگار اور مشکل کشا ہیں جس پر قرآن وحدیث سے دلائل موجود ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا

بے شک تمہارا ولی (مددگار) تو اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور اہل ایمان تمہارے ولی (مددگار دوست) ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيرٌ

بے شک اللہ اس (رسول کریم) کا مولا (مددگار) ہے۔جبریل اور نیک صاحب ایمان لوگ بھی ان کے مددگار ہیں اور اس کے بعد فرشتے بھی کھلم کھلا مددگار ہیں۔

(پارہ ٢٨ سورۃ التحریم)

▪ بخاری ومسلم کی روایت ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِي حاجته وَمَن فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يوم الْقيامة.

جو شخص اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے۔ اور جس نے کسی مسلمان کی ایک تکلیف دور کی (مشکل حل کردی) اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے قیامت کی تکلیفوں میں سے اس کی ایک تکلیف دور فرمادے گا"۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اس حدیث میں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھائی کی حاجت

روائی اور مشکل کشائی کو قابل تحسین قرار دیا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی غزوہ احد میں شہادت پر اس قدر روئے کہ انہیں ساری زندگی اتنی شدت سے روتے نہیں دیکھا گیا۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمانے لگے:

یا حمزة یا عم رسول الله اسد الله واسد رسوله یا حمزة یا فاعل الخیرات! یا حمزة یا کاشف الکربات یا ذاب عن وجه رسول الله.

المواهب اللدینه، 1 ص: 212

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی ہے۔ صحابہ کے بھرے مجمع میں جن کا ہاتھ باعثِ تکوین کائنات فخر موجودات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کیا اور فرمایا:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ.

جس کا میں مولا ہوں علی بھی اسکا مولا ہیں۔ (مراۃ المناجیح جلد ۸ باب مناقب علی)

اور ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے حاجت روا خاص بندے ہمیشہ اور ہر دور میں رہتے ہیں اور ان کی تخلیق ہی اس مقصد کے لئے ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ خَلْقًا خَلَقَهُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ تَفْزع النَّاسُ اِلَيْهِمْ فى حوائجهم اولٰئِكَ الْاٰمِنُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ. (الترغیب والترهیب 3: 390)

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حاجت روائی کے لئے ایک مخلوق پیدا کر رکھی ہے تاکہ لوگ اپنی حاجات کی تکمیل کے لئے ان سے رجوع کریں۔ یہ لوگ عذاب الٰہی سے محفوظ و مامون ہیں۔

صحیح بخاری کے مطابق حضرت علی کو "مشکل کشا" کا لقب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔ اپنے دور خلافت میں جب کوئی شرعی مسئلہ پیش آتا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ علی مشکل علی کے بغیر حل نہیں ہوتی۔ آپ فرمایا کرتے کہ اگر علی میرے ساتھ نہیں ہوتے تو عمر ہلاک ہو چکا ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل در بھنگہ بہار/ ۲۴ بروز اتوار ۲۰۱۹ عیسوی

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک تھا یا نہیں؟ حوالے کے ساتھ جواب دیجئے۔ سائل: فیض رضا مالیگاؤں

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا حدیث شریف میں ہے:

'لم یکن لہ ظل فی شمس ولا قمر"

(سیرت حلبیہ، جلد سوم، صفحہ ۳۸۱)

حضور شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہیں تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ شارح بخاری جلد اول صفحہ ۴۲۱)

کتبـــــہ

مشیر اسد مجیبیؔ / ۲ دسمبر بروز اتوار ۲۰۱۸

ہمارے نبی کو امام الانبیاء کیوں کہا جاتا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: ۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام الانبیاء کیوں کہتے ہیں دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد رفیق عالم قادری گھر بہاری گنج ضلع مدھے پورہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

امام الانبیاء کا معنی ہوتا ہے نبیوں کا امام شب معراج میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام علیہم السلام کی جو امامت فرمائی اسی وجہ سے انہیں امام الانبیاء کہا جاتا ہے اس سے متعلق تفسیر خازن میں

مذکور ہے کہ:

اللہ تعالی نے حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خاطر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو جمع فرمایا تا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی امامت فرمائیں اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام آپ کی عظمت وفضیلت اور آپ کی برتری کو جان لیں واقعۂ معراج کی تفصیلی روایات صحیح بخاری وصحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہے، امامت کے بارے میں ارشاد ہے:

فحانت الصلوۃ فاممتھم : نماز کا وقت ہوا تو میں نے انبیاء کی امامت کی۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان، باب فی ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال، حدیث نمبر: 448)

اس حدیث پاک کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

ولعل المراد بھا صلوۃ التحیۃ او یراد بھا صلوۃ المعراج علی الخصوصیۃ

شاید اس نماز سے مراد نمازِ تحیۃ المسجد ہے یا معراج کی خصوصی نماز ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فی المعراج)

کتبــــــہ

امجد رضا سیتا مڑھی بہار/ ۳۰ مارچ بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے شب معراج نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کاندھا دیا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ سننے میں آتا ھے کہ کچھ لوگ کہتے ھیں کہ جب میرے آقا ﷺ معراج کو تشریف لئے گئے تو سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے کاندھے سے میرے آقا ﷺ کو سہارا دیا کس حدیث سے ثابت ھے برائے کرم جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ سائل علی رضا مقیم حال پٹنہ سیٹی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــہ تعــــــــــالی

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت رحمہ اللہ کا اس روایت سے متعلق موقف یہ ہے کہ یہ روایت اگرچہ حدیث میں مذکور نہیں ہے مگر مشائخ صوفیہ نے اسے ذکر کیا ہے اور بیان کیا کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے شبِ معراج حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم مبارک کو اپنی گردن پر رکھا۔ یہ بات عقلا وشرعاً کسی طرح محال نہیں۔ احادیثِ کریمہ سے ایسے احوال کی تائید ہوتی ہے۔

فتاوی رضویہ شریف میں رسالہ فتاوی کراماتِ غوثیہ سے چیدہ چیدہ ابحاث یکجا کر کے پیش کر رہے ہیں جو کہ بہت ہی تحقیقی ابحاث پر مشتمل ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

کتب احادیث وسیر میں اس روایت کا نشان نہیں پھر اس روایت کی تخریج فرماتے ہوئے ارقام کرتے ہیں:

فاضل عبدالقادر قادری بن شیخ محی الدین اربلی تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لکھتے ہیں کہ جامع شریعت وحقیقت شیخ رشید بن محمد جنیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب حرز العاشقین میں فرماتے ہیں:

ان لیلة المعراج جاء جبرئیل علیه السلام ببراق الیٰ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اسرع من البرق الخاطف الظاهر، ونعل رجله كالهلال الباهر، ومسماره كالانجم الظواهر، ولم يأخذه السكون والتمكين ليركب عليه النبی الامین، فقال له النبی صلی الله علیه وسلم . لم لم تسكن یابراق حتی اركب علیٰ ظهرك ، فقال روحی فداءً لتراب نعلك یارسول الله اتمنی ان تعاهدنی ان لاتركب یوم القیمة علیٰ غیر حین دخولك الجنة، فقال النبی صلی الله علیه وسلم یكون لك ماتمنیت ، فقال البراق التمس ان تضرب یدك المباركة علی رقبتی لیكون علامة لیبوم القیمة، فضرب النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یده علیٰ رقبة البراق، ففرح البراق فرحا حتی لم یسع جسده روحه ونمی اربعین ذراعامن فرحه وتوقف فی ركوبه لحظة لحكمة خفیة ازلیة ،فظهرت روح الغوث الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه وقال یا سیدی ضع قدمك علی رقبتی واركب، فوضع النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قدمه علیٰ رقبته

ورکب. فقال قدمی علیٰ رقبتك وقدمك علیٰ رقبة کل اولیاء الله تعالیٰ انتہٰی

یعنی شب معراج جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام خدمت اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں براق حاضر لائے کہ چمکتی اُچک لے جانیوالی بجلی سے زیادہ شتاب رو تھا، اوراس کے پاؤں کا نعل آنکھوں میں چکا چوند ڈالنے والا ہلال اوراس کی کیلیں جیسے روشن تارے۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے لئے اسے قرار وسکون نہ ہوا، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے سبب پوچھا: بولا: میری جان حضور کی خاکِ نعل پر قربان، میری آرزو یہ ہے کہ حضور مجھ سے وعدہ فرمالیں کہ روز قیامت مجھی پر سوار ہو کر جنت میں تشریف لے جائیں۔ حضور معلّٰی صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔ براق نے عرض کی: میں چاہتا ہوں حضور میری گردن پر دست مبارک لگادیں کہ وہ روز قیامت میرے لیے علامت ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ دست اقدس لگتے ہی براق کو وہ فرحت وشادمانی ہوئی کہ روح اس مقدار جسم میں نہ سمائی اور طرب سے پھول کر چالیس ہاتھ اونچا ہوگیا۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک حکمت نہانی ازلی کے باعث ایک لحظہ سواری میں توقف ہوا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مطہر نے حاضر ہو کر عرض کی: اے میرے آقا! حضور اپنا قدم پاک میری گردن پر رکھ کر سوار ہوں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن مبارک پر قدم اقدس رکھ کر سوار ہوئے اور ارشاد فرمایا: ”میرا قدم تیری گردن پر اور تیرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر۔

(تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر۔ المنقبة الاولیٰ۔ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ۔ فیصل آباد۔ صفحہ 24۔ 25)

اس کے بعد فاضل عبدالقادر اربلی فرماتے ہیں:

فایا کیا اخی ان تکون من المنکرین المتعجبین من حضور روحه لیلة المعراج لانه وقع من غیره فی تلك اللیلة کما هو ثابت بالاحادیث الصحیحة کرؤیته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ارواح الانبیاء فی السمٰوٰت وبلالا فی الجنة واویسا القرنی فی مقعد الصدق وامرأة ابی طلحة فی الجنة. وسماعه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم خشخشة الغمیصاء بنت ملحان فی الجنة کما ذکرنا قبل هذا

یعنی اے برادر! بچ اور ڈر اس سے کہ کہیں تُو انکار کر بیٹھے اور شعب معراج حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حاضری پر تعجب کرے کہ یہ امر تو صحیح حدیثوں میں اوروں کے لئے وارد ہوا ہے، مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آسمانوں میں ارواح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملاحظہ فرمایا، اور جنت میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور مقعد صدق میں اویس قرنی اور بہشت میں زوجۂ ابوطلحہ کو اور جنت میں غمیصاء بنت ملحان کی پہچل سنی۔

وذکر فی حرز العاشقین وغیرہ من الکتب ان نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لقی لیلۃ المعراج سیدنا موسیٰ علیہ السلام فقال موسیٰ مرحبابالنبی الصالح والاخ الصالح انت قلت علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، ارید ان یحضر احد من علماء امتك لیتکلم معی فاحضر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روح الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ الی موسیٰ علیہ السلام (وساق القصۃ ثم قال)، وفی کتاب رفیق الطلاب لاجل العارفین الشیخ محمد الجشتی نقلا عن شیخ الشیوخ قال قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی رأیت رجالا من امتی فی لیلۃ المعراج ارانیھم اللہ تعالیٰ (الخ ثم قال) وقال الشیخ نظام الدین الکنجوی کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راکبا علی البراق وغاشیتہ علی کتفی انتہی

اور حرز العاشقین وغیرہ کتابوں میں کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی درخواست پر حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روح امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حکم حاضری دیا۔ روحِ امام نے حاضر ہو کر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام کیا۔ اور عارف اجل شیخ محمد چشتی نے کتاب رفیق الطلاب میں حضرت شیخ الشیوخ قدست اسرارہم سے نقل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شب معراج کچھ لوگ اپنی امت کے ملاحظہ فرمائے اور شیخ نظام الدین گنجوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے: جب حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ رونق افروز پشت براق پر تھے اور براق کا زین پوش میرے کندھے پر تھا۔

(تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر۔ المنقبۃ الاولی۔ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ۔ فیصل آباد۔ صفحہ 28 تا 25)

یعنی جب معراج میں اتنے لوگوں کی ارواح کا حاضر ہونااحادیث واقوال علماء واولیاء سے ثابت ہے تو روح اقدس حضور پرنور سید الاولیاء غوث الاصفیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حاضری ،کیا جائے تعجب وانکار ہے بلکہ ایسی حالت میں حاضر نہ ہونا ہی محل استعجاب ہے اک ذراانصاف وانداز ہ قدر قادریت درکار ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم

فتاوی رضویہ جلد ۲۸ ص ۴۰۴

کتبــــــہ
امجدرضاسیتامڑھی بہار
۱۲ جنوری بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کا پانی شیشوں میں بھر لیا گیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال :۔کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کا جو پانی ناف مبارک اور پلکوں پر پانی کے جو قطرے اور تری رہ گئی تھی تو اس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زبان سے چاٹ کر پی گئے اور باقی پانی فرشتے آسمان میں اٹھا لئے گئے تو پھر اس پانی کا کیا ہوا جو فرشتے آسمان میں اٹھا لے گئے ۔

تمام مفتیان کرام توجہ فرمائیں اور باحوالہ جواب عنایت فرمائیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔سائل نظام اختری پیلی بھیت

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــہ تعــــــــــالی

سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل مبارک کا پانی چار شیشوں میں بھر کر ایک شیشہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے لیا ،ایک حضرت میکائیل علیہ السلام نے ،ایک حضرت اسرافیل علیہ السلام نے ،ایک حضرت عزرائیل علیہ السلام نے لیا حضرت عزرائیل علیہ السلام نزع کے وقت مومنوں کے منھ میں اس میں سے ایک قطرہ ڈال دیتے ہیں اس سے موت کی سختی میں آسانی ہو جاتی ہے حضرت میکائیل علیہ

السلام منکر نیکر کے سوال کے وقت ایک قطرہ ڈال دیتے ہیں اس سے جواب میں سہولت ہوتی ہے حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت کے دن ایک قطرہ چہرے پر چھڑک دیں گے اس سے قیامت کی دہشت سے امن ملے گا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام دیدار الہی ہوتے وقت ایک قطرہ آنکھوں پر مل دینگے جس سے دیدار خداوندی کے مشاہدے کی طاقت حاصل ہو جائے گی۔ واللہ تعالی اعلم
(تحفتہ الواعظین ،کیا آپ جانتے ہیں صفحہ 14 پہلا باب)

کتبــــہ
محمد اختر رضا قادری رضوی سرکھیت (نیپال)
۸ ربیع الآخر ۱۴۴۰ ہجری مطابق 9 دسمبر ۲۰۱۸ عیسوی بروز اتوار

کیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ہند سے خوشبو آتی ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال:۔ علمائے کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ مندرجہ ذیل حدیث پاک کا حوالہ عنایت فرمائیں نوازش ہوگی اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ہند کی طرف سے خوشبو آتی ہے۔ سائل: محمد اکرام الحق قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

بعض لوگوں نے اس قول کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے اور بعض لوگوں نے اس کی تاویل کی ہے اس سے مراد، عود، صندل، مشک، کافور، عنبر ہیں کہ یہ چیزیں ھند میں کثرت سے ملتی ہے اور بعض نے کہا کہ حضور نے فرمایا کہ مجھے ہند سے توحید کی بو آتی ہے۔

سبیحۃ المرجان فی آثار ھندوستان

اس طرح کی احادیث میں علمائے احادیث کا کثیر اختلاف ہے چنانچہ حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ بھی قول ہے۔

طیب ریح الارض الھند

یعنی زمین میں سب سے پاکیزہ ہوا ہند کی ہے۔

(المستدرك للحاكم حديث ۳۹۵۴)

اٹھارویں صدی کے مورخ آزاد غلام علی حسینی بلگرامی نے سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان میں بھی اس کی فضیلت لکھی ہے:

تحفۃ المجاہدین فی بعد اخیار اپر تگالین مصنفہ زین الدین المعبری نے بیان کیا ہے کہ:
امام حاتم نے المستدرک للحاکم میں ہندوستان کے ایک بادشاہ سے متعلق ایک روایت بھی نقل کی ہے جنہوں نے شق القمر کی گواہی پیش کی کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں ایک ہدیہ پیش کیا حضرت ابوسعید خزری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:

اهدى ملك الهند الى رسول الله ﷺ جرة فيها زنجبيل فاطعم اصحابه قطعة قطعة واطعمني منها قطعة

(حديث نمبر ۴۲۹۹)

یعنی ہندوستان کے بادشاہ نے نبی اکرم ﷺ کی طرف ایک برتن تحفہ میں بھیجا اس میں ادرک تھی نبی اکرم ﷺ نے اس کو اپنے صحابہ میں ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھلایا اور مجھے بھی ایک ٹکڑا عنایت فرمایا۔

ابن ابوحاتم حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مکہ مکرمہ اور ہندوستان سارے جہاں سے اچھا ہے باشتثنائے روضہ رسول ﷺ وحرم۔ واللہ تعالی اعلم
(تفسیر الدر المنثور جلد چہارم ص ۱۳ مطبع بیروت، فتاوی اکرمی عقائد و معلومات کا بیان ص نمبر ۹۴ تا ۹۵)

کتبــــــہ
محمد سلطان رضا شمسی بلہا نیپال
۲۳ فروری بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

کیا رجب اللہ کا مہینہ ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ بات صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے؟ سائل محمد مقصود عالم اتر دینا چپور

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــالی

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان رجب شهر الله و شعبان شهري ورمضان شهر امتي

بیشک رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ واللہ تعالی اعلم (ضیاء الواعظین حصہ اول صفحہ 219 / 220، مکاشفۃ القلوب صفحہ 63 مطبوعہ فاروقیہ بک ڈپو دہلی)

کتبـــــه

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۱۱ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات

مولی علی کو خلیفہ ثلاثہ سے افضل ماننا، وصحابہ کرام افضل ہیں یا فرشتے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نمبر ۱ سوال کیا حضرت مولیٰ علی کو خلیفہ ثلاثہ سے افضل ماننا کیسا ہے؟

سوال نمبر ۲ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کا استاذ ماننا کیسا ہے؟

سوال نمبر ۳ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صحابہ افضل ہیں یا پھر فرشتے افضل ہیں؟

حضور حوالے کے ساتھ جلدی جواب ارشاد فرمائیں آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔ المستفتی محمد سہیل اختر رضا قادری میوات ہریانہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلفائے ثلاثہ سے افضل ماننا باتفاق علماء گمراہیت بدمذہبیت ہے ایسے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام کا استاذ کہنا بھی گمراہی ہے۔

ابو القاسم طلحہ "کتاب السّنۃ" میں جناب علقمہ سے راوی:

بلغ عليّا أنّ أقواماً يفضّلونه على أبي بكر وعمر فصعد المنبر فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: أيها الناس! ((أنّه بلغني أنّ أقواماً يفضّلوني على أبي بكر وعمر ولو كنت تقدمت فيه لعاقبت فيه فمن سمعته بعد هذا اليوم يقول هذا فهو مفتر، عليه حد المفتري، ثم قال: إنّ خير هذه الأمة بعد نبيها صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أبو بكر ثم عمر ثم الله أعلم بالخير بعده، قال: وفي المجلس الحسن بن علي فقال: والله لو سمّى الثالث لسمى عثمٰن)

یعنی سیدنا مولیٰ علی کو خبر پہنچی کہ لوگ انہیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل دیتے (اور حضرت مولیٰ کو ان سے افضل بتاتے) ہیں، پس منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا: اے لوگو، مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر وعمر سے افضل بتاتے ہیں اور اگر میں نے پہلے سے سُنا ہوتا تو میں ایسوں کو سزا دیتا یعنی پہلی بار تفہیم (وتنبیہ) پر قناعت فرماتا ہوں پس اس دن کے بعد جسے ایسا کہتے سنوں گا تو وہ مفتری ہے اس پر مفتری کی حد لازم ہے، پھر فرمایا: بے شک بہتر اس امت کے، بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر خدا خوب جانتا ہے بہتر کو ان کے بعد، اسی مجلس میں امام حسن (رضی اللہ عنہ) بھی جلوہ فرماتے انہوں نے ارشاد فرمایا: خدا کی قسم! اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے۔

("إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء" بحواله أبي القاسم مسند على بن أبي طالب، ج۱، ص۶۸)

اور فتح القدیر میں علامہ ابن ہمام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فِي الرَّوَافِضِ أَنَّ مَنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلَى الثَّلَاثَةِ فَمُبْتَدِعٌ، وَإِنْ أَنْكَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّيقِ أَوْ عُمَرَ -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا- فَهُوَ كَافِرٌ،

(فتح القدير للكمال ابن الهمام باب الامامة ج۱، ص۳۵۰, دار الفكر بيروت)

اور بحر الرائق میں علامہ محمد ابن نجیم المصری الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالرَّافِضِيُّ إنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلَى غَيْرِهِ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ، (وَالْحَقَ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ عُمَرَ بِالصِّدِّيقِ فِي هَذَا الْحُكْمِ وَلَعَلَّ مُرَادَهُمْ بِإِنْكَارِ الْخِلَافَةِ إنْكَارُ اسْتِحْقَاقِهِمَا الْخِلَافَةَ فَهُوَ مُخَالِفٌ لِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ لَا إنْكَارُ وُجُودِهَا لَهُمَا وَعَلَّلَ لِعَدَمِ كُفْرِهِ

(البحر الرائق شرح كنز الدقائق"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، إمامة العبد والأعرابي والفاسق إلخ، ج۱ دار الكتاب الاسلامی)

(۳) صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین غیر رُسل ملائکہ سے افضل ہیں۔

جیسا کہ جواہر الفوائد شرح شرح العقائد میں ہے:

رسل البشر افضل من رسل الملئكه و رسل الملئكة افضل عامة البشر افضل من عامة الملئكة على عامة البشر فبالاجماع بل بالضرورة

(جواهر فوائد شرح شرح العقائد ص۳۹۴)

جیسا کہ مجدد اعظم اعلحضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حدیث میں ہے رب العزۃ جل وعلا فرماتا ہے:

عبدی المؤمن احب الیّ من بعض ملئکتی

ہمارے رسول ملائکہ کے رسولوں سے افضل ہیں، اور ملائکہ کے رسول ہمارے اولیاء سے افضل ہیں، اور ہمارے اولیاء عوام ملائکہ یعنی غیر رُسل سے افضل ہیں اور یہاں عوام مومنین سے یہی مراد ہے۔ نہ فسّاق وفجار، کہ ملائکہ سے کسی طرح افضل نہیں ہوسکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰ صفحہ ۳۹۰ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

کتبـــــہ

محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی چھپرہ بہار

۲۹ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ بروز سوموار

عبادات پر علم کی فضیلت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان کرام اس مسئلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی فضیلت کو کس فضیلت سے بڑھ کر بتایا۔سائل: محمد عمران رضا بریلی شریف

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

علم دین کی فضیلت پر متعدد رسالے علماء اسلام کے موجود ہیں پھر بھی پوچھ لیے ہو تو ہم مختصراً بیان کئے دیتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادات پر علم کی کئی گنا فضیلتیں بیان فرمائی ہے چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ فَضلَ العالِمِ عَلیَ العابِدِ کَفَضۡلَ الۡقَمَرِ لَیۡلَةَ الۡبَدۡرِ عَلٰی سآ ئِرِ الکَوا کِبِ وِاِنَّ الۡعُلَماَ ءَوَرَ ثَةُ الاَنۡبِیاَ ءِ وَ اِنَّ الاَ نۡبِیاَ ءَلَمۡ یُوَ رِّ ثُوا دِیۡناَ راً وَّ لاَ دِرۡهِما وَ اِنَّماَ وَرَّثُوا الۡعِلۡمَ فَمَنۡ اَخِذَہٗ اَخزَ بِحَظٍ وَافِرٍ

(ترمذی،ابوداؤد)

مفہوم بیشک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور بیشک علماء انبیاء کے وراث ہیں اور بیشک انبیاء دینار و درھم کا وارث نہیں بناتے، وہ تو علم کا وارث بناتے ہیں تو جس نے اس میں سے حصہ پایا تو اس نے صحیح حصہ پایا۔

ایک دوسری حدیث میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم اور عبادت میں فضلیت کے فرق کو ایک مثال کے ذریعہ واضح فرمایا، چنانچہ ترمذی اور مشکوۃ شریف کی روایت ہے:

عَنۡ اَبِي اُمامَةَ الۡباهِلِي ذُكِرَ لِرَسُوۡلِ للهِ رَجُلاَنِ اَحَدُهُمَا عاَبِدٌ وَالۡاَخَرُ عَالِمٌ فقَالَ رَسُوۡلُ اللهِ ﷺ فَضۡلُ الۡعَالِمِ عَلیَ الۡعَابِدِ كَفَضۡلِي عَلٰی اَدۡنَا كُمۡ۔

(ترمذی دارمی،مشکوۃ)

ترجمہ:۔حضرت ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ان میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی فضیلت عابد پر

ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے سب پر ادنی پر۔

ایک اور حدیث میں عبادت اور علم میں مقام و مرتبہ کے لحاظ سے جو فرق ہے اس کو اس طرح واضح کیا گیا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللہ ﷺ فَقِیهٌ واحِدٌ، اَشَدُّ عَلَی الشیطانِ مِنَ اَلْفِ عَابِدٍ۔

(ترمذی، ابن ماجه، مشکوۃ)

مفہوم حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

واضح رہے کہ عربی میں فقیہ اس کو کہتے ہیں جسے قرآن وحدیث کا پختہ اور گہرا علم ہو اور جو قرآن و حدیث کی روشنی میں مسائل کا استنباط کرے ساتھ ہی اس میں یہ صلاحیت بھی ہو کہ قرآن وحدیث کے احکامات و ہدایات کو موجودہ دور میں انسانوں کی زندگیوں پر منطبق کرے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہ کے چار اماموں یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل کو عام طور سے فقہاء کرام کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کا استنباط کیا۔

معلوم ہوا کہ دین کے فقیہ کا مرتبہ عالم دین سے بھی بڑا ہوا ہے۔ ویسے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ علم کا اصل مقصد دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا ہی ہے اور اسی کا نام فقہ ہے۔

مذکورہ تینوں ہی احادیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ حصولِ علم کو عبادت پر ہزاروں گناہ فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی فرض عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کو چھوڑ کر صرف حصولِ علم میں لگا رہے مذکورہ احادیث پر غور کرنے سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ جو عبادات بغیر علم و شعور کے ادا کی جاتی ہے اور جو علم و شعور کے ساتھ ادا کی جاتی ہے ان دونوں میں یہ تفاوت ہے۔

ساتھ ہی مذکورہ احادیث کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ نفل عبادات پر حصول علم کو ہزاروں گناہ فضیلت حاصل ہے، چاہے وہ نفل نمازیں ہو یا نفل روزے ہو، یا نفل صدقات ہوں، یا نفل حج ہو، یا اور کوئی نفل کام ہو، ان تمام کاموں میں علم کے سیکھنے اور سیکھانے کو ہزاروں گناہ فضیلت حاصل ہے۔

لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ آج معاشرہ میں جو افراد دیندار شمار ہوتے ہیں ان کے پاس

نوافل عبادات کی تو بڑی اہمیت ہے لیکن قرآن وحدیث کے علم کے سیکھنے سکھانے کی ذرا بھی اہمیت نہیں ہے۔ یہاں تک کی معاشرے میں ایسے لاکھوں کروڑوں افراد مل جائیں گے جنہوں نے اپنی زندگی میں ہزاروں نفل رکعتیں پڑھ ڈالی، سیکڑوں نفل روزے رکھ لئے اور لاکھوں روپئے نفل صدقات اور نفل حجوں میں خرچ کر ڈالے لیکن زندگی میں ایک مرتبہ بھی سورہ فاتحہ کے مکمل مطلب اور مفہوم کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش نہیں کی۔

اسی طرح قرآن و احادیث کا علم جو فرض ہے اس کے علم کے حصول میں جو ترجمہ اور تفسیر کی کتابیں ضروری ہے انہیں خریدنے کے لئے چند روپئے بھی خرچ نہیں کئے واضح رہے کہ صاحب حیثیت مسلمان پر بھی حج زندگی میں صرف ایک مرتبہ ہی فرض ہے۔ ایک مرتبہ سے جو زائد ہوگا، وہ نفل حج ہوگا، اور نفل حج کرنے سے ہزاروں درجہ بہتر ہے کہ وہ اتنا روپیہ اور وقت قرآن وحدیث کے سیکھنے اور سیکھانے میں لگائے لیکن افسوس ہے کہ بہت سے مسلمان اس افضل کام کو چھوڑ کر غیر افضل کام میں اپنا روپیہ اور وقت لگا رہے ہیں۔

ایک اور حدیث میں آنحضور ﷺ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو علم حاصل کرنے کی جو نصیحت کی اس سے بھی نفل عبادت پر حصولِ علم کی اہمیت وفضیلت واضح ہوتی ہے۔

یہ حدیث ابن ماجہ شریف میں ہے اور ہمارے اکثر علماء اسلام اسے اپنی کتابوں میں نقل کئے ہیں چنانچہ حدیث اس طرح ہے:

يٰاَبَاَ ذَرٍّ لَاَن تَغْدُ فَتَعَلَّمَ آيَةً مِّنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالىٰ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ مِاَءةَ رَكْعَةٍ وَلَاَنْ تَغْدُ فَتَعَلَّمَ بَاباً مِّنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِهِ اَوْلَمْ يُعْمَلْ بِهِ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ اَلْفَ رَكْعَةٍ۔

(ابن ماجہ)

مفہوم: حضرت ابو ذر سے روایت ہے کہ اُن سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے ابو ذر تیرا صبح کو قرآن کی ایک آیت کا علم حاصل کرنا تیرے لئے سو رکعت پڑھنے سے بہتر ہے اور تیرا صبح کو دین کے ایک موضوع کا علم حاصل کرنا تیرے لئے ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔ چاہے اُس موضوع پر عمل ہو یا عمل نہ ہو۔

مذکورہ تمام احادیث سے جہاں اسلامی عبادات پر اسلامی علم کی اہمیت وفضیلت واضح ہوتی

ہے وہیں علم کا اصل مقصد "تَفَقُّهٌ فِي الدِّينِ" یعنی دین میں سمجھ بوجھ اور فہم وبصیرت پیدا کرنا بھی معلوم ہوتا ہے۔

ایک دانا کا قول ہے:

اتخذ الليل جملا تدرك به املا

ترجمہ: ساری ساری رات کام میں مصروف رہا کرو مقصود کو جلد پالو گے۔

اے عزیز طالب علم! خود مجھے بھی اس موضوع پر یہ نظم لکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

من شاء ان يحتوي آماله جملا فليتخذ ليلة في دركها جملا

ترجمہ: جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی تمام خواہشیں پوری ہو جائیں اسے چاہیے کہ ان خواہشات کی تحصیل کے لیے رات بھر اپنے کام میں مصروف رہے۔

اقلل طعامك كي تحظى به ثمرا ان شئت ياصاحبي ان تبلغ الكملا

ترجمہ: اپنے کھانے کو کم کرتا کہ تو فوائد وثمرات میں حصہ پاسکے اے میرے دوست! اگر تو فضل وکمال کی منزل تک پہنچنا چاہتا ہے۔

من اسهر نفسه بالليل فقد فرح قلبه بالنهار

ترجمہ: جو راتوں کو جاگتا ہے تو اس کا دن مسرت وخوشی سے گزرتا ہے۔

اے عزیز طالب علم! علم کیلئے رات کے اول حصے اور آخری حصے میں مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ مغرب وعشاء کے درمیان کا وقت اور سحری کا وقت دونوں بہت ہی مبارک اوقات ہیں۔

ایک شاعر کہتا ہے:

ياطالب العلم باشر الورعا وجنب النوم واترك الشبعا

ترجمہ: اے عزیز طالب علم! تقوی اور پرہیز گاری کو لازم پکڑ، نیند سے کنارہ کر اور شکم سیر ہونا چھوڑ دے۔

داوم على الدرس لا تفارقه فالعلم بالدرس قام وارتفعا

ترجمہ: درس وتکرار پر مداومت اختیار کر کبھی اس میں ناغہ مت کرنا کہ علم کا پودا درس وتکرار ہی سے کھڑا رہتا ہے اور مزید پھلتا پھولتا رہتا ہے۔

الغرض ایک طالب علم کو آغاز جوانی اور نوعمری سے فائدہ اٹھانا چاہیے جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے

کہ:

بقدر الکد تعطی ما تروم فمن رام المنی لیلا یقوم

ترجمہ: تو اپنی تمناؤں کو بقدر محنت ہی حاصل کرسکتا ہے جو ڈھیروں مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ راتوں کو قیام کرے۔

وایام الحداثۃ فاغتنمھا الا ان الحداثۃ لا تدوم

ترجمہ: زندگی کے یہ دن تو عارضی ہیں، انہیں غنیمت جان کر ان سے فائدہ اٹھالو کیونکہ عارضی چیز ہمیشہ نہیں رہتی۔

(راہ علم، ص نمبر ۴۲، ۴۳)

میں اللہ عزوجل کے بارگاہ میں دعا کرتا ہوں، جب بھی میری موت آئے فقہ کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے آئے، آمین۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ
ابوحنیفہ محمد اکبر اشرفی رضوی، مانخور د ممبئی
۳۱ جولائی بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

کیا اَبوطالب صحابی ہیں اور سب سے زیادہ حضرت علی سے محبت فرماتے تھے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ علمائے اہلسنت کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ۔ ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت ابوطالب سب سے بڑے صحابی ہیں۔ اور حضور سب سے زیادہ پیار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرتے تھے ایسا کہنا کیسا ہے۔ المستفتی محمد ارشاد قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــه تعـــــــالی

صحابی ہونے کی متفق علیہ تعریف یہ ہے کہ صحابی وہ مسلمان ہے جس نے ایمان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور ایمان بالخیر کے ساتھ دنیا سے رخصتی ہوئی ہو، ایسا ہی علامہ حجر عسقلانی رحمہ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ صحابی کی متفقہ تعریف جو علمائے جمہور وفقہاء کے نزدیک معتبر و مستند ہے:

وهُو: مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعالى عليهِ وآلِهِ وسلَّمَ مؤمِناً بهِ وماتَ عَلى الإسلامِ

(نزهة النظر فی توضیح نخبة الفكر عتر، صفحة ۱۱۱ الصباح دمشق)

اس حوالے کی روشنی میں ابو طالب صحابی نہیں، کیونکہ ابو طالب کے ایمان عدم ایمان میں مختلف آراء ہیں قول راجح میں عدم ایمان کا حکم ہے جو شخص مسلمان کہے وہ خاطی وگمراہ ہے، کئی آیتیں و احادیث عدم ایمان پر شاہد ہیں اختصار میں دلائل شرح المطالب فی مبحث ابی طالب سے ملاحظہ فرمائیں:

" اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ

اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے وہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں۔

(القرآن الکریم ۲۸/۵۶)

تفسیر جلالین میں ہے:

وَنَزَلَ فِي حِرْصه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ على إيمان عمه أبي طالب

(المحلی، جلال الدین، تفسیر الجلالین، الصفحة ۵۱۵ القاهرة)

اور علامہ نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

" فَقَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلَى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي أَبِي طَالِبٍ وَ كَذَا نَقَلَ إِجْمَاعَهُمْ عَلَى هَذَا الزَّجَّاجُ وَغَيْرُهُ "

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی اور جیسا کہ زجاج وغیرہ نے اس پر ان کا اجماع نقل کیا ہے۔

(النووي،شرح النووي علی مسلم،۲۱۵/۱)

آیت ثانیہ:

قال جل جلالہ" مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (۱۱۳)

روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں جانیوالے ہیں۔ یہ آیت کریمہ بھی ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی۔

تفسیر امام نسفی میں ہے:

هم عليه الصلوة والسلام ان يستغفر لابی طالب فنزل ما كان للنبی

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ابو طالب کے لئے استغفار کریں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ" نبی کو یہ روا نہیں"۔

امام ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

" وَيُؤَيِّدُ الْخُصُوصِيَّةَ أَنَّهُ بَعْدَ أَنِ امْتَنَعَ مِنَ شَفَعَ لَهُ حَتَّى خُفِّفَ عَنْهُ الْعَذَابُ بِالنِّسْبَةِ لِغَيْرِهِ"

یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خصوصیت سے ہوا کہ ابو طالب نے با آنکہ ایمان لانے سے انکار کیا پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شفاعت نے اتنا کام دیا کہ بہ نسبت باقی کافروں کے عذاب ہلکا ہو گیا۔

(الباری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورة القصص باب قوله انك لاتهدی مصطفٰی البابی مصر ۱۲۳/۱۰)

قال بلغنی انه لما اشتكى ابوطالب شكواه التی قبض فيها قالت له قريش ارسل الى ابن اخيك يرسل اليك من هٰذه الجنة التی ذكرها يكون لك شفاء فارسل اليه فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله حرمها على الكافرين طعامها و شرابها ثم اتاه فعرض عليه الاسلام . فقال لولا ان تعيربها فيقال جزع عمك من الموت لاقررت بها عينك و استغفرله بعد

مامات فقال المسلمون مایمنعنا ان نستغفر لآبائنا ولذوی قرابتنا قد استغفر ابراهیم علیه السلام لابیه ومحمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم لعمه فاستغفروا للمشرکین حتی نزلت ما کان للنبی والذین اٰمنوا

یعنی ابو طالب کے مرض الموت میں کافرانِ قریش نے صلاح دی کہ اپنے بھتیجے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے عرض کرو کہ یہ جنت جو وہ بیان کرتے ہیں اس میں سے تمہارے لیے کچھ بھیج دیں کہ تم شفاء پاؤ۔ ابو طالب نے عرض کر بھیجی حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تعالی نے جنت کا کھانا پانی کافروں پر حرام کیا ہے،۔ پھر تشریف لا کر ابو طالب پر اسلام پیش کیا۔ ابو طالب نے کہا: لوگ حضور پر طعنہ کریں گے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا چچا موت سے گھبرا گیا اس کا خیال نہ ہوتا تو میں حضور کی خوشی کر دیتا۔ جب وہ مر گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انکے لیے دعائے مغفرت کی مسلمانوں نے کہا ہمیں اپنے والدوں قریبوں کے لیے دعائے بخشش سے کون مانع ہے، ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار کی محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے چچا کے لیے استغفار کر رہے ہیں، یہ سمجھ کر مسلمانوں نے اپنے اقارب مشرکین کے واسطے دعائے مغفرت کی، اللہ عزوجل نے آیت اتاری کہ مشرکوں کے لیے یہ دعا نہ نبی کو روا نہ مسلمانوں کو، جب کہ روشن ہو لیا کہ وہ جہنمی ہیں دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ، حضور سب سے زیادہ علی سے محبت فرماتے تھے، لاشک فیہ۔

(کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں، مسند امام مالک، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ)۔

لیکن اس محبت سے یہ اخذ مت کر لیجیے گا کہ سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے افضل ہیں، علماء اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد تمام امت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ افضل ہیں پھر حضرت عمر فاروق اعظم، وحضرت عثمان غنی وحضرت مولا علی رضی اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

کتبـــــہ

محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی غفرلہ القوی

آیت کریمہ ”اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ“ میں ”الْمُحْسِنِيْنَ“ سے مراد کون ہیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام کہ آیت کریمہ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ میں جولفظ " الْمُحْسِنِيْنَ " ہے اس سے مراد کون لوگ ہیں حضور جواب عنایت کریں۔سائل محمد رحمت شاہدی کٹیہار

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجواب بعونه تعالى

آیت کریمہ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ میں الْمُحْسِنِيْنَ سے مراد متقی لوگ ہیں حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب علیہ الرحمہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ محسنین سے مراد ہیں متقی لوگ یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت بخشش کرم نوازی معافی متقی مسلمانوں سے قریب ہے یا اللہ کی رحمت سے مراد ہیں حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ رب نے انہیں رَحْمَتَ لِّلْعٰلَمِيْنَ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَتَ لِّلْعٰلَمِيْنَ اور محسنین سے مراد ہیں اچھے عقیدے والے لوگ یعنی مؤمنین سے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت قریب ہیں ان کے جلوے مؤمنوں کے دلوں میں دماغوں میں ہیں۔

بلکہ مومنوں کی روح میں جلوہ گر رہتے ہیں اس کی تفسیر وہ آیت ہے " اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ "نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں قربان جاؤں رب تعالیٰ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور اس کے محبوب جان سے زیادہ نزدیک چونکہ رحمت بمعنی رحم ہے۔
(تفسیر نعیمی جلد ہشتم صفحہ 589 مطبوعہ مکتبہ رضویہ دہلی)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ کی رحمت نیک کاروں کے قریب رہتی ہے اس کی رحمت چاہتے ہو تو نیک کار بنو اور نیک کاروں سے قریب رہو نیکی اور نیک لوگ اللہ کی رحمت کے دروازے ہیں۔

(المرجع السابق صفحہ 589/590)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ کی رحمت چاہیئے تو نیک بنو بدکاری کر کے رحمت کی امید کرنا گویا شریعت کا مذاق اڑانا ہے یہ فائدہ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ سے حاصل ہوا حضرت مولانا جلال الدین احمد رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

گندم از گندم بروید جوز جو
از مکافات عمل غافل مشو

یعنی جو بو کر گندم کاٹنے کی امید کرنا نہیں ہے بلکہ امینہ ہے یعنی ناجائز خواہش۔

(المرجع السابق صفحہ 591)

الحاصل آیت کریمہ الْمُحْسِنِيْنَ میں الْمُحْسِنِيْنَ سے متقی پرہیزگار اچھے عقیدے والے لوگ مراد ہیں جیسا کہ متذکرہ بالا تفسیر سے عیاں ہے۔ واللہ اعلم

کتبـــــہ

ابوالاحسان محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۱۳ ربیع الاول ۱۴۴۳ھ بروز بدھ

کیا دس محرم الحرام کو تمام پانیوں میں آب زمزم پہنچتا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم کی دسویں (10) تاریخ کو تمام پانیوں میں آب زمزم پہنچتا ہے؟ نیز اگر پہنچتا ہے تو اس کا حکم کیا ہے؟ سائل محمد تنویر احمد قادری اسمٰعیلی بنارس یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

وبرکاتہ

الجـــــــــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعـــــــــــــــالی

ہاں یہ صحیح ہے کہ ماہ محرم الحرام کی دسویں تاریخ یعنی عاشورہ کے دن آب زم زم شریف پانیوں میں پہنچتا ہے تفسیر روح البیان کے حوالے سے حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: اسی تاریخ کو غسل کرے تو ان شاءاللہ تعالیٰ تمام سال بیماریوں سے امن میں رہے گا کیونکہ اس دن آب زم زم تمام پانیوں میں پہنچتا ہے۔

(اسلامی زندگی صفحہ 131 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ دہلی)

رہا اگر پہنچتا ہے تو کیا حکم ہے تو حکم یہی ہے کہ مذکورہ تاریخ میں غسل کر لینا بہتر ہے تاکہ بیماریوں سے امن وامان میں رہے۔

کتبـــــہ

ابوالاحسان محمد مشتاق قادری رضوی مہاراشٹر

۵ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ بروز اتوار

کتاب التواریخ

(تاریخ کا بیان)

الدولۃ المکیہ کتنے وقت میں لکھی گئی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

سوال:۔ اعلی حضرت نے الدولۃ المکیہ کتنے وقت میں لکھی اور یہ کتاب کیا دونوں ہاتھوں سے لکھی گئی ہے؟ اس پر پورا خلاصہ کریں۔سائل مختار احمد تحسینی پیلی بھیت یوپی

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

۲۵/ذی الحجہ کو آپ رحمۃ للہ علیہ نے علماء نجد کی طرف سے آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے علم غیب کے متعلق پانچ سوالات کے جواب میں شدت بخار کے باوجود بغیر کسی کتب کو دیکھے صرف آٹھ گھنٹوں میں عربی زبان کے اندر ایک کتاب موسوم بہ الدولہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ لکھی ،جس پر علمائے عرب نے نہ صرف داد سے نوازا بلکہ شریف مکہ نے وہ کتاب سطر بہ سطر لفظ بہ لفظ سماعت کی۔اور آپ کو علماء عرب نے ’’مجدّد ماءۃ حاضرۃ‘‘ کے لقب سے نوازا۔(حوالہ سوانح اعلی حضرت ص ۲۹۵)

اور اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ دونوں ہاتھوں سے لکھے ہیں یہ بالکل غلط ہے بلکہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ صرف اور صرف دائیں ہی ید کا استعمال کیا کرتے تھے۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــــہ

محمد اشفاق عطاری

۲۱ربیع الاول ۱۴۴۳ھ بروز جمعرات

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے والد کا نام کیا تھا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے والد صاحب کا کیانام تھا جواب عنایت فرمائیں کرم نوازش ہوگی۔سائل محمد فیصل رضا بریلی شریف

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــــالی

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے والد گرامی کا نام مبارک حضرت ثابت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ہے جیسا کہ فیضان مدینہ میں ہے:

کروڑوں حنفیوں کے عظیم پیشوا سیّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نامِ نامی نعمان، والدِ گرامی کا نام ثابت اور کنیت ابوحنیفہ ہے۔آپ 70ھ میں عراق کے مشہور شہر کُوفہ میں پیدا ہوئے اور 80 سال کی عمر میں 2 شعبان المعظم 150ھ میں وفات پائی۔واللہ تعالی اعلم

(نزھۃ القاری، ج1،ص169، 219 بحوالہ ماہنامہ فیضان مدینہ دعوت اسلامی)

کتبـــــه

محمد اشفاق عطاری نیپال

۳ رجب المرجب ۱۴۴۲ ہجری

چند سوالات اور اسکے جوابات

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

حضرت کچھ ضروری سوال ہیں ان کا جواب مع حوالہ عنایت فرمائیں۔

(۱) ذات البطاقین کس صحابیہ کا لقب ہے؟

(۲) عبد اللہ ابن دینار کا لقب دینار کیوں پڑا؟

(۳) وہ کون سی زوجہ محترمہ ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے کم صحبت پائی

(۴) حضرت رابعہ بصری ایک دن میں کتنے نوافل پڑھتی تھیں؟
(۵) اصحاب کہف کی تعداد کتنی اور ان کے کتے کا کیا نام تھا؟
برائے مہربانی بروز بدھ تک مجھے ان سوالات کے جواب چاہیئے حضرت۔بہت مہربانی ہوگی
بہت ضرورت ہے عنداللہ معذور ہوں۔سائل رضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

(۱) ذات النطاقین یہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق کا لقب ہے، ذات النطاقین کا مطلب دو کمربند والی کیونکہ ہجرت کی رات آپ نے اپنے کمربند کے دو ٹکڑے کرکے ایک ٹکڑے سے حضور کے سفر کا توشہ باندھا تھا دوسرا اپنے استعمال میں رکھا یا دوسرے سے حضور کے سفر کا مشکیزہ باندھا۔
(مراۃ المناجیح جلد ۸ حالات صحابہ کرام صفحہ ۴۹۰)

(۲) آپ کے والد کا نام دینار تھا جبکہ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ ایک دن کشتی میں سوار تھے۔جب کشتی وسط میں پہنچی، ملاحوں نے آپ سے کرایہ طلب کیا، آپ نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔اس پر انھوں نے آپ کو مارنا شروع کردیا جس سے آپ بے ہوش ہو گئے۔جب ہوش میں آئے تو انہوں نے پھر کرایہ طلب کیا، آپ نے کہا میرے پاس نہیں ہے۔انہوں نے کہا ٹانگ پکڑ کر دریا میں ڈال دیں گے۔انہوں نے یہ کہا ہی تھا کہ اللہ کے حکم سے دریا کی مچھلیاں ایک ایک دینار منہ میں لے کر باہر نکل آئیں۔آپ نے ایک مچھلی سے دینار لے کر ملاح کو دے دیا، جب ملاحوں نے یہ حال دیکھا تو آپ کے پاؤں میں گر گئے۔حضرت مالک نے پاؤں کشتی سے باہر نکالے اور سطح پر چلتے ہوئے دور نکل گئے۔اسی وجہ سے آپ کا نام مالک دینار ہوگیا۔
(مراۃ الاسرار صفحہ ۲۳۶)

(۳) سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح 3 ہجری میں 30 سال کی عمر میں ان کے پہلے شوہر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی غزوۂ احد میں شہادت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوا۔نکاح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک 56 سال تھی۔فقراء اور مساکین کے ساتھ فیاضی کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ ام المساکین کے لقب سے مشہور ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے صرف چند ماہ بعد ہی ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا۔رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔
(جنتی زیور صفحہ ۳۷۷)

(۴) حضرت رابعہ بصریہ دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتی تھی۔
(ماہنامہ دختران اسلام جنوری 2015 صفحہ ۳۳)

(۵) اصحاب کہف قوی ترین اقوال یہ ہے کہ وہ سات حضرات تھے اگر چہ انکے ناموں میں کسی قدر اختلاف ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پر جو خازن میں ہے ان کے نام یہ ہیں: مکسلمینا، یملیخا، مرطونس، بینونس، سارینونس، ذونوانس، کشفیط طنونس، اور ان کے کتے کا نام قطمیر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(پارہ ۱۵ سورہ کہف کنزالایمان مع تفسیر خزائن العرفان)

کتبہ
محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

بیعت رضوان کے موقع پر کتنے صحابہ کرام تھے اور کیا بوقت بیعت پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دینا شرط ہے ؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال:۔ علمائے کرام کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ بیعتِ رضوان کے موقع پر کتنے صحابہ نے بیعت فرمائی تھی نیز زید کہتا ھے حضور نے کل صحابہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بیعت کی تھی اس لئے پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے بغیر بیعت نہیں ہوسکتی زید کا کہنا کیسا ھے بحوالہ جواب عنایت فرمائیں بہت مہربانی ہوگی۔ سائل جابر رضا رامپوری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
الجواب بعونہ تعالیٰ
پندرہ سو صحابۂ کرام مقام حدیبیہ میں تھے حضور علیہ السلام نے صحابہ سے کفار کے مقابل جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت لی اور سب نے اپنے اپنے ہاتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں

دے کر بیعت جہاد کی یہاں تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت حضور علیہ السلام نے اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اسے دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ارشاد فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدہ الیمنی ھذہ ید عثمان فضرب بھا علی یدہ فقال ھذہ لعثمان

(صحیح البخاری ج دوم ص 582 بحوالہ مؤبائل فون کے ضروری مسائل صفحہ 140)

اصطلاح میں بیعت عہد و پیمان و وعدہ کو کہتے ہیں جیسا کہ حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ" بیعت یعنی ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے اور عہد باندھنے کا نام ہے جیسا کہ پیران طریقت نے اپنے ہاتھ سچے مریدوں کے ہاتھوں پر رکھے اور رکھتے ہیں اور کلمہ استغفار اور توبہ کی تلقین کی اور کرتے ہیں اور مریدوں سے یہ عہد لیتے ہیں کہ:

"ما آتکم الرسول فخذوہ وما نھا کم عنہ فانتھوا"

جو رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے تمہیں منع کر دیں اس سے باز رہو۔

اس بیعت کی اصل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخت کے نیچے بیعت کی تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔ (سبع سنابل شریف صفحہ 104 / 105 مطبوعہ رضوی کتاب گھر بھیونڈی مہاراشٹر)

صورت مسئولہ میں زید کا یہ قول کہ ہاتھ میں ہاتھ دیئے بغیر بیعت نہیں ہوسکتی غلط ہے کیونکہ ہاتھ میں ہاتھ دینا شرائط بیعت میں سے نہیں اگر کوئی شخص کسی دوری کے سبب یا کسی عذر کے تحت مرشد کے ہاتھ پر ہاتھ نہ دے سکا فقط زبانی اقرار کر لیا تو بیعت کے لئے کافی ہے جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

" جب وفد ثقیف حاضر بارگاہ اقدس ہوا اور دست انور پر بیعتیں کیں ان میں ایک صاحب کو (جذام کا) عارضہ تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ:

"ارجع فقد بایعناك"

واپس جاؤ تمہاری بیعت ہوگئی یعنی زبانی کافی ہے مصافحہ نہ ہونا مانع بیعت نہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج، ۹، ص، ۲۱۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

واللہ تعالیٰ اعلم

تاریخ اسلام کے واقعات کو فلمی شکل میں دیکھنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ تاریخ اسلام کی واقعات کو فلم کی شکل میں دیکھنا جائز ہے کیا جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ سائل محمد عامر حسین

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

آج کل انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سیرت بلکہ عذاب قبر پر فلمیں بنائی جاتی ہیں ان فلموں میں کفار وفساق کو نبی وصحابی وفرشتہ بنا کے دکھایا جاتا ہے بے پردگی ہوتی ہے اور کئی مرتبہ جو دکھایا جاتا ہے وہ عقائد وشرع کے خلاف ہوتا ہے الغرض ایسی فلمیں بے شمار گناہوں کا مجموعہ ہیں جس سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسی فلمیں بنانے چلانے اور دیکھنے میں تعاون نہ کریں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

یعنی گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

(سورۃ مائدہ آیت:2)

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں ہے کہ:

اسلامی غزوات فتوحات اور واقعات پر مشتمل اینیمیٹیڈ فلمیں ہیں ان میں شاید باید ایک فیصد وغیرہ کی حکایت کرنے والی فلمیں محظورات سے قطعی خالی نہیں ہوتیں بلکہ یہ دینی پروگرام گمراہی پھیلانے کا ایک مستقل ذریعہ ہیں شیعہ مرزائی کمیونسٹ اور ناپختہ علم لوگ ان دینی پروگراموں کو بناتے ہیں اور اناپ شناپ جو انکے مونھ میں آتا ہے کہتے ہیں، اسلام کے حسین چہرے کو مسخ کیا جاتا ہے اسلام اپنی سربلندی کے لئے ان شیطانی آلات کا منت کش نہیں ہے جن میں نہ حلال وحرام کی تمیز ہو نہ مرد وزن کے حدود ہوں نہ نیکی وبدی کا تصور ہو۔

ان مقدس ہستیوں کے مقدس بزرگانہ تصور کو مٹا کر ایک فلمی ہیرو کی شکل میں لایا جاتا ہے دشمن مما لک کے لوگوں کو ناچتے ہوئے اور لڑکیوں کے ساتھ شہوت انگیز انداز میں عیش کرتے ہوئے اس

طور پر دکھایا جاتا ہے کہ عین موقع پر اسلامی فوجیں پہونچ جاتی ہیں بسا اوقات کسی صحابی کو کسی لڑکی پر عاشق بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور یہ دکھایا جاتا ہے کہ دشمن ملک کی لڑکی سے پیار کے نتیجے میں دشمن ملک فتح ہوگیا معاذ اللہ نعوذ باللہ من ذالک یعنی جس طرح اردو ناولوں میں مقدس غزوات وفتوحات کو مسخ کرکے پیش کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی فلمی متحرک تصاویر کے ذریعے اسی کی نقل وحکایت کی جاتی ہے ان فلموں کی قباحت بیان کی جائے تو دفتر کا دفتر درکار ہوگا یہ اینیمیٹیڈ فلمیں بے پناہ برائیوں غلط مناظر اور جھوٹی باتوں کا مجموعہ ہیں۔

(ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ص:22 / اپریل 2011)

انکے علاوہ جو مقدس مقامات کی مووی ہوتی ہے جس میں نہ کوئی میوزک نہ کوئی جاندار کی تصویر ہوتی ہے صرف مقدس مقامات کو دکھایا جاتا ہے جس جگہ جنگ بدر ہوئی اس مقام کو جہاں کسی نبی کی جائے پیدائش ہے اس مقام کو دکھایا جائے تو ایسی مووی بنانا اور دیکھنا جائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(بحوالہ رسم ورواج کی شرعی حیثیت ص:537 / 538 / مکتبہ اشاعۃ الاسلام لاہور)

کتبــــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اتراکھنڈ

۳۰ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ الباری کا فقہی مسلک کیا تھا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں عرض ہے کہ امام بخاری حنفی ہے یا شافعی یا مالکی کیا ہے برائے مہربانی مجھے جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ سائل محمد نور عالم قادری بنگال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

امام بخاری رحمۃ اللہ الباری کی تصانیف میں اس بات کی صراحت تو نہیں ملتی کہ آپ رحمۃ اللہ تعالی کا فقہی مسلک کیا تھا البتہ امام تاج الدین سبکی، امام قسطلانی اور آخر میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ائمۂ شافعیہ میں شمار کیا ہےلیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ محض مقلد نہیں تھے بلکہ مجتہد فی المسائل تھے آپ کی مثال شوافع میں ایسی ہی ہے جیسے امام ابوجعفر طحاوی کی احناف میں۔واللہ تعالی اعلم

(جامع الاحادیث ج:1 /ص:323 / حالات محدّثین وفقہاء/ اعلی حضرت نیٹ ورک)

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۱۶صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بروز اتوار

*

قوم بنی اسرائیل کس نبی کی آل سے ہیں اور انکی بربادی کا سبب کیا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔تمام مفتیان کرام کی بارگاہ میں عرض ہیکہ قوم بنی اسرائیل کس نبی کے ماننے والے تھے اور اس کی بربادی کا سبب کیا تھا ایک مکمل جواب عطا کریں۔سائل رحمت شاہدی کٹیہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــالی

سب سے اول بات ذہن نشیں فرمائیں کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا نام نہیں بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آل و اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا جیسا کہ کتب تفاسیر میں تفصیلاً منقول ہے:

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان بارہ بیٹوں کی اولاد بہت ہوئی انہیں میں اولوا العزم پیغمبر تشریف لائیں جن میں (حضرت یوسف،حضرت موسی،حضرت سلیمان،حضرت داؤود، حضرت عیسی علیہم السلام وغیرہ)اور بارہ قبائل میں تقسیم ہوئے انہیں قبائل والوں کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔

(تفسیر نعیمی پارہ اول ص ۳۲۸ نعیمی کتب خانہ)

لیکن عوام الناس میں معروف ہیکہ بنی اسرائیل حضرت موسی علیہ السلام کی قوم کو کہتے ہیں ان

کی بربادی کے وجوہات بہت ساری ہیں اس کے تعلق سے تفاسیر بھری ہوئی ہیں البتہ میں ایک دو کا ذکر کرتا ہوں:

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـٕیْنَ

(پارہ 1 سورہ بقرہ آیت 65)

ترجمہ:۔اور بے شک ضرور تمہیں معلوم ہے تم میں کے وہ جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے فرمایا ہوجاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔

(کنزالایمان)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: شہر یلہ (ایک جگہ کا نام) میں بنی اسرائیل آباد تھے انہیں حکم تھا کہ شنبہ (ہفتہ) کے دن عبادت کے لیے خاص کر دیں اس روز شکار نہ کریں اور دنیاوی مشاغل ترک کر دیں ان کے ایک گروہ نے یہ چال کی جمعہ کو دریا کے کنارے کنارے بہت سے گڈھے کھودتے اور شنبہ کی صبح کو دریا سے گڈھوں تک نالیاں بناتے جن کے ذریعے پانی کے ساتھ آ کر مچھلیاں گڈھوں میں قید ہو جاتیں یکشنبہ (اتوار) کے روز انہیں نکالتے اور کہتے کہ ہم مچھلی کو پانی سے شنبہ کے روز نہیں نکالتے چالیس یا ستر سال تک یہی عمل رہا جب حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام کی نبوت کا عہد آیا اور آپ نے انہیں اس عمل سے منع فرمایا اور قید کرنا ہی شکار ہے جو شنبہ کو کرتے ہو اس سے باز آؤ ورنہ عذاب میں گرفتار کئے جاؤ گے وہ باز نہ آئے تو آپ علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے ہلاکت فرمائی اللہ تعالی نے انکو (گروہ بنی اسرائیل) بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا عقل وحواس باقی رہے مگر قوت گویائی (بولنا) زائل (ختم) ہوگئی بغلوں سے بدبو نکلنے لگی اپنے اسی حال پر روتے روتے تین روز میں سب ہلاک ہوگئے ان کی نسل باقی نہ رہی یہ ستر ہزار کے قریب تھے اور ہاں دو گروہ اس قوم کے اور بھی تھے جنہوں نے نجات پائی کیونکہ وہ فرماں بردار وانبیاء اکرام کے احکام پر عمل پیرا تھے۔واللہ تعالی اعلم

(تفصیل کے لیے کتب تفاسیر کی جانب رجوع کریں)

کتبہ

عبیداللہ رضوی بریلی شریف یوپی/۲۶ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ

کون کون سے جانور جنت میں داخل ہونگے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔کونسے ایسے دس جانور جنت میں جائیں گے جواب عنایت فرمادیں مہربانی ہوگی۔سائل واضد قمر رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــالی

جنت میں دس جانور داخل ہونگے:

(۱) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا براق

(۲) حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گؤ سالہ

(۴) حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مینڈھا

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گائے

(۶) حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی

(۷) حضرت عزیر علیہ السلام کا دراز گوش

(۸) حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی

(۹) حضرت بلقیس کا ہدہد

(۱۰) اصحاب کہف کا کتا۔واللہ تعالی اعلم

(مخزن معلومات ص:90 /بحوالہ الاشباہ والنظائر وحموی شرح اشباہ)

کتبـــــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

وہ کونسے بزرگ ہیں جو مادر شکم میں تین سال رہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ وہ کون بزرگ هیں جو مادر شکم میں تین سال رہے۔ المستفتی: عبد اللطیف قادری

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو شکم مادر میں معمول سے زیادہ رہے۔ مؤرخین کے نزدیک مشہور تو یہ ہے کہ آپ تین سال تک رہے لیکن علامہ واقدی عطاف بن خالد سے منقول ہے کہ دو برس رہے۔ واللہ تعالی اعلم

(بستان الحدیث اردو ص 12 بحوالہ حیات ائمہ اربعہ ص 104)

کتبـــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

حیات ظاہری میں خواجہ غریب نواز وسید سالار مسعود ی غازی علیہما الرحمہ کی ملاقات ہوئی یا نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس ذیل کے مسئلہ میں کہ زید کا کہنا ہے ہم نے کہیں سنا تھا کہ سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کے در پہ سرکار خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ چالیس دن تک رہے، اگر یہ واقعہ سہی ہے تو براہ کرم حوالہ عطا کردیں مہربانی ہوگی۔ السائل: عبد المجید وزیر گنج گونڈہ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

یہ واقعہ اگر سرکار غازی علیہ الرحمہ کی ظاہری حیات پاک کے وقت سے منسوب کیا جاتا ہو تو بالکل غلط ہے کیونکہ حضور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ اور حضور خواجہ غریب نواز کے وفات کے درمیان

تقریباً بروایاتِ مختلفہ ایک سو اکیاسی (181) یا دو سو سات (207) سال کا فرق ہے، تو کیسے حضور خواجہ غریب نواز حضور سید سالار مسعود غازی کی بارگاہ میں چالیس دن رہے؟ یہ ظاہری حیات میں عقلا اور نقلا دونوں اعتبار سے محال ہے۔

ہاں! بعدِ وصال ہوسکتا ہے، جیسے کہ سیدی داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ کے مزار پر اکتسابِ فیض کیلئے ۱۴ سال ملتان شریف میں رہے۔

حیات ظاہری میں محال اس لئے ہے کیونکہ حضور سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کی پیدائش 12 / رجب المرجب یا شعبان المعظم سن ہجری 405ھ/ 21 بمطابق 15 / فروری سن عیسوی 1015ء بروز سنیچر یا اتوار صبح صادق اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری سے 181 سال پہلے ہوئی اور وصال اٹھارہ سال گیارہ مہینے چوبیس روز دنیا میں حیات رہے، اور انیسویں سال اول وقت عصر بروز اتوار 14 / رجب المرجب سن ہجری 424ھ کو بہرائچ میں جہاد کرکے جام شہادت نوش فرمایا۔ تاریخ شہادت اس آیت کریمہ سے نکلتی ہے جسے شاعر نے بڑے اچھے انداز میں پرو دیا ہے۔

قطعۂ تاریخ وصال

حضرت مسعود غازی خسرو شہدائے ہند بود
ذات عالیش شرع نبی را منتظم یافت از حق
چوں حیات سرمدی تاریخ سال
خود خدا فرمود ،، بل احیاء عند ربہ م. ۴۲۴ھ

(سوانح مسعود غازی ص 28۔ 77 / مرآت مسعودی ص 18)

اور حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش میں بہت شدید اختلاف ہے جیسا کہ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آباد تحریر فرماتے ہیں کہ سن ولادت میں عام مؤرخین و تذکرہ نگاروں کا اختلاف ہے 522ھ/ 527 / 533ھ/ 536ھ/ اور 537ھ کی روایتیں ملتی ہیں غالب رجحان 530ھ کا ہے۔

(سوانح خواجہ ص 20: مکتبہ فریدیہ)

اور حضرت علامہ یاسین اختر مصباحی تحریر فرماتے ہیں کہ آپکی ولادت 14 / رجب 537ھ

بمطابق 1142ء بوقت صبح بروز شنبہ ہے سن ولادت کے سلسلہ میں اختلاف بھی ہے مگر 537ھ کو اکثر مؤرخین نے ترجیح دی ہے۔

(تذکار خواجہ اجمیر ص 10: صفہ کیشنز)

اور حضرت علامہ عبد المبین قادری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ غریب نواز کی ولادت 535ھ اور وفات 627ھ اور بعض مؤرخین کے بقول ولادت 530ھ اور وفات 627ھ میں ہے۔

(برکات خواجہ ص 5 مطبوعہ نوری مشن رضا لائبریری مالیگاون)

اور بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے آپ کی تاریخ ولادت 9 / جمادی الاخرۃ لکھی ہے 530ھ کی یہ تاریخ 15 / مارچ 1136ء روز یکشنبہ سے مطابقت کرتی ہے۔

(حیات سلطان الھند خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ ص 18: مکتبہ طیبہ)

مذکورہ تصریحات بالا سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگوں کی پیدائش و وفات میں بہت زیادہ فاصلہ ہے جس سے ظاہری حیات میں عقلا ملاقات ہونا محال ہے البتہ بعدِ وصال حیات میں ایسا ممکن ہی نہیں بلکہ ایسا کئی اولیاء کرام کی بارگاہوں اکتسابِ فیض کے لئے ہوا بھی ہے، جو بحوالہ کتبِ سوانح میں موجود ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۱۴ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ بروز منگل

بنی اسرائیل کو چار سو سال تک فرعون غلام بنائے رکھا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ علمائے دین ومفتیان کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ بنی اسرائیل کو کس نے اور کتنے سالوں تک غلام بنائے رکھا اسکا جواب عنایت فرمائیں بہت مہربانی ہوگی۔ المستفتی محمد شریف رضا ضلع بہراچ شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

ایک شخص جس کا نام ولید بن مصعب ہے یہی وہ شخص ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون ہے اسی نے چار سو سال تک بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھا۔ واللہ تعالی اعلم

(تفسیر خزائن العرفان پارہ 18 رکوع 6، اسلامی حیرت انگیز معلومات صفحہ نمبر 497)

کتبـــــہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی

دنیا میں کتنی دفعہ سورج کا ٹھہرنا یا لوٹنا ہوا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ دنیا میں کتنی دفعہ سورج کا ٹھہرنا یا لوٹنا ہوا حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ سائل محمد کلام الدین میرٹھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

سات دفعہ ہوا چار مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تین مرتبہ دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے انکی تفسیر حسب ذیل ہیں۔

(۱) پہلا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جب آپ جہاد کیلئے گھوڑوں کا معائنہ فرما رہے تھے کہ سورج غروب ہوگیا اور نماز عصر قضاء ہوگئ تو آپنے دعا کی سورج لوٹ آیا اور آپنے نماز عصر ادا فرمائی۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے جب خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر چلنے کا حکم دیا تو یہ بھی فرمایا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت ہمراہ لیتے جائیں ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہدیا کہ فجر کے وقت نکلیں گے اور تابوت کے تلاش میں لگ گئے یہاں تک کہ فجر طلوع ہونے کے قریب ہوگیا لیکن تابوت کا پتہ نہ چلا تو آپنے خداوندی بارگاہ میں دعا فرمائی کہ اے اللہ طلوع آفتاب کو مؤخر فرمادے اسلئے سورج آپکے لئے ٹھہر گیا یہاں تک کہ

تابوت حاصل ہوگیا۔

(۳) حضرت یوشع بن نون کے لئے جب آپ بیت المقدس کے محاذ پر قوم جبارین سے جہاد فرمارہے تھے جمعہ کا دن تھا ابھی جنگ فتح ہونے میں تاخیر تھی یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا اگلا دن ہفتہ کا تھا جس میں جنگ کرنا شریعت موسی میں جائز نہ تھا آپ نے دعا فرمائی اور سورج آپکی دعا سے ٹھہر گیا جب جنگ فتح ہوگئ اور ظالمین کو شکست ہوئی تو غروب ہوگیا۔

(۴) جنگ خندق کے موقع پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے جب آپکی نماز عصر قضاء ہوگئی۔

(۵) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار سورج کو حکم دیا تو تھوڑی دیر تک ٹھہرا رہا۔

(۶) شب معراج کی واپسی میں آپ نے اہل مکہ کو خبر دی تھی کہ تمہارا قافلہ جو تجارت کے لئے گیا ہوا ہے سورج نکلنے سے پہلے پہنچنے والا ہے حسن اتفاق کہ قافلہ پہنچنے میں دیری ہوگئی اور سورج نکلنے ہی والا تھا کہ آپ نے دعا فرمائی اور سورج ٹھہر گیا۔

(۷) منزل صہبا پر حضرت علی کے لئے آپکے حکم سے سورج پلٹ آیا۔ واللہ تعالی اعلم

(روح البیان جلد سوم ص (347/سیرۃ حلبی جلد اول ص (422 تا426/عمدۃ القاری جلد ہفتم (146/حوالہ مخزن معلومات (100/101)

کتبـــــہ

محمد راشد مکی

وہ کون سی عورت ہے جس کا باپ بھی نبی ہے بیٹا بھی نبی ہے اور شوہر بھی نبی ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان ذوی الاحترام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ وہ کون سی عورت ہے جس کا باپ بھی نبی ہے بیٹا بھی نبی ہے اور شوہر بھی نبی ہے جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ سائل محمد فیضان القادری الرضوی العلیمی بہرائچ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

حضرت لیابنت یعقوب علیہما السلام جوکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی ،حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی،حضرت یوسف علیہ السلام کی بہن،حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی ماں ہے۔

(بحوالہ قصص الانبیاء لابن کثیر مطبوعہ دارابن کثیر 2006 کے صفحہ 287 اور 294 تفسیر ابن کثیر، علامہ عمادالدین ابن کثیر سورۃ الانبیاء)

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ واللہ اعلم

(آیت 83،اسلامی حیرت انگیز معلومات 198، جلالین ص 383،الاتقان جلد 2)

کتبـــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

جلوس محمدی کی ایجاد سب سے پہلے کس نے کی اور کہاں کی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال :۔جلوس محمدی سب سے پہلے کس نے نکالا ہے اور کب سے جلوس محمدی نکل رہی ہے جواب عنایت فرمائیں آپ کا کرم ہوگا عین نوازش ہوگی۔سائل محمد حسنین اختر لکھیم پوری

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

جلوس محمدی کی جو شکل وہیت ہے اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی اس تعلق سے رسائل تاج الشریعہ میں ہے کہ مورخین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے شیخ المشائخ حضرت امام عمر بن محمد موصلی قدس سرہ نے اپنے شہر موصل (عراق) میں ٦٠٤ھ کو ایجاد کیا اور آپ کی پیروی واتباع کا فخر سلاطین اسلام میں سب سے پہلے سلطان ظفرالدین شاہ اربل کو حاصل ہوا بادشاہ نے اس وقت کے مشہور زمانہ علماء فقہا اور محدثین کو مدعو کیا اور ان کے مشورہ سے جلوس محمدی کے عمل خیر کو نہایت ہی عظیم الشان طریقے سے کرتے

رہے بادشاہ ظفر الدین شاہ کے دور میں تمام اجماع کے ساتھ جلوس کی شاندار تقریبات ہوتی رہیں اور یہ سلسلہ ان کے انتقال ٦٣٦ھ تک یعنی (٣٢) بتیس سال تک بلا انکار چلتا رہا اس اجماع علمائے امت کے پچاس سال بعد عظمت نبی کے منکرین وحاسدین کا امام ٦٥٤ھ میں پیدا ہوا؛ اس نے جمہور علمائے کرام وامت کے خلاف ایک کتاب بنام؛ ردعمل المولد لکھی جس کی اشاعت کے بعد تمام علماء وفقہا نے رد بلیغ فرمایا اور بدستور تمام ممالک اسلامیہ جمہوریہ میں جلوس واجلاس ہوتے رہے۔ واللہ اعلم (رسائل تاج الشریعہ ثبوت جلوس محمدی حرف آغاز صفحہ 5 تا 6 ناشر اسلامک ریسرچ سینٹر 58 کسگران سوداگران بریلی شریف (یوپی)

کتبـــــہ
محمد اختر رضا قادری رضوی سرکھیت نیپال

امام حسن رضی اللہ عنہ نے تین شرطوں کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت دیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتنی شرطوں پر خلافت دی تھی؟ سائل محمد فرمان

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہیں بلکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تین شرطوں کے ساتھ حضرت امیر معاویہ کو خلافت دیا بروقت امیر معاویہ خلیفہ بنائے جاتے ہیں لیکن ان کے انتقال کے بعد امام حسن خلیفہ ہونگے،مدینہ منورہ اور حجاز وعراق وغیرہ کے لوگوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمانہ کے متعلق کوئی مواخذہ اور مطالبہ نہیں کیا جائے گا،حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذمہ جو دیون ہیں ان سب کی ادائیگی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کرینگے اور حضرت امیر معاویہ نے انکی تمام

شرطوں کو قبول فرمانے کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ ظاہر ہوا جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا میرا فرزند مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا یہ واقعہ ربیع الاول ۴۱ھ میں ہوا۔ واللہ تعالی اعلم

(تاریخ الخلفاء خطبات محرم صفحہ ۲۷۴)

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

کیا فرشتوں کو بھی موت آتی ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا فرشتوں کو بھی موت آتی ہیں اگر ہاں تو حضرت پوری تفصیل سے بتادیں۔سائل محمد رحمت شاہدی کٹیہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

فرشتوں کے لئے قیامت سے پہلے موت نہیں فرشتے اس وقت مرینگے جب پہلا صور پھونکا جائے گا ملک الموت انکی روح قبض کریں گے پھر وہ خود بھی مرجائیں گے جیسا کہ مجدد اعظم سیدی سرکار اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی جب آیۃ کریمہ کل من علیہا فان نازل ہوئی کہ جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں ملائکہ بولے زمین والے مرے یعنی ہم محفوظ ہیں جب آیۃ کریمہ کل نفس ذائقۃ الموت نازل ہوئی کہ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے ملائکہ نے کہا اب ہم بھی مرے۔ذکرہ الامام الرازی فی مفاتیح الغیب

ابن جریر انہیں سے راوی:

قال وکل ملك الموت بقبض ارواح المؤمنین والملائکۃ

یعنی ملک الموت مسلمانوں اور فرشتوں کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں۔
نیز ابن جریر ابو الشیخ وغیرہما ایک حدیث طویل میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

آخرهم موتا ملك الموت

یعنی فرشتوں میں سب سے پیچھے ملک الموت مریں گے۔
بیہقی وفریابی نے بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث میں تفصیلا ان کی (فرشتوں) کی کیفیت موت روایت کی کہ جب سب فنا ہوں گے جبرائیل و میکائیل وملک الموت باقی رہینگے رب تبارک وتعالیٰ کہ دانا تر ہے ارشاد فرمائے گا اے ملک الموت اب کون باقی ہے عرض کریں گے:

بقي وجهك الباقي الدائم وعبدك جبريل وميكائيل وملك الموت

یعنی باقی ہے تیرا وجہ کریم کہ ہمیشہ رہے گا اور تیرے بندے جبرائیل ومیکائیل وملک الموت۔
حکم ہوگا تغرب نفس میکائیل یعنی میکائیل کی روح قبض کرو وہ عظیم پہاڑ کی طرح گریں گے پھر فرمائے گا اور وہ خوب جانتا ہے اب کون باقی ہے عرض کریں گے:

وجهك الباقي الكريم وعبدك جبريل وملك الموت

یعنی تیرا وجہ کریم کہ ہمیشہ رہے گا اور تیرے بندے جبرائیل وملک الموت فرمائے گا تغرب نفس جبرائیل یعنی جبرائیل کی روح قبض کرو وہ اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہوئے سجدے میں گر جائیں گے پھر فرمائے گا اب کون رہا؟ عرض کریں گے وجھک الکریم وعبدک ملک الموت وھومیت" یعنی تیرا وجہ کریم کہ ہمیشہ رہے گا اور تیرا بندہ ملک الموت کہ وہ بھی مرے گا، فرمائے گا" مت" یعنی مرجاوہ بھی مر جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(الھدایۃ المبارکۃ فی خلق الملائکۃ ص:33 / 34 / 35 / مکتبہ بہار شریعت دربار مارکیٹ لاہور، اور ایسا ہی مخزن معلومات ص:137 / میں ہے)

کتبــــــہ
محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات کونسی ہے ماہ محرم الحرام کی کس تاریخ کو واقع ہے۔المستفتی عبداللطیف قادری بائسی پورنیہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات کے سلسلے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔

(بحوالہ مدارج النبوۃ مترجم ج:2/ص:668)

چنانچہ آپکی وفات 18 ھ یا 20 ھ میں ہوئی اور بحوالہ مواہب لدنیۃ مترجم ج:2/ص:374 آپکی وفات 17ھ یا18ھ یا20ھ میں ہوئی۔

سیرت حضرت سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص:158/مصنفہ حضرت مولانا حسیب القادری میں ہے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات اور عمر کے بارے میں کتب سیرت مختلف آراء موجود ہیں بعض روایات میں آپکا سن وصال 18ھ درج ہے اور بعض روایات میں آپ کا سن وصال 20ھ تحریر ہے کئی روایات میں آپکی عمر مبارک 63/سال درج ہے اور کئی روایات میں 70/برس موجود ہے ان تمام روایات میں جن روایات پر بیشتر مؤرخین کا اتفاق ہے اسکے مطابق آپ نے 18ھ میں 63/برس کی عمر میں شام کے شہر دمشق میں وصال پایا آپکا مزار دمشق شہر قبرستان باب الصغیر میں مرجع گاہ خلائق خاص وعام ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اتراکھنڈ

کتنے انبیاء علیہم السلام مختون پیدا ہوئے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال :۔ علماء کرام کی بارگاہ میں ایک سوال عرض ہے براہ مہربانی معتبر حوالے سے جواب عطا فرمائیں کہ کتنے انبیاء مختون پیدا ہوئیں ۔ المستفتی عبداللطیف قادری بائسی پورنیہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

سترہ انبیاء علیہم السلام مختون پیدا ہوئے:

(1) حضرت آدم علیہ السلام
(2) حضرت شیث علیہ السلام
(3) حضرت ادریس علیہ السلام
(4) حضرت نوح علیہ السلام
(5) حضرت یوسف علیہ السلام
(6) حضرت موسیٰ علیہ السلام
(7) حضرت شعیب علیہ السلام
(8) حضرت زکریا علیہ السلام
(9) حضرت یحییٰ علیہ السلام
(10) حضرت صالح علیہ السلام
(11) حضرت لوط علیہ السلام
(12) حضرت ھود علیہ السلام
(13) حضرت سلیمان علیہ السلام
(14) حضرت حنظلہ علیہ السلام
(15) حضرت سام علیہ السلام
(16) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

(17) خاتم المرسلین۔

درمختار میں ہے کہ" وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الأنبیاء علیھم الصلاۃ والسلام فقال:[الطویل]" وفی الرسل مختون لعمرک خلقۃ ثمان وتسع طیبون آکارم وھم زکریا شیث ادریس یوسف وحنظلۃ عیسیٰ وموسی وآدم ونوح شعیب سام لوط وصالح سلیمان یحییٰ ھود یس خاتم" اھ (ج:10/ص:481/482/کتاب الخنثی/دارعالم الکتب،اور ایسا ہی سیرت حلبیہ ج:1/ص:63/میں ہے۔

کتبــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتنی شادیاں اور کتنی اولادیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔علماء کرام ومفتیان عظام سے عرض ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتنی شادیاں کیں اور آپ کی کتنی اولاد ہوئی بتائیں نوازش ہوگی۔سائل محمد رفیق شیرانی رضوی اشفاقیہ بکڈ پو جامع مسجد ڈیگانہ راجستھان

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونــــــــــــہ تعـــــــــــالی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے چچا جان کی بیٹی سارہ سے نکاح کیا پھر حضرت ہاجرہ سے حضرت سارہ کی وفات کے بعد قطورہ یا قنطورہ سے تین بیویوں سے آٹھ بیٹے تھے حضرت ہاجرہ سے اسماعیل علیہ السلام جو سب سے بڑے تھے حضرت سارہ سے حضرت اسحاق علیہ السلام جو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے چودہ سال چھوٹے تھے،قطورا بنت یقطن کنعانیہ سے چھ بیٹے مدین مدائن،زمران، یقشا نیشق اور نوح یہ سب متقی مسلمان ہوئیں۔

(بحوالہ کیا آپ جانتے ہیں ص 103)

کتاب معارف مصنف عبداللہ بن قتیبۃ المتوفی 276 جو ایک مستند کتاب ہے اس کے حوالہ سے لکھ رہا ہوں قرض اس کتاب کے ص 27 پر ہے کہ بی بی سارہ بانجھ تھی اس لئے ان کی کوئی اولاد نہیں

ہوئی۔

اورص 29 پر ہے: لغر الخليفة

یعنی توریت کی پہلی کتاب میں لکھا ہے کہ بی بی سارہ نے ہاجرہ کو ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں دے دیا اور ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ خدا نے مجھ کو تو اولاد سے محروم کر دیا ہے اب تم میری لونڈی کے پاس رہو شاید اسی سے ہم کو کوئی بچہ حاصل ہو جائے جو باعث تسکین خاطر بنے اور وھب کا کہنا ہے کہ بی بی سارہ نے اپنی باندی یعنی لونڈی کو ہاجرہ کو حضرت ابراہیم پر ہبہ کر دیا اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بی بی سارہ بانجھ تھیں۔

تعجب ہے کہ پھر اسی کتاب کے ص 30 پر ہے کہ توریت میں ہے کہ ہاجرہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے ان کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر 86 برس تھی اور بی بی سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر پورے ایک سو برس ہو چکی تھی اس عبارت میں ایک جگہ ہے کہ سارہ بانجھ تھی اور دوسری طرف ہے کہ اس کے بطن سے اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالی ان کے بانجھ پن کو دور کر دیا ہو یا اور کوئی تحقیق تلاش کرتا ہوں کتاب کیا آپ جانتے ہیں کہ حوالہ سے میں نے تین شادی کا ذکر لکھا اور اس کتاب میں چوتھی شادی کا بھی ذکر ہے اور اس کا نام حجورا تھا۔

اور اسی کتاب میں ہے کہ قطورا سے چار بچے پیدا ہوئے اور حجورا سے سات بچے پیدا ہوئے کل ملا کر تیرہ بچے تھے۔

اور اسی کتاب میں:

ابراہیم علیہ السلام کے نسب نامہ کے بیان میں ہے کہ جس وقت بی بی سارہ کے بطن سے اسحاق تولد ہوئے تو کنعان والوں نے کہا کہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ان دونوں ضعیف اور ضعیفہ عورت نے ایک لاوارث بچہ پڑا پایا اور اسے اپنا بیٹا بنا لیا اس لئے خدا پاک نے اسحاق کو ابراہیم کی صورت پر بنا دیا حتی کہ دونوں باپ بیٹے الگ نہیں پہچانے جاتے تھے اس وقت امتیاز کے لئے خدائے پاک نے ابراہیم کو سفید بالوں سے ممتاز بنایا۔

اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ بی بی سارہ کے بانجھ پن کو اللہ تعالی نے دور کر دیا اور اللہ تعالی قادر ہے اور یہ اس کی بی بی سارہ پر فضل ہے۔

کتبــــــہ

محمد ثناء اللہ خاں ثناء القادری مرپا شریف

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصال کی تاریخ کیا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصال کی تاریخ کیا ہے جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔ سائل محمد سلیم رضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــالی

اکثر اہل علم اس موقف پر ہیں کہ ان کی وفات جنگ صفین سن 37 ہجری میں ہوئی ہے کہ انہوں نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جنگ لڑی اور وہیں پر آپ شہید ہوئے اس موقف کو حاکم رحمۃ اللہ نے مستدرک 460 / 3 / میں شریک بن عبداللہ اور عبدالرحمن بن ابی لیلی وغیرہ سے باسند بیان کیا ہے جبکہ کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ انہوں نے آذربائیجان کی جنگوں میں شرکت کی اور وہیں شہید ہوئے۔ واللہ تعالی اعلم

(حلیۃ الاولیاء ج2 ص83)

کتبــــــہ

محمد انور رضا پیاگ پور بہرائچ شریف یوپی الھند

حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے والد ماجد کا نام کیا تھا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ ایک مسئلہ ہے ایک صاحب نے کہا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نمرود کی بیٹی ہیں دوسرے صاحب نے کہا کہ ایک دوسرے بادشاہ کی بیٹی ہیں اسی بات پر دونوں کے درمیان جھگڑے کی نوبت آگئی جواب طلب یہ ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام کیا ہے براہ کرم جواب عنایت

فرمائیں۔سائل محمد اخلاق اشرفی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــــالی

حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے والد ماجد کا نام ”ہاران“ تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے۔واللہ تعالی اعلم

(اسلامی حیرت انگریز معلومات ص:122 /بحوالہ تفسیر نعیمی)

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ولادت کی تاریخ کیا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی یوم ولادت کی تاریخ کیا ہے بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔سائل محمد تنویر احمد قادری اسمٰعیلی بنارس

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــــالی

سید الشہداء امیر الاولیاء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارکہ 5 شعبان 4 ہجری کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔واللہ تعالی اعلم

(خطبات محرم ص ۳۲۹،اسی طرح فتاوی شارح بخاری ج دوم ص ۱۶۵ پر تحریر ہے)

کتبـــــہ

محمد مشاہد رضا حشمتی رام پور کیمری

۳ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ بروز اتوار

علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ الباری کی تاریخ پیدائش نیز انکاشجرۂ نسب کیا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔علامہ فضل حق خیرآبادی کاشجرۂ نسب کسی کے پاس ہوتو ڈال دیجئے۔سائل احسان رضا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالی

علامہ فضل حق خیرآبادی 1212ھ مطابق 1797ء میں اپنے آبائی وطن خیرالبلاد خیرآباد میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد مولانا فضل امام خیرآبادی علماء عصر میں ممتاز اور علوم عقلیہ کے اعلیٰ درجہ پر سرفراز تھے حضرت علامہ کے دادا حضرت مولانا ارشد ہرگام پور سے خیرآباد تشریف لاکر سکونت پذیر ہوئے تھے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی کا شجرۂ نسب اس طرح ہے کہ مولانا فضل حق ابن مولانا فضل امام ابن مولانا شیخ محمد ارشد ابن حافظ محمد صالح ابن ملا عبدالواجد ابن عبدالماجد ابن قاضی صدرالدین ابن قاضی اسماعیل ہرگانوی ابن قاضی بدایونی ابن شیخ ارزانی ابن شیخ منور ابن شیخ نظیر الملک ابن شیخ سالار شام ابن شیخ وجیہ الملک ابن شیخ بہاء الدین ابن شیر الملک شاہ ایرانی ابن شاہ عطاء الملک ابن ملک بادشاہ ابن حاکم ابن عادل ابن تائرون ابن جرجیس ابن احمد نامدار ابن محمد شہریار ابن محمد عثمان ابن دان ابن ہمایوں ابن قریش ابن سلیمان ابن عفان ابن عبداللہ ابن محمد ابن عبداللہ ابن امیرالمؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس طرح تینتیس (33) واسطوں سے خلیفۂ ثانی تک نسب گرامی پہونچتا ہے واللہ تعالی اعلم

(سیرت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ الباری/مؤلفہ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آباد ص:6/)

کتبـــــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۲۳ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ بروز جمعرات

آخری تابعی کی وفات کس سنہ میں ہوئی ؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال : ـ کیا فرماتے ہیں علماے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ سب سے آخری تابعی کون ہیں اوران کا وصال کب ہوا ـ سائل محمد انور علی اسماعیلی بلرامپور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــہ تعــــــــالی

تابعین میں سب سے پہلے وفات پانے والے ابو زید معمر بن زید ہیں جو خلافت عثمانی میں سنہ ۳۰ میں شہید ہوئے اور سب سے آخر میں انتقال کرنے والے خلف بن خلیفہ ہیں جن کا انتقال سنہ ۱۸۰ھ میں ہوا جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

قال البلقینی اول التابعین موتا ابوزید معمر بن زید قتل بخراسان وقیل باذربیجان سنہ ثلاثین وآخرھم موتا خلف بن خلیفہ سنہ ثمانین ومأتہ ـ

(تدریب الراوی جلد ثانی ص ۴۵۵ دار العاصمہ)

اور نقد الحدیث فی علم الروایہ وفی علم الدرایہ میں ہے :

ویعتبر خلف بن خلیفہ المتوفی سنہ ھ ۱۸۱ آخر التابعین موتا لانہ لقی بمکہ آخر الصحابہ اباطفیل عامر بن واثلہ الخ

الحاصل آخری تابعی خلف بن خلیفہ ہی ہیں جو سب سے آخری میں وفات پانے والے صحابہ ابو الطفیل عامر بن واثلہ اور انس بن مالک سے بصرہ میں ملاقات کا شرف حاصل ہے ـ

(ص ۱۸۸ :)

واضح ہو کہ انس بن مالک بصرہ میں وفات پانے والے سب آخری صحابی ہیں ، ایسا ہی فتح الباقی بشرح الفیہ العراقی ص ۵۵۰ پر ہے ـ واللہ تعالی اعلم

کتبــــــہ

امجد رضا امجدی سیتامڑھی بہار/ ۱۲ شعبان المعظم ۱۴۴۱ سنہ ھ بروز منگل

حضرت شیث علیہ السلام کا مزار مبارک کس جگہ ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ حضرت شیث علیہ السلام کا مزار مقدس کہاں ہے؟ حوالے کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں آپ کی مہربانی ہوگی۔ سائل محمد الطاف رضا مقام جموں وکشمیر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

حضرت شیث علیہ السلام کا مزار مبارک جبل ابوقبیس میں ہے۔

(زرقانی جلد اول ص ۶۵)

اور کچھ لوگ ہندوستان کے شہر اجودھیا میں بتاتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

(تفسیر نعیمی پارہ سوم ص ۶۶۴ حوالہ مخزن معلومات ص ۴۱)

کتبـــــہ

محمد معصوم رضا نوری

حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ پیدائش

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ علماء کرام کی بارگاہ میں عرض ہے حضرت فاطمہ زہرا کی تاریخ پیدائش کیا ہے حضرت جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ سائل محمد مشرف رضا رضوی پورنوی بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

خاتون جنت جگر گوشہ بتول سیدہ طیبہ طاہرہ عابدہ زاہدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاریخ پیدائش کے متعلق مدارج النبوۃ مترجم میں بایں طور مرقوم ہے:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء ہیں سیدہ فاطمہ کی پیدائش

ولادت نبوی کے اکتالیسویں سال میں ہوئی، اہل سیر کہتے ہیں کہ یہ قول ابو بکر رازی کا ہے اور یہ قول اس کے مخالف ہے جسے ابن اسحاق نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد اظہار نبوت سے قبل پیدا ہوئی ہیں بجز حضرت ابراہیم کے اس لئے کہ اس قول کے بموجب سیدہ فاطمہ کی ولادت بعد از نبوت ایک سال بعد میں ہوئی ہے۔

ابن جوزی نے کہا ہے کہ سیدہ فاطمہ کی ولادت اظہار نبوت سے پانچ سال پہلے ہے مشہور تر روایت یہی ہے۔ واللہ تعالی اعلم

(ج:2/ص:534)

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اتراکھنڈ

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے صاجزادے اور صاجزادیاں تھیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کل کتنی بیٹیاں اور کتنے داماد تھے اور کون کون جواب عنایت فرمادیں۔ سائل، محمد صدام حسین

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــــــواب بعونـــــــــــــــــہ تعـــــــــــــــالی

اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کرام کی تعداد چھ (6) ہے دو فرزند حضرت قاسم وحضرت ابراہیم اور چار صاجزادیاں حضرت زینب و حضرت رقیہ وحضرت ام کلثوم وحضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہم وعنھن)

لیکن بعض مؤرخین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ:

آپ کے ایک صاجزادے عبداللہ بھی ہیں جن کا لقب طیب وطاہر تھا اس بنا پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی مقدس اولاد کی تعداد سات (7) ہے، تین صاجزادگان اور چار صاجزادیاں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو زیادہ صحیح بتایا ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سب سے پہلے فرزند ہیں جو حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آغوش مبارک میں اعلان نبوت سے قبل پیدا ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم ان ہی کے نام پر ہے یہ سترہ ماہ دنیا میں زندہ رہے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہیں کا لقب طیب وطاہر ہے اعلان نبوت سے قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں وفات پا گئے۔

حضرت ابرہیم رضی اللہ عنہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مبارکہ میں سب سے آخری فرزند ہیں یہ ذوالحجہ 8 ہجری میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے ایام رضاعت ہی میں آپ بھی پردہ فرما گئے۔ (سیرت مصطفیٰ صفحہ نمبر 512/513/514)

از حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی مجددی رضوی علیہ الرحمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں اعلان نبوت سے دس سال قبل جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تیس سال کی تھی مکہ مکرمہ میں ان کی ولادت ہوئی یہ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہوگئیں تھیں۔

جنگ بدر کے بعد یہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں اعلان نبوت سے قبل ہی ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن الربیع سے ہوگئی تھی۔

(ایضاً صفحہ نمبر 515/516)

ابو العاص محرم 7 ہجری میں مسلمان ہو کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے آئے اور حضرت زینب کے ساتھ رہنے لگے۔ (زرقانی جلد سوم صفحہ نمبر 195/196 بحوالہ سیرت مصطفیٰ صفحہ نمبر 517)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا یہ اعلان نبوت سے سات برس پہلے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا تینتیسواں سال تھا پیدا ہوئیں اور ابتداء اسلام ہی میں مشرف باسلام ہوگئیں پہلے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا لیکن ابھی ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ سورہ تبت یدا نازل ہوگئی ابولہب قرآن میں اپنی اس دائمی رسوائی کا بیان سن کر غصہ میں آگ بگولہ ہوگیا اور اپنے بیٹے عتبہ کو مجبور کر دیا کہ وہ حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیا چنانچہ عتبہ نے طلاق دے دی اس کے بعد حضور اقدس نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

جنگ بدر کے دنوں میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت سخت بیمار تھیں چنانچہ حضور نے حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر میں شریک ہونے سے روک دیا اور حکم دیا کہ وہ حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کریں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جس دن جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے اسی دن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بیس سال کی عمر پا کر وفات پائی۔

(ایضاً صفحہ نمبر 518/519)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یہ پہلے ابولہب کے بیٹے عتیبہ کے نکاح میں تھیں لیکن ابولہب کے مجبور کر دینے سے بدنصیب عتیبہ نے ان کو رخصتی سے پہلے ہی طلاق دے دی۔

(ایضاً صفحہ نمبر 519)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ربیع الاول سنہ 3 ہجری میں حضور اقدس نے حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا سنہ 9 ہجری میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

(ایضاً صفحہ نمبر 520)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ شہنشاہ کونین کی سب سے چھوٹی مگر سب سے زیادہ پیاری اور لاڈلی شہزادی ہیں ان کا نام فاطمہ اور لقب زہرا اور بتول ہے ان کی پیدائش کے سال میں علماء ومورخین کا اختلاف ہے ابوعمر کا قول ہے کہ اعلان نبوت کے پہلے سال جب کہ حضور کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی یہ پیدا ہوئیں۔اور بعض نے لکھا ہے کہ اعلان نبوت سے ایک سال قبل ان کی ولادت ہوئی اور علامہ ابن الجوزی نے تحریر فرمایا کہ اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ان کی پیدائش ہوئی۔

(زرقانی جلد سوم صفحہ نمبر 202/203،ایضاً صفحہ نمبر 521)

سنہ 2 ہجری میں حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا حضور اقدس کے وصال شریف کا حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قلب مبارک پر بہت ہی جانکاہ صدمہ گزرا چنانچہ وصال اقدس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کبھی ہنستی ہوئی نہیں دیکھی گئیں یہاں تک کہ وصال نبوی کے چھ ماہ بعد 3 رمضان سن 11 ہجری منگل کی رات میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔واللہ تعالی اعلم

(سیرت مصطفی صفحہ نمبر 520/521)

کتبـــــہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی شریف مہاراشٹر

بوقت نکاح عائشہ صدیقہ و فاطمہ زہراء کی عمر شریف کتنی تھی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔(۱) حضرت فاطمۃ الزھرا رضی اللہ تعالی عنہا کی شادی کتنے سال میں ہوئی تھی۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شادی کتنے سال میں ہوئی تھی۔

جواب دیکر شکریہ کا موقع دیں۔سائل محمد مشرف رضا رضوی بہار انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــالی

جواب اول سیدہ فاطمہ زھرا رضی اللہ عنھا کا نکاح جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا اس وقت سیدہ کی عمر شریف سولہ سال کی تھی بعض کے نزدیک اٹھارہ سال کی تھی۔

(مدارج النبوت ج۲ ص۱۰۹)

اور حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ کی بوقت نکاح عمر شریف پندر سال کی تھی۔

(شان خاتون جنت ص۲۴۱ (دعوت اسلامی)

جواب ثانی جس وقت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کا نکاح نبی کریم سے ہوا اس وقت حضرت عائشہ کی عمر شریف چھ سال کی تھی البتہ رخصتی کے وقت حضرت عائشہ کی عمر شریف نو سال کی تھی۔واللہ تعالی اعلم

(ایضاج۲ ص۱۰۲ ایم ایس انصاری پرنٹرس لال کنواں دھلی)

کتبـــــــہ

عبید اللہ رضوی بریلی شریف یوپی

۲۹ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ بروز جمعرات

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا عقد کس تاریخ سن ہجری میں ہوا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔علمائے کرام کی بارگاہ میں ایک سوال ہے کہ حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کی شادی کتنی تاریخ کس مہینہ اور کتنی ہجری میں ہوئی برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں اور شکریہ کا موقع دیں۔سائل محمد افتخار عالم قنوج یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــــه تعـــــــــالی

حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد مبارک ماہ رجب المرجب سنہ دو ہجری بروز دوشنبہ مبارکہ کو ہوا۔

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

پیر کا دن سترہ ماہ رجب دوسرا سن ہجرت شاہ عرب۔

(اسلامی زندگی صفحہ 44)

اور آپ کی رخصتی ماہ ذی الحجہ میں ہوئی ماہ ذی الحجہ میں جب رخصت ہوئی تب حضرت علی کے گھر میں ایک دعوت ہوئی۔

(حوالہ سابق صفحہ 46)

بوقت نکاح آپ کی عمر شریف تقریباً ساڑھے پندرہ برس کی تھی۔واللہ تعالی اعلم

(سفینۂ نوح ح دوم ص 151)

کتبــــــه

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۵ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ بروز منگل

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کب اور کس مقام پر ہوئی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت باسعادت کہاں ہوئی تھی حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔سائل نظیر احمد جموں وکشمیر

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــالی

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش طوفان نوح کی سترہ سو نو سال (1709) بعد اور عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام سے تقریبا دو ہزار تین سو (2300) سال پہلے شہر بابل کے قریب قصبہ ”کونی“ میں ہوئی۔

اور تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

آپ کی پیدائش ”امواز“ کے علاقہ میں ”سوس“ کے مقام پر ہوئی۔واللہ تعالی اعلم

(بحوالہ تذکرۃ الانبیاء ص: 106 / مکتبہ امام احمد رضا ،اور اسی طرح تفسیر نعیمی ج:1 /ص:704 /مکتبہ نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان/ میں ہے)

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری نینی تال اترا کھنڈ

۱۷ ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ

سرکار سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شجرۂ نسب کیا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔خواجہ غریب نواز کا شجرہ نسب کی ضرورت ہے ارسال کریں۔سائل عبد المجید

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــه تعـــــــــــالی

خواجۂ خواجگان راجۂ ہندوستان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ پدری یہ ہے کہ:

خواجہ معین الدین بن خواجہ غیاث الدین بن کمال الدین بن احمد حسین بن خواجہ نجم الدین طاہر بن سید عبد العزیز بن سید ابراہیم بن سید ادریس بن علی رضا بن سید امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ مادر یہ ہے کہ:

بی بی ام الورع الموسوم بی بی ماہ نور بی بی خاص الملکہ بنت سید داؤد بن حضرت عبد اللہ الحنبلی بن سید یحییٰ زاہد بن سید روحی بن سید داؤد بن سیدنا موسیٰ ثانی بن سیدنا عبد اللہ ثانی بن سید موسی اخوند بن سید عبد اللہ بن سیدنا حسن مثنیٰ بن سیدنا حضرت امام حسن بن حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ واللہ تعالی اعلم

(بحوالہ تذکار خواجہ اجمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤلفہ حضرت مولانا یاسین اختر مصباحی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ والقدسیہ/ص:9 / 10 / صفہ پبلی کیشنز)

کتبـــــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۶ ذی القعدہ ۱۴۴۱ھ

سرکار غوث اعظم نے جب فرمایا ہر ولی کی گردن پر میرا قدم اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ مفتیان کرام کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اعلان کیا تھا کہ تمام اولیاء کی گردنوں پر میرا قدم ہے تو آپ کی عمر شریف اس وقت کتنی تھی؟ سائل محمد فرید الدین رضا کلیمی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالی

شیخ ابوعمرو عثمان صریفینی ثم بغدادی نے بغداد میں سنہ 559 ہجری میں کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں بغداد میں شیخ بقابن بطو کے پہلو میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے کہا کہ میرا یہ قدم تمام ولی اللہ کی گردن پر ہے پھر شیخ بقا نے اپنی گردن جھکا دی۔

(بہجۃ الاسرار شریف مترجم صفحہ 38 مطبوعہ نوری کتاب گھر لاھور)

واضح رہے کہ اس وقت تقریباً تین سو سے زائد اولیاء اللہ اس مجلس میں موجود تھے سب نے فرمان غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی گردن جھکادی تھی۔

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

صورت مسئولہ میں اس وقت قطب الاقطاب فرد الافراد شہنشاہ بغداد پیران پیر دستگیر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف اٹھاسی (88) برس کی تھی اس لئے کہ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضور سرکار غوثیت نے پہلا حج سنہ 509 ہجری میں فرمایا ہے جب عمر شریف اڑتیس (38) سال تھی۔

(طرد الافاعی عن حمی ہاد عن رفع الرفاعی صفحہ 6 مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

حضور غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ اعلان

قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ

سنہ 559 ہجری میں فرمایا جیسا کہ بہجۃ الاسرار شریف کے حوالے سے اوپر مذکور ہوا تو اس اعتبار سے آپ کی عمر شریف اس وقت اٹھاسی (88) برس کی تھی۔ واللہ تعالی اعلم

کتبــــــه

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۲۲ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ بروز جمعہ

اللہ تعالی نے صدیق اکبر کو علم غیب عطاء فرمایا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم غیب ہے یا نہیں جواب عنایت فرمائیں بہت مہربانی ہوگی۔سائل محمد شمشاد رضا برکاتی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــــه تعــــــــــالی

انبیاء کے بعد امت میں سب سے افضل شخص کیلئے یہ پوچھنا کہ انھیں علم غیب ہے یا نہیں تعجب ہے جنکی فضیلت بکثرت احادیث میں وارد ہیں:

ما نفعني مال أحد قط ما نفعني مال أبو بكر

(مشکواۃ المصابیح شریف ص۵۵۵)

انت صاحبی فی الغار وصاحبة علی الحوض

(ترمذی شریف)

جن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انت عتیق اللہ من النار

(مشکواۃ المصابیح شریف ص۵۵۶)

اما انك یا ابا بكر اول من یدخل الجنة من امتی

(مشکواۃ المصابیح شریف ص۵۵۶)

حب ابی بكر و شكره واجب علی كل امتی

(تاریخ الخلفاء ص۴۰)

جن کی فضیلتیں بکثرت احادیث موجود ہیں بیشک اللہ تبارک و تعالی نے بطفیل مصطفی علیہ التحیتہ والثناء انھیں علم غیب سے سرفراز فرمایا ہے آپ کی کئی کرامتیں منصہ شہود پر آئیں ہیں ان میں سے صرف دو کا ذکر کرتا ہوں۔

حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہما روایت کرتے ہیں ایک بار اصحاب صفہ سے تین

آدمی حضرت ابوبکر کے پاس مہمان ہوئے جب کھانا کھانے کیلئے دستر خوان پر بیٹھے تو راوی کا بیان ہے:

ایم اللہ ما کنا نأخذ من القمة الا ربا من اسفلها اکثر منها

یعنی خدا کی قسم ہم جو بھی لقمہ اٹھائے اس کے نیچے کھانا اس سے زیادہ ہوجاتا یہاں تک ہم سب شکم سیر ہوگئے اور جتنا کھانا پہلے تھا اس سے بھی زیادہ بچ گیا۔

یہ ہے حضرت ابوبکر کی کرامت تھوڑے کھانا کو زیادہ بنادیا یہاں تک وہ بچا ہوا کھانا حضور اکرم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا ایک عظیم لشکر نے شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی برتن میں کھانا بچ گیا۔

(بحوالہ بخاری شریف ج ۱/ ۵۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنے مرض موت میں ارشاد فرمایا میرے وارثوں میں دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تعجب ہوا آپ نے کہا میرے پاس تو صرف ایک بہن ہے بی بی اسماء یہ میری دوسری بہن کون ہے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری سوتیلی ماں حبیبہ بنت خارجہ جو حاملہ ہیں ان کے پیٹ میں لڑکی ہے وہی تمہاری دوسری بہن ہے چنانچہ آپ کے وصال کے بعد وہ لڑکی پیدا ہوئی اسی لڑکی کا نام ام کلثوم ہے۔

(بحوالہ موطا امام محمد النخلی ص ۳۴۸)

مذکورہ حدیث شریف سے دو کرامتیں ظاہر ہوئیں ایک یہ کہ میں اسی مرض میں انتقال کرجاؤنگا دوسری کرامت حاملہ کے پیٹ میں لڑکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد رضا امجدی سیتامڑھی بہار

میدان محشر میں کتنی صفوف قائم ہوں گی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ میدان محشر جب قائم ہوگی تب کتنی صفیں ہونگی؟ المستفتی افتخار عالم جھارکھنڈ

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجــــــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــــــالی

کچھ روایات میں ہے کہ عرصہ قیامت میں ایک سوبیس صفیں ہوں گی ہر صف کی لمبائی چالیس ہزار برس اور چوڑائی بیس ہزار برس کی ہوگی ان میں مومنین کی تین صفیں ہونگی اور باقی کافروں کی صفیں ہونگی۔ واللہ تعالی اعلم (کیا آپ جانتے ہیں صفحہ ۲۸۶ / فاروقیہ بک ڈپو دھلی)

کتبــــــہ

عبیداللہ رضوی بریلوی بریلی شریف یوپی

۷ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ بروز اتوار

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کس سن ہجری میں ہوئی؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ علماء عظام رہنمائی فرمائیں کہ حضرت امام حسن پاک رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت کس سن ہجری میں ہوئی؟ سائل ذیشان لاہور

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــــواب بعونـــــــــــــــہ تعـــــــــــــــالی

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پانچ (5) ربیع الاول 50ھ بعض کے نزدیک 49ھ اور بعض کے نزدیک 51ھ ہے۔

(بحوالہ تاریخ الخلفاء ص: 193/ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

اور حضور فقیہ الملت والدین مفتی جلال الدین احمد قبلہ امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں پینتالیس (45) سال چھ (6) ماہ چند روز کی عمر میں بمقام مدینہ طیبہ 5 / ربیع الاول 49ھ میں آپ (امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وفات پائی اور جنت البقیع میں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ واللہ تعالی اعلم (خطبات محرم ص: 278/ کتب خانہ امجدیہ مہراج گنج ضلع بستی)

کتبــــــہ

محمد اسرار احمد نوری نینی تال اترا کھنڈ/ ۱۰ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ بروز اتوار

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کس دن ہوئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی کی شہادت کس دن ہوئی؟ رہنمائی فرمائیں۔سائل عبدالرزاق مہراج گنج

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

حضرت امام حسین ودیگر شہداے کربلا رضی اللہ تعالی عنھم کی شہادت ۶۱ھ ۱۰ محرم الحرام کو ہوئی دن کے سلسلہ میں روایات مختلف ہیں امام بخاری وغیرہ کے شیخ محدث خلیفۃ بن خیاط عصفری ۲۴۰ھ کی کتاب تاریخ خلیفۃ بن خیاط میں ہے۔

قتل الحسین بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ یوم الاربعاء لعشر خلون من المحرم یوم عاشوراء سنۃ احدی وستین
(ص ۲۳۴)

یعنی بدھ کو ہوئی اور تاریخ طبری کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے جمعہ کو ہوئی۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ
شان محمد المصباحی القادری جراری فرخ آباد یوپی

حضرت سیدنا خواجہ حسن بصری کی ولادت کب ہوئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہ سلام عرض ہے کہ حضرت سیدنا حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کس سنہ کے بزرگ ہیں تاریخ ولادت اور وصال کب ہوئی آپ کرم فرمائیں۔سائل عبدالصمد قادری پورنیہ بھار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

حضرت سیدنا خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی ولادت باسعادت 21ھ مطابق 642 عیسوی کو امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے دورہ خلافت میں مدینۃ المنورہ میں ہوئی اور آپ کا نام امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ کا نام حسن رکھا کنیت ابو محمد ،ابو سعید، ابو بصر لقب خواجہ خواجگان آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے یکم رجب المرجب 110ھ کو وصال فرمایا آپ کا مزار مبارک بصرہ وعراق میں مرجع عوام خواص ہے۔واللہ تعالی اعلم

(کشف المحجوب نوریہ رضویہ ص 148 ،تذکرہ مشائخ سہروردیہ ص 68)،اردو داءرہ معارف اسلامیہ جلد 8 ص 662 ،مراۃ الاسرار ص 229 ،تذکرۃ الاولیاء فارسی ص 34 بحوالہ حضرت سیدنا خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالی علیہ)

کتبــــــــہ

محمد اسماعیل خان امجدی انٹیا تھوک گونڈہ یوپی الھند

۱۱ جمادی الآخر ۱۴۴۱ھ بروز جمعرات

سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی کن کلمات سے توبہ قبول ہوئی؟؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔علمائے کرام کی بارگاہ میں ایک سوال عرض ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کس دعا پڑھنے سے ہوئی ہے حضرت آدم علیہ السلام نے جب اپنا سر مبارک اٹھایا تو جنت کے دروازے پر کیا لکھا ہوا دیکھا رہنمائی فرمائیں۔المستفتی محمد اظہر الدین عظیمی بہار کھگڑیا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

الجواب الاول: سیدنا حضرت آدم علیہ السلام جن کلمات کے ذریعہ توبہ کی وہ یہ ہیں۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

(تفسیر الجلالین صفحہ۸ حاشیہ نمبر ۲۱)

اور وسیلہ نبی کریم کا لیا تفسیر روح البیان میں ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے کہا:

بحق محمد ان تغفر لی
مجھے حضرت محمد کے طفیل بخش دے۔

اور بعض کے نزدیک کلمات سے وہ کلمات مراد ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے باہر تشریف لائے تو اللہ سے کہا۔

یارب الم تخلقنی بیدك من غیر واسطة
اے اللہ! کیا تو نے مجھے بلا واسطہ پیدا نہیں فرمایا اللہ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے

پھر کہا:

یارب الم تسکنّی جنتك
اے اللہ کیا تو نے مجھے اپنے بہشت میں نہیں ٹھہرایا؟

اللہ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے پھر کہا:

یارب الم تسبق رحمتك عظمتك
اے اللہ! کیا تیرے غضب سے تیری رحمت سبقت نہیں کرگئی؟

اللہ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے پھر کہا:

یارب ارأیت ان اصلحت ورجعت وتبت اراجع انت الی الجنة
اے اللہ! کیا ہوسکتا ہے اگر اپنی اصلاح کرکے تیری طرف رجوع کرلوں اور اپنے کیے کی معافی مانگ لوں پھر تو مجھے بہشت میں جانے دیگا اللہ نے فرمایا ضرور ایسا ہی ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ کلمات عہود انسانیہ اور مواثیق آدمیہ اور وہ مناجات جو بندہ رب سے کرتا ہے جیسا کہ حضرت آدم نے معصیت سے توبہ کرکے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی خطائے سہو کا عذر پیش کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔

(ج۱ ص ۲٤۱ تا ۲٤۲ رضوی کتاب گھر دہلی)

الجواب الثانی: حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے صرف جنت کے دروازے پر ہی نہیں بلکہ ہر سمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک دیکھا جیسا کہ بخاری شریف میں خود حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا:

یابنی انت خلیفتی من بعدی فخذھابعمارۃ التقویٰ وکلماذکرت اللہ تعالیٰ فاذکر الیٰ جنبہ اسم محمدفانی رأیت اسمہ مکتوبا علی ساق العرش وانا بین الروح والطین ثم انی طفت السمٰوت فلم أر فی السماءموضعاالارأیت اسم محمدﷺمکتوباعلیہ وان ربی أسکننی الجنۃفلم أرفی الجنۃقصراولاغرفۃ الارأیت اسم محمدﷺمکتوباعلیہ ولقدرأیت اسم محمدمکتوباعلی نحورالحورالعین وعلی ورق آجام الجنۃوعلیٰ أطراف الحجب وبین اعین الملائکۃفاکثرذکرہ فان الملائکۃتذکرہ فی کل ساعاتھا

حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا اے میرے بیٹے تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو تو تم اس کو تقوی کے ساتھ لے لو اور جب تم اللہ کا ذکر کرو تو ساتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر کر لینا اس لیے کہ میں نے عرش اعظم کے پاؤں پر ان کا نام لکھا ہوا دیکھا دراں حالانکہ میں مٹی اور روح کے درمیان تھا پھر میں نے آسمانوں کا دورا کیا تو میں نے آسمانوں میں کوئی جگہ نہیں دیکھی مگر اس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا دیکھا اور بے شک میرے رب نے مجھے جنت میں سکونت عطا فرمائی تو میں نے جنت میں کوئی محل کوئی کمرہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس پر محمد کا نام لکھا ہوا نہ ہو اور بے شک حور عین کے سینوں پر میں نے محمد ﷺ کا نام دیکھا اور جنت کے باغات کی ٹہنیوں کے پتوں پر اور طوبیٰ کے درخت کے پتوں پر اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر اور پردوں کے کناروں پر اور ملائکہ کی پیشانیوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا نام دیکھا تو تم ان کا کثرت سے ذکر کرنا اس لئے کہ فرشتے ہر وقت ان کا ذکر کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

عبیداللہ رضوی بریلی شریف یوپی

۸ جمادی الاول ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات

چودہ سو سال پہلے جو آقا نے فرمایا وہی سچ ہے ایسا کہنا کیا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ علمائے کرام ومفتیان عظام کی بارگاہ میں عریضہ ہے کہ یہ شعر از روئے شرع کیسا ہے

تشریح فرمادیں۔

چودہ سو سال پہلے آقا نے جو فرمایا
بس بات وہی سچ ہے باقی سب خیالی ہے

سائل محمد عرفان نوری دموہ ایم پی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صادق ومصدوق ہیں سچے ہیں اور سچ ہی کہتے ہیں آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیئے ہوئے علم غیب سے قیامت تک اور بعد قیامت پیش آنے والے حالات وواقعات کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا سچ اور حق ہے اور وہ ہو کر رہے گا اس بابت کسی بھی سمجھدار مسلمان کو ذرہ برابر شک وشبہ نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جاننا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے۔

(احکام شریعت حصہ اول صفحہ 107 مطبوعہ اسلامک پبلیشر دہلی)

صورت مسئولہ میں اگر یہ شعر کسی سنی صحیح العقیدہ کا ہے تو مفہوم درست ہے اور اگر کسی فاسق وفاجر کا ہے تو ایسے کلام سے بچنا بہتر ہے اور اگر کسی کافر ومرتد کا ہے تو اس کے اعتقاد کے بمطابق یہ شعر غلط ہے الحاصل اس قسم کے مبہم شعر گوئی وشعر خوانی سے اجتناب انسب واولی بہتر واچھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

محمد مشتاق قادری رضوی مہاراشٹرا

۲۶ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات

کیا مروان بن حکم کو دوبارہ مدینہ منورہ بلایا گیا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔علماء کرام کی بارگاہ میں انتہائی ادب سے گزارش ہے کہ کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے مروان بن حکم کو مدینہ بلایا اور گورنر بنایا تھا؟ اگر ہاں تو کیوں؟ جواب عطاء فرما کر عند اللہ ماجور ہوں جزاکم اللہ تعالی خیرا۔سائل: حافظ عامر رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

جی ہاں مروان بن حکم کو دوبارہ مدینہ منورہ بلایا گیا تھا اسکی سچی توبہ کی بنا پر جیسا کہ حکیم الامت حضرت علامہ مفتی محمد احمد یار خان نعیمی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

ان کا نام مروان ابن حکم ابن ابوالعاص ابن امیہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ہے، ۲ھ یا خندق کے سال پیدائش ہے حضور کی زیارت نہ کی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باپ حکم کو ایک جرم کی بنا پر مدینہ سے نکال کر طائف بھیج دیا، مروان اس کے ساتھ تھا عہد عثمانی میں حکم کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت ملی تب یہ اپنے باپ کے ساتھ مدینہ منورہ آیا، اس کی کنیت عبد الملک ہے، حضرت عمر ابن عبد العزیز کا دادا ہے، معاویہ ابن یزید کے بعد تخت سلطنت پر قابض ہوا، ۶۵ھ پینسٹھ ہجری میں دمشق میں وفات پائی، تابعی ہیں، حضرت عثمان وعلی سے احادیث لیں اور اس سے حضرت عروہ ابن زبیر اور علی ابن حسین یعنی امام زین العابدین نے احادیث روایت کی خیال رہے کہ حضرت عثمان کا حکم اور مروان کو مدینہ منورہ واپس بلانا سچی توبہ کی بنا پر تھا اور درست تھا اس لیے حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں اس کو مدینہ منورہ سے نہ نکالا بلکہ حضرت عثمان کے واپس بلانے کو قائم رکھا۔واللہ اعلم

(مرآۃ المناجیح جلد(۵) ص(۸۰۷) حدیث نمبر(۸۶۱)

کتبہ

محمد راشد مکی کٹیہار بہار ہند

۲۷ جمادی الآخر ۱۴۴۲ھ بروز بدھ

سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ تاریخ ولادت اور شہادت کیا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش کی تاریخ کتنی ہے؟ اور حضرت کی تاریخ شہادت کیا ہے؟ جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں۔سائل شاہد رضا مدھوبنی بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

حضرت سید سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش 21/ رجب المرجب 405 ہجری مطابق 15/ فروری 1015 عیسوی بروز اتوار بوقت صبح صادق اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری سے 181/ سال پہلے ہوئی۔

اس وقت ان کے والد حضرت سالار ساہو علیہ الرحمۃ والرضوان محمود غزنوی کی طرف سے اجمیر شریف کے گورنر تھے وقت پیدائش ہی سے حسن یوسفی نمک ابراہیمی نور محمدی جبین انور سے عیاں تھا اور چہرۂ منور سے آفتاب ولایت تاباں تھا،جبیں سے دبدبہ حیدری نمایاں تھا،تمام چہرۂ پرنور مہر تاباں تھا۔ حضرت سالار ساہو نے فرزند مسعود کے ولادت کی خوشی میں تین شبانہ روز جشن طرب منایا تمام بازار اور شہر اجمیر کو رشک خلد بنا دیا فقراء ومحتاج کو زر وجواہر عنایت فرمایا اور افسران فوج کو بھی خلعت فاخرہ سے نوازا۔

(سوانح مسعود غازی صفحہ 28 مصنف مولانا ثابت علی برھانی صاحب)

لرز جاتے تھے سارے دشمن دیں نام ہی سن کر
عجب طاری تھی ہیبت سید مسعود غازی کی

خدا سے ہر گھڑی ڈرنا خلاف شرع مت ہونا
یہ تھی ہردم نصیحت سید مسعود غازی کی

اب حضرت کی تاریخ شہادت ملاحظہ کریں:

اٹھارہ سال گیارہ مہینے چوبیس روز دنیا میں رہے اور انیسویں سال اول وقت عصر بروز اتوار 14 رجب المرجب سنہ 424 ہجری کو بہرائچ میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

(المرجع السابق صفحہ 77)

کتبـــــہ

محمد مشتاق قادری رضوی مہارشٹر

۱۱ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بروز بدھ

حضرت آدم علیہ السلام کے قالب میں روح پڑنے کے بعد سب سے پہلے زبان سے کونسا کلمہ نکلا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح ڈالنے کے بعد جب ان کی آنکھ کھلی تو انکے زبان پر سب سے پہلا کلمہ کون سا آیا برائے کرم اس کا جواب عنایت فرما کر میرے علم میں اضافہ فرمائیں۔المستفتی دلشاد احمد سدھارتھ نگر یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

جب حضرت آدم علیہ السلام کے قالب میں روح آہستہ آہستہ داخل ہونے لگی کہ ابھی سر میں تھی آپکو چھینک آئی اور زبان سے نکلا" الحمد للہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" یرحمك اللہ" یہی اب بھی سنت ہے۔

(بحوالہ تفسیر نعیمی ج:1 /ص:267 /سورۂ بقرہ نعیمی کتب خانہ گجرات)
معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے قالب میں روح ڈالنے کے بعد سب سے پہلا کلمہ آپکی زبان مبارک سے "الحمدللہ" نکلا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــہ
اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ
1 مارچ 2021 بروز پیر

قرآن کریم کی آیتوں کی تعداد کتنی ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال:۔ اہل علم حضرات کی بارگاہ میں سوال عرض ہے کہ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ قران کے آیتیں 6666 ہیں تو کیا یہ درست ہے اور اگر نہیں تو پھر صحیح تعداد کیا ہے، اور اگر کوئی مقرر صاحب دوران تقریر یہ کہیں اور عوام سے بھی بلوائیں کی اللہ تعالیٰ نے قران کی 6666 آیتیں نازل کیے، تو مقرر صاحب کا یہ قول غلط ثابت ہونے کی صورت میں ان پر کیا حکم شرع عائد ہوگا؟ سائل شارق قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــواب بعونــــــــــــہ تعــــــــــالی

قرآن کریم کی آیتوں کی تعداد میں اختلاف ہے مگر رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں چھ ہزار دوسو سولہ (6216) آیتیں ہیں جیسا کہ الاتقان فی علوم القرآن میں ہے کہ

فتلك ستة آلاف آية و مئتا آية وست عشرة آية

(ص:147/النوع التاسع عشر فی عدد سوره و آیاته و کلماته و حروفه/ بیروت لبنان/رسالہ پبلشر)

اور مجدد اعظم سیدی سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی نے کنزالایمان میں چھ ہزار دوسو چھتیس (6236) آیات شمار فرمائی ہیں۔

(بحوالہ مخزن معلومات ص:49 / آسمانی کتابوں کا بیان/مکتبہ نعیمیہ مٹیا محل جامع مسجد دہلی)
اور قرآن کریم کی حیرت انگیز معلومات نامی کتاب ص:4 / میں تعداد آیات قرآنیہ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) مذکور ہے۔

رہی یہ بات کہ مقرر صاحب کا یہ کہنا اور عوام سے کہلوانا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی 6666 آیتیں نازل کی ہیں مذکورہ حوالہ کے مطابق صحیح و درست ہے لہٰذا کوئی حکم شرع عائد نہیں ہوگا ہاں اگر مقرر صاحب اپنے اسی ایک قول کی تاکید پر ڈٹے رہیں اور دوسرے اقوال کو نہ مانیں تو ضرور غلط بات پر اڑے رہنے کی وجہ سے بحکم شرع گنہگار ہونگے توبہ واستغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ
اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اتراکھنڈ
۱۷ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بروز منگل

احادیث کی قسمیں کب کی گئیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ صحیح احادیث اور ضعیف احادیث کہنے کا دور کب سے شروع ہوا حالانکہ قرآن و احادیث، اقوال صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے ایسا کہنا کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ سائل خلیل احمد رضوی ضیائی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

کاغذ کے ٹکڑوں؛ ہرن کی جھلیوں؛ کھجور کے پتوں؛ پر بکھری ہوئی قرآن مجید کی آیتیں عہد فاروقی سے لیکر عہد عثمان تک کتابی شکل میں ایک جگہ جمع کردی گئیں اور ساری دنیا میں اس کے نسخے پھیلا دئے گئے اور احادیث کے ساتھ آیات قرآنی کے التباس واختلاط کا کوئی اندیشہ نہیں رہ گیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کے ایما پر احادیث کی تدوین اور تصنیف وکتابت کا کام باضابطہ شروع ہوا۔

جیسا کہ حضرت امام سیوطی علیہ الرحمہ کی الفیہ کی شرح میں مقدمہ نویس نے لکھا ہے انکے الفاظ یہ ہیں:

فلما افضت الخلافة إلى عمر عبد العزيز رضى الله عنه فى عام ۹۹ تسع وتسعين من الهجرة كتب إلى ابى بكر بن حزم وهو شيخ معمر و الليث والا وزاعى ومالك وابن إسحق وابن ابى ذئب وهو نائب عمر بن عبد العزيز فى القضاء على المدينة يقول له انظر ما كان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فا كتب فانى خفت دروس العلم وذهاب العلماء

(مقدمہ شرح الفیہ، ص ۵)

یعنی جب ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں تو آپ نے ابو بکر بن حزم کو لکھا جو معمر؛ لیث ؛ اوزاعی؛ مالک؛ ابن اسحاق؛ اور ابن ابو ذئب کے شیخ تھے اور مدینہ منورہ میں محکمہ قضاء میں خلیفہ کے نائب تھے ان سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ جو حدیث بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملے اسے لکھ لو اس لئے کہ مجھ کو علم کے مٹنے اور علماء کے چلے جانے کا خوف ہے۔

(بحوالہ مقدمہ انوار الحدیث ص ۲۹ /)

غرضیکہ کہ فن حدیث پر کام کرنے کیلئے باضابطہ ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جن میں اکثر حضرات حضرت ابو بکر بن حزم اور ابن شہاب زہری کے شاگرد تھے اس کے بعد تصنیف وتالیف اور مختلف حلقہائے درس کے ذریعے احادیث کی نشر واشاعت کا سلسلہ آگے بڑھتا گیا روایتوں کے قبول ورد کے اصول؛ راویوں کے اوصاف وشرائط اور اس فن کے آداب ولوازم پر ضوابط و دساتیر کی تشکیل عمل میں آئی اور؛ اصول حدیث؛ کے نام سے علم وفکر کی دنیا میں ایک نئے فن کا آغاز ہوا۔

(بحوالہ مقدمہ انوار الحدیث ص ۲۹ /)

اسی دور سے احادیث کی قسمیں کی گئیں اور محدثین کرام نے شرائط رواۃ کو محفوظ سے محفوظ تر کرنے کیلئے خوب اچھی طرح جانچا و پرکھا اور احادیث کو سلسلہ رواۃ کی بنا پر کئی اقسام میں تقسیم کئے گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد رضا بہار امجدی مقام ہر پور وَ ابا چھپٹی سیتا مڑھی بہار

۹ جمادی الآخر ۱۴۴۲ھ بروز سنیچر

کیا جنات میں بھی کسی کو نبوت و رسالت کا شرف حاصل ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: ۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا جنوں میں بھی کوئی نبی، رسول، پیغمبر تشریف لائے ہیں؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔ سائل منصور احمد، رضا نگر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے سب بشر تھے وہ بھی سب کے سب مرد جنات میں کوئی نبی نہیں جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: انبیا سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ (حصہ اول عقائد متعلقۂ نبوت)

کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ ۔ واللہ اعلم

(سورۂ یوسف پارہ ۱۳ آیت ۱۰۹)

کتبـــــہ

محمد معصوم رضا نوری/ ۱۶ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بروز سوموار

عید میلاد النبی پر جھنڈے لگانا کن کا طریقہ ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ماہ ربیع الاول شریف میں جھنڈا لگانا سنت ہے یا مستحب یا نفل یا واجب یا فرض؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمایا جائے نیز گروپ ھذا اسے گزارش ہے کہ یہ سوال کا جواب کسی کو دینا ہے مع حوالہ سائل حوالہ مانگ رہے ہیں۔سائل تسنیم رضوی مقام کولکاتا بنگال

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

ماہ ربیع النور شریف میں عید میلاد النبی کے موقع پر جو جھنڈے لگاتے ہیں وہ جائز ہے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر مسرت کا اظہار ہے چنانچہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں حضور اعلی حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ کسی اور غرض سے جھنڈا بنایا جاتا تو اسکا حال معلوم ہونا چاہئے اگر غرض محمودہ اور اسمیں شہرت اور علامت کی حاجت ہو تو حرج نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۱۸۸،فتاویٰ مرکز تربیت افتاء صفحہ ۳۹۷)

اور مفتی مکہ امام ابن حجر مکی اپنی کتاب نعمت کبری میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وقت ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات اٹھا دیئے مجھے شام میں بصری کے محلات نظر آنے لگے تو میں نے تین جھنڈے دیکھے جو مشرق مغرب اور کعبہ کی چھت پر نصب کئے۔

اور امام ابو نعیم علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو فرشتوں نے تین جھنڈے لگائے۔

(دلائل النبوۃ مترجم اردو صفحہ ۵۴۶)

اور خاتم المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی مدارج النبوۃ میں تحریر فرمایا کہ فرشتوں نے تین جھنڈے لگائے۔

(مدارج النبوۃ صفحہ ۳۲)

اور خصائص کبریٰ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر فرشتوں نے تین جھنڈے لگائے اور اس میں کہیں بھی نہیں لکھا ہے کہ یہ روایت منکر یا موضوع ہے۔ واللہ تعالی اعلم
(الخصائص الکبری اردو جلد دوم صفحہ ۱۰۵)

کتبــــہ
محمد مظہر علی رضوی بریل در بھنگہ بہار

قرآن عظیم کس زمانے میں بالترتیب ہوا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ
سوال :۔سوال قرآن کو کس دور میں کس نے تیس پاروں میں تقسیم کیا صرف اہل علم ہی جواب دیں ۔سائل محب اللہ رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
الجـــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــالی

قرآن عظیم کی جمع وترتیب آیات وتکمیل وتفصیل سورہ زمانہ اقدس حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بامر الہی حسب بیان جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم وارشاد وتعلیم حضور سید المسلین واقع ہوئی تھی مگر قرآن عظیم صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے سینوں اور متفرق کاغذوں، پتھر کی تختیوں، بکری، دنبے کی پوستوں، شانوں، پسلیوں وغیرہا میں تھا ایک جگہ سارا قرآن عظیم مجموع نہ تھا۔

جب جنگ یمامہ میں کہ مسیلمہ کذاب ملعون مدعی نبوت سے زمانہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہُ تعالیٰ عنہ میں ہوئی صدہا صحابہ کرام حفاظ قرآن نے شہادت پائی امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہُ عنہ کے دل الہام منزل میں حق جل وعلا نے القاء کیا کہ حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر گزارش کی کہ اس لڑائی میں بہت صحابہ جنکے سینوں میں قرآن عظیم تھا شہید ہوئے یونہی جہادوں میں حفاظ صحابہ شہید ہوتے گئے اور قرآن عظیم متفرق رہا تو بہت جلد قرآن جاتے رہنے کا اندیشہ ہے میری رائے ہے کہ حکم دیجئے کہ قرآن عظیم کی سب سورتیں یکجا کرلی جائیں۔

خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی رائے پسند فرمائی اور حضرت زید بن ثابت وغیرہ حفاظ

صحابہ رضی اللہُ تعالیٰ عنہم کو اس امر جلیل کا حکم دیا کہ بحمد اللہ تعالیٰ سارا قرآن عظیم یکجا ہو گیا، ہر سورت ایک جدا صحیفے میں تھی وہ صحیفے تا حیات حضرت صدیقی خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے بعد حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہُ عنہ اور انکے بعد حضرت ام المومنین حفصہ بنت فاروق زوجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔

امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:

یہ تھا سبب حضرت عثمان غنی رضی اللہُ تعالیٰ عنہ کے مصحف میں قرآن جمع کرنے کا، صحیفوں اور مصحف میں فرق یہ ہے کہ صحیفے وہ اوراق ہیں جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہُ عنہ کے عہد مبارک میں قرآن مجید لکھا گیا تھا اس میں سورتیں الگ الگ تھیں، ہر سورت اپنی آیات کے ساتھ الگ مرتب تھی لیکن بعض کو بعض کے بعد بالترتیب نہیں رکھا گیا تھا جب انکو اس طرح لکھا گیا بعض سورتوں کو بعض کے بعد بالترتیب رکھا گیا تو مصحف بن گیا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہُ تعالیٰ عنہ کے عہد سے پہلے مصحف نہ تھا۔

امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قرآن مجید کی تالیف عہد نبوی میں ہوئی صحیفوں میں جمع زمانہ صدیقی میں ہوا اور مصاحف میں اسکی کتابت عہد عثمانی میں ہوئی، بے شک سارا قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لکھا ہوا تھا لیکن وہ سارا یکجا لکھا ہوا نہیں تھا اور نہ ہی ترتیب وار لکھا گیا تھا۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن عظیم نبی کریم کے زمانے میں لکھا گیا تھا لیکن وہ مختلف جگہوں میں بٹا ہوا تھا بعدہ حضرت صدیق اکبر نے اسکو جمع کیا تو وہ صحیفہ کی شکل میں ہو گیا اس وقت اسکی سورتیں ترتیب وار نہیں تھی جو قرآن مجید ہمارے اور آپکے درمیان موجود ہے اسکو حضرت عثمان غنی کے عہد میں کیا گیا جسکو مصحف شریف کہا جاتا ہے۔ فتاوی رضویہ جدید ج (26) ص (439 / 450) میں مکمل تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــہ
محمد راشد مکی کٹیہار بہار

کیا حضور ﷺ کے آباء واجداد دین ابراہیمی پر تھے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ اعلان نبوت سے پہلے ہمارے نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے دادا جان عبدالمطلب اور والدین محترم رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین دین ابراھیمی پر تھے مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں بہت کرم نوازش ہوگی۔ سائل محمد شاداب عالم نانپور سیتامڑھی بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

بلا شبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد مسلم تھے تو اس پر محدثین ومفکرین نے بڑی کلام کی ہے بعض ان کے مسلم ہونے پر قائل ہیں اور بعض مشرک ہونے پر مگر راجح قول یہی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد مسلم تھے اور یہی صحیح ہے اور اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت جھلکتی ہے۔

جیسا کہ امام اہلسنت فقیہ باکمال امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں: حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم:

"لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات۔
میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔

دوسری حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم:

"لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ والارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من بین ابوی۔ رواہ ابن ابی عمرو العدنی فی مسندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ اس کو ابن ابی عمرو العدنی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جدید جلد (۳۰) ص (۲۷۰) مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مقدس نسب نامہ خود بتایا جو کہ حضرت عدنان تک جا ملتا ہے حدیث ملاحظہ فرمائیں: بیہقی وابن عساکر کی حدیث میں بطریق مالک عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ وھذہ روایۃ البیہقی "(اور یہ بیہقی کی روایت ہے۔)

انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالك بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ ماافترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوین فلم یصبنی شیئ من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح و لم اخرج من سفاح من لدن اٰدم حتی انتھیت الی ابی و امی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا وفی لفظ فانا خیرکم

میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح صحیح سے پیدا ہوا آدم سے لے کر اپنے والدین تک، تو میرا نفس کریم تم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

(المرجع السابق ص (۲۸۴)

مزید تفصیلات کیلئے رسالہ (شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام) مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد راشد مکی کٹیہار بہار

۱۲ ربیع الاول ۱۴۴۳ھ بروز منگل

اعلیٰ حضرت کو ضیاء الدین کا لقب کس نے دیا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ کس شہر کے علماء نے اعلی حضرت کو ضیاء الدین کا لقب دیا سائل عبد اللہ سمستی پور بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

اعلیٰ حضرت امام احمد قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز سنہ 1295 ہجری میں جب پہلی مرتبہ زیارت حرمین شریف سے مشرف ہوئے تھے تو اس موقع پر مکہ معظمہ میں امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمال رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو ،ضیاء الدین احمد، کا لقب عطا فرمایا چنانچہ محترم اقبال احمد رضوی مصطفائی صاحب قبلہ لکھتے ہیں کہ:

26 شوال سنہ 1295 ہجری میں سفر زیارت حرمین شریف فرمایا جب حج وعمرہ سے فراغت پائی ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم میں ادا کی بعد نماز امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمال نے مڑ کر دیکھا آپ کی نظر اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کے چہرۂ انور پر پڑی بغیر تعارف آپ نے اعلی حضرت قدس سرہ کا دست مبارک پکڑا اور چل دئے حضور نے بھی کچھ نہ فرمایا اور بلا تکلف چلتے رہے یہاں تک کہ آپ نے دولت کدہ پر پہنچے اور دیر تک حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی کو پکڑ کر فرماتے رہے:

انی لا جد نور اللہ فی ھذا الجبین

میں اللہ کا نور اس پیشانی میں پاتا ہوں اس کے بعد صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی اور فرمایا تمہارا نام" ضیاء الدین احمد" ہے۔

(کرامات اعلیٰ حضرت صفحہ نمبر 26 مصنف اقبال احمد رضوی مصطفائی ناشر جمعیت اشاعت اہل سنت نور مسجد کاغذی بازار کراچی)

کتبـــــــہ

ابو الاحسان قادری رضوی ارشدی غفرلہ

حضرت امیر معاویہ کا سرکار ﷺ سے کیا رشتہ ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔(۱) کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں؟
(۲) نیز خلفائے راشدین میں کون کون شامل ہیں مدلل جواب عنایت فرمائیں سائل جابر رضا رامپوری

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

(۱) جی ہاں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے رشتے دار ہیں جسکو آج کل عموما مادری زبان میں سالا کہا جاتا ہے کیوں کہ آپ کی بہن سیدتنا حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرکار ﷺ کے نکاح میں تھیں۔

(ماخوذ از مدارج النبوت، جلد دوم،ص ۳۰۴ / ادبی دنیا، جامع مسجد دھلی)

(۲) خلفاء راشدین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت مولا علی علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بہار شریعت، جلد اول حصہ ۱،ص ۲۴۱/ مکتبہ مدینہ دھلی)

کتبـــــہ

عبید اللہ حنفی بریلوی ۹ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ

کیا روز قیامت قرآن پاک انسانی شکل اختیار کرے گا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قرآن پاک قیامت کے دن انسانی شکل اختیار کرے گا؟ جواب عنایت فرمائیں سائل ارمان فیضی گوپال گنج بہار

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــــواب بعونــــــــــــــہ تعــــــــــــالی

روز قیامت قرآن پاک انسانی شکل میں ہوگا یا ملکوتی شکل میں تو حدیث پاک میں اس بابت ہمیں صراحت نہیں ملی ہاں یہ صحیح ہے کہ قرآن پاک روز قیامت بڑی حسین وجمیل شکل میں ہوگا حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم قرآن کی ترغیب دلائی پھر قرآن پاک کی فضیلت بیان فرمائی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک سیکھو اور قرآن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا روز قیامت قرآن پاک اپنے تلاوت کرنے والے کے پاس آئے گا جبکہ اسے اس کی اشد ضرورت ہوگی (قرآن پاک) بڑی حسین وجمیل شکل میں ہوگا۔

(تنبیہ الغافلین مترجم حصہ دوم صفحہ 154 / 155 مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

کتبــــــہ

ابوالاحسان محمد مشتاق احمد قادری رضوی

بخاری شریف میں کتنی احادیث نقل کی گئیں ہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بخاری شریف کتاب کے بارے میں کہ! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں کل کتنی احادیث نقل کی ہیں، زید امام صاحب ہیں اپنی تقریر میں فرماتے ہیں کہ! بخاری شریف میں غالباً ۴۰۰۰ احادیث امام بخاری نے نقل کی، اور بکر بھی امام صاحب ہیں وہ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں کہ! بخاری شریف میں کل ۳۸۳۶ احادیث امام بخاری علیہ الرحمہ نے نقل کی، تو اب علماء کرام رہنمائی فرمائیں کے اصل میں بخاری شریف میں مع تکرار کے کل کتنی احادیث امام بخاری علیہ الرحمہ نے نقل کی۔ سائل محمد خالد رضا نوری شاہجہاں پور یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــــــواب بعونــــــــــــــہ تعــــــــــــالی

بخاری شریف میں کتنی احادیث ہیں اس سلسلے میں شارحین حدیث کے شمار میں مختلف آراء

ہیں، لیکن حافظ ابن صلاح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری شریف میں کل احادیث سات ہزار دوسو پچھتر ہیں اور حذف مکرات کے بعد چار ہزار، علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کے شمار کے مطابق کل احادیث مسندہ مع مرات سات ہزار تین سو ستانوے ہیں اور مع معلقات، ایک ہزار تین سو اکتالیس،، اور متتابعات کی تعداد تین سے چوالیس، اسی طرح بخاری کی کل احادیث مسندہ معلقات متتابعات ملا کر نو ہزار بیاسی ہیں اگر مکرات کو نکال دیں تو مرفوع احادیث کی تعداد دو ہزار چھ سو تیئس ہے۔

" قَالَ الشَّيْخ تَقِيّ الدّين بن الصّلاح فِيمَا روينَاهُ عَنهُ فِي عُلُوم الحَدِيث عدد أَحَادِيث صَحِيح البُخَارِيّ سَبْعَة آلَاف ومائتان وَخَمْسَة وَسَبْعُونَ بالأحاديث المكررة قَالَ وَقيل إِنَّهَا بِإِسْقَاط الْمُكَرر أَرْبَعَة آلَاف "

اسی کے آخیر میں ہے:

والتنبيه على اخْتِلَاف الرِّوَايَات ثَلَاثمِائَة وَاحِد وَأَرْبَعُونَ حَدِيثا فَجَمِيع مَا فِي الْكتاب على هَذَا بالمكرر تِسْعَة آلَاف وَاثْنَانِ وَثَمَانُونَ "

(فتح الباری لابن حجر العسقلانی، ۴۶۵/۱)

(تفصیل کے لیے نزھۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۸۰ ناشر دائرۃ البرکات گھوسی۔ واللہ اعلم)

کتبـــــہ

محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی چھپرہ بہار

کیا حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہو چکی ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال کیا حضرت سیدنا امام مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہو چکی ہے اس وقت وہ کس مقام پر تشریف فرما ہیں؟ براہ کرم شرعی رہنمائی فرمائیں۔ سائل عبدُ المصطفیٰ ارشدی پاکستانوی

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــواب بعونـــــــــه تعـــــــالی

حضرت سیدنا امام مہدی علی جدہ وعلیہ السلام کی ولادت با سعادت ابھی نہیں ہوئی ہے بلکہ قیامت آنے میں جب بہت کم عرصہ (تقریباً سوسوا سو سال) رہ جائے گا تب آپ پیدا ہوں گے۔

جماعت اہل سنت کے معروف مصنف حضرت علامہ عالم فقری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ قرب قیامت میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے ایک برگزیدہ شخصیت حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہوگی وہ خلیفہ برحق ہوں گے اور امت مسلمہ میں پھر نئے سرے سے اسلامی روح بیدار کریں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک خلیفہ برحق پیدا ہوگا جو ضرورت مندوں کی مالی ضروریات پوری کرنے میں تعاون کرے گا اور اس کا شمار نہیں کرے گا۔

(مسلم شریف)

حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی محمد والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا اور نسبا حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی اولاد سے ہوں گے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ عرب پر ایک شخص قبضہ نہ کرلے گا جو میرے خاندان میں سے ہوگا اور اس کا نام میرے نام پر ہوگا۔

(سنی بہشتی زیور جدید صفحہ 34 / 35 عقائد کا بیان مصنف علامہ عالم فقری مطبوعہ کتب خانہ مقبول خاص وعام لاہور)

حضرت علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آپ (حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ولادت مدینہ شہر میں ہوگی (رواہ ابونعیم) تذکرۃ القرطبی میں ہے آپ کا مولد بلاد مغرب ہے وہاں سے تشریف لائیں گے سمندر عبور کرکے (آئندہ کاروائی جاری فرمائیں گے)۔

(الاشاعۃ لاشراط الساعۃ مترجم صفحہ 420)

اب رہا یہ کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کب ظہور فرمائیں گے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز تحریر فرماتے ہیں امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں ان میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید سنہ 1837 ہجری میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور سنہ 1900 ہجری میں حضرت امام مہدی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ ظہور فرمائیں (الملفوظ کامل حصہ اول صفحہ 120 مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی) صورت مسئولہ میں حضرت سیدنا امام مہدی علی جدہ وعلیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں قیامت آنے میں جب تھوڑا عرصہ رہ جائے گا تب آپ ظاہر ہوں گے اور ظاہر ہونے سے پہلے پیدا ہوں گے۔ واللہ اعلم

کتبــــــہ

ابوالاحسان محمد مشتاق احمد قادری مہاراشٹر

۱۷ شوال المکرم ۱۴۴۲ھ بروز اتوار

کتنے انبیائے کرام پر موت طاری نہیں ہوئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے میں کہ وہ کتنے انبیائے کرام ہیں جن پر موت ایک آن کے لئے بھی طاری نہیں ہوئی؟ سائل: مصطفی رضا پتہ کھگڑیاو

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونــــــــــہ تعـــــــــالی

وہ چار انبیائے کرام علیہم السلام ہیں جن پر ابھی تک موت طاری نہیں ہوئی جیسا کہ امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:

چار نبی زندہ ہیں کہ اُن کو وعدۂ الٰہیہ ابھی آیا ہی نہیں یوں تو ہر نبی زندہ ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ:

اِنَّ اللہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ۔

یعنی بے شک اللہ عزوجل نے حرام کیا ہے زمین پر کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسموں کو خراب کرے، تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔

(ابن ماجہ ج2 ص291 رقم حدیث 1637: کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایک آن کو محض تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے موت طاری ہوتی ہے

بعد اس کے پھر اُن کو حیاتِ حقیقی حسی دُنیوی یعنی دُنیا جیسی زِندگی عطا ہوتی ہے۔ خیر ان چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور دو زمین پر حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام زمین پر ہیں اور حضرت ادریس اور حضرت عیسی علیہما السلام آسمان پر۔

(ملفوظات اعلی حضرت ح4 ص484: مجلس المدینۃ العلمیۃ کراچی)

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

باب احکام المرتد

(مرتد کے احکام کا بیان)

غصے کی حالت میں کلمۂ کفر بکنے کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں زید نے غصے کی حالت میں کہا کہ اللہ تعالی کچھ نہیں کرسکتا میں اللہ تعالی کو دیکھ لونگا وہ میرے لئے کچھ نہیں کرتا اور بھی جملے کہیں اس طرح کے تو میرا سوال یہ ہے یہ سب جملے کفریہ ہیں یا نہیں اگر نہیں تو زید کے اوپر کیا حکم ہوگا اور اگر ہے تو شاید کافر ہوگیا پھر اس پر کیا حکم ہوگا حوالہ جات تفصیلات کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم نوازش ہوگی۔سائل محمد شعیب عطاری مرادآبادی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــالی

صورت مسئولہ میں زید پر توبہ واستغفار وتجدید ایمان فرض ہے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی، کیونکہ زید کا یہ کہنا کہ اللہ تعالی کچھ نہیں کرسکتا اللہ تعالی کو دیکھ لونگا یہ صریح کفر ہے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ: کسی سے کہا گناہ نہ کر، ورنہ خدا تجھے جہنم میں ڈالے گا اس نے کہا میں جہنم سے نہیں ڈرتا یا کہا خدا کے عذاب کی کچھ پروا نہیں۔ یا ایک نے دوسرے سے کہا تو خدا سے نہیں ڈرتا اُس نے غصہ میں کہا نہیں یا کہا خدا کیا کرسکتا ہے اس کے سوا کیا کرسکتا ہے کہ دوزخ میں ڈالدے۔ یا کہا خدا سے ڈر اس نے کہا خدا کہاں ہے یہ سب کفر کے کلمات ہیں۔

(عالمگیری، بہار شریعت حصہ ۹ صفحہ ٤٦۵، مکتبہ دعوت اسلامی)

لہذا زید پر تجدید ایمان فرض ہے اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی اور تجدید بیعت بھی کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا سماجی بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہونگے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

محمد شاہد رضا قادری محمد آباد گوہنہ ضلع مئو یوپی

۳ دسمبر بروز منگل ۲۰۱۹ عیسوی

مذاق یا جان بوجھ کر کلمۂ کفر بولنے سے کفر ہوگا یا نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ اگر کوئی شخص نے مذاق سے یا جان بوجھ کر کفریہ جملہ بول دے تو اس کے لیے شرعی کیا حکم ہے اور وہ اگر کسی پیر کا مرید ہے کیا اس کی مریدی ختم ہو جاتی ہے برائے مہربانی اس کا جواب حوالہ کے ساتھ عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ سائل محمد صداقت رضا نوری اڈیشہ

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

صورت مذکورہ میں مذاق یا جان بوجھ کر کلمۂ کفر کا استعمال کرنا اگر چہ اس کا اعتقاد کفر کرنے کا نہ ہو تو بھی کفر ہے اور اگر وہ شخص مرید ہے تو از سر نو بیعت ہونا پڑے گا۔

لہذا شخص مذکور اسلام کے دائرے سے نکل گیا اب اسے کلمہ پڑھانے سے قبل علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور اگر بیوی ہے تو تجدید نکاح کے ساتھ تجدید بیعت بھی کرے۔

درمختار میں ہے:

من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف

(ج 6 باب المرتد صفحہ 356)

بحر الرائق میں ہے:

الحاصل ان من تكلم بكلمة الكفر هازلا أو لاعبا كفر عند الكل ولا

اعتبار باعتقاده کما صرح به فی خانیة

(ج5 کتاب السیر باب احکام المرتد صفحہ 210)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

إذا أطلق الرجل كلمة الكفر عمدا لكنه لم يعتقد الكفر قال بعض أصحابنا لا يكفر وقال بعضهم يكفر وهو الصحيح عندي. الهازل أو المستهزء اذا تكلم بكفر استخفافا و استهزاء ومزاحا يكون كفرا عند الكل و أن كان اعتقاده خلاف ذلك.

ترجمہ:۔اگر عمدا کوئی شخص کلمہ کفر بولا لیکن اس نے کفر کا اعتقاد نہیں کیا تو بعض نے فرمایا کہ تکفیر نہ کیا جائے گا اور بعض نے فرمایا کہ تکفیر کیا جائے گا اور میرے نزدیک یہی صحیح ہے۔ ہزل کرنے والے اور استہزاء کرنے والے نے اگر از راہ استخفاف و استہزاء و مزاح کے کلمہ کفر کہا تو سب کے نزدیک کفر ہوگا اگر چہ اسکا اعتقاد اس کے خلاف ہو۔ واللہ تعالی اعلم

(ج2 کتاب السیر صفحہ 276)

کتبـــــہ

محمد مظہر حسین سعدی رضوی اتر دیناجپور بنگال

۲۵ جون بروز منگل ۲۰۱۹ عیسوی

اگر کسی سے کفر صادر ہو جائے اور وہ پھر سے مسلمان ہو جائے تو اسکے پچھلے اعمال کا کیا ہوگا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ بعد سلام عرض یہ کہ اگر کسی شخص سے کفر صادر ہو جائے اور پھر وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے تو اسکے پچھلے اعمال کا کیا ہوگا جواب عنایت فرمائیں۔سائل سلمان رضا

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــالی

اگر کسی شخص سے کفر صادر ہو جائے تو اس کے پچھلے سارے اعمال اکارت و برباد ہو جاتے ہیں اب رہی یہ بات کہ دوبارہ اسلام لانے کے بعد پچھلے اعمال صالحہ لوٹ آتے ہیں یا نہیں تو اس میں اختلاف ہے لیکن اصح قول یہی ہے کہ پچھلا ثواب نہیں لوٹتا مگر اصل عمل لوٹ آتا ہے جو آئندہ ثواب کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

فی التاتر خانیة معزیا الی التتمة : قیل له لو تاب تعود حسناته ؟ قال : هذه المسألة مختلفة فعند أبي علی و أبي هاشم و اصحابنا أنه یعود و عند ابی القاسم الکعبی : لا, و نحن نقول : انه لا یعود ما بطل من ثوابه لکنه تعود طاعاته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعد۔

(ج:6/ص:397/ کتاب الجهاد / باب المرتد / مطلب : لو تاب المرتد هل تعود حسناته ؟)

اور ایک بات کی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جو زمانۂ اسلام میں مرتد ہونے سے پہلے قضاء ہوگئیں تھیں انکی قضاء کرنا بعد تجدید ایمان ضروری ہے لیکن جو اداء کر چکا تھا انکی قضاء نہیں البتہ اگر صاحب استطاعت ہو تو حج کرنا دوبارہ فرض ہوگا کیونکہ وہ نیکی مرتد کی وجہ سے برباد ہوگی جیسا کہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علیہ الرحمۃ والرضوان بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

مرتد اپنے ارتداد سے انکار کرے تو یہ انکار بمنزلہ توبہ ہے اگرچہ گواہان عادل سے اسکا ارتداد ثابت ہو یعنی اس صورت میں یہ قرار دیا جائے گا کہ ارتداد تو کیا مگر اب توبہ کرلی لہذا قتل نہ کیا جائے گا اور ارتداد کے باقی احکام جاری ہونگے مثلا اسکی عورت نکاح سے نکل جائے گی جو کچھ اعمال کئے تھے سب اکارت ہو جائینگے حج کی استطاعت رکھتا ہے تو اب پھر حج فرض ہے پہلا حج جو کر چکا بیکار ہوگیا۔

اور چند سطروں کے بعد اسی میں فرماتے ہیں کہ:

زمانۂ اسلام میں کچھ عبادات قضاء ہوگئیں اور اداء کرنے سے پہلے مرتد ہوگیا پھر مسلمان ہوا تو ان عبادات کی قضاء کرے اور جو اداء کر چکا تھا اگرچہ ارتداد سے باطل ہوگئی مگر اسکی قضاء نہیں البتہ اگر صاحب استطاعت ہو تو حج دوبارہ فرض ہوگا۔

(ح:9/ص:458 / مرتد کا بیان/مجلس المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی)

اور درمختار میں ہے کہ:

(شهدوا على مسلم بالردة و هو منكر لا يتعرض له) لا لتكذيب الشهود العدول بل (لان انكاره توبة و رجوع) يعنى فيمتنع القتل فقط و تثبت بقية أحكام المرتد كحبط عمل اه

اور اسی میں ہے کہ:

(و يقضى ما ترك من عبادة فى الاسلام) لأن ترك الصلاة والصيام معصية والمعصية تبقى بعد الردة (وما ادرى منها فيه يبطل ولا يقضى) من العبادات (الا الحج) ۔ والله تعالى اعلم

(ج:6/ص:390/397/ كتاب الجهاد/باب المرتد/دار الكتب العلمية

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۲۷ فروری ۲۰۲۰ء مطابق ۲ رجب المرجب ۱۴۴۱ھ بروز جمعرات

باب السلام

(سلام کا بیان)

صبح بخیر کہنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔صبح بخیر کہنا کیسا ہے؟ سائل محمد جعفر گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

بعض لوگ جب آپس میں ملتے ہیں تو " اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ " سے ابتدا کرنے کے بجائے ''آداب عرض'' کیا حال ہے؟''مزاج شریف،صبح بخیر،شام بخیر''وغیرہ وغیرہ عجیب وغریب کلمات سے اِبتداء کرتے ہیں یہ خلافِ سنت اور ممنوع ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ : كُنَّا نَقُولُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْعَمَ اللَّهُ بِكَ عَيْنًا ، وَأَنْعِمْ صَبَاحًا . فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ نُهِينَا عَنْ ذَلِكَ .

یعنی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں کہا کرتے تھے اللہ ! تیری وجہ سے ہم پر انعام کرے اور تیری صبح بخیر ہو،لیکن اسلام کے آنے کے بعد ہمیں اس سے روک دیا گیا۔

(سنن ابی داوٗد ج4 ص526:رقم حدیث 5227)

اور فتاوی رضویہ میں ہے کہ:

السلام علیکم کے جواب میں السلام علیکم کہنے سے جواب ادا ہو جائے گا اگر چہ سنت یہ ہے کہ وعلیکم السلام کہے، آداب، تسلیمات، بندگی کہنا ایک مہمل بات ہے اور خلاف سنت ہے اس کا جواب دینا کچھ ضروری نہیں۔

(ماخوذ فتاوی رضویہ ج22 ص407)

لہذا مذکورہ باتوں سے ثابت ہے کہ صبح بخیر کہنا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی
۸ شوال المکرم ۱۴۴۱ھ مطابق ۱ جون ۲۰۲۰ء بروز سوموار

عورتوں کو ایک دوسرے سے مصافحہ ومعانقہ کرنے کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ عورتوں کا ایک دوسرے سے مصافحہ ومعانقہ کرنا کیسا ہے؟ سائل: احسان رضا پیلی بھیت

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــــالی

جس طرح ایک مرد دوسرے مرد سے مصافحہ ومعانقہ کر سکتا ہے، اسی طرح ایک عورت دوسری عورت سے مصافحہ ومعانقہ کر سکتی ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ بھی کرتے ہیں، تو الگ ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا فرمان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کی کوئی تفریق نہیں کی، اور نہ ہی فقہائے کرام نے فرق کیا ہے لہذا عورتیں بھی آپس میں مصافحہ ومعانقہ کر سکتی ہیں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ:

عن البراء رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلا غفر لهما قبل أن يفترقا اه
(سنن أبي داؤد ج2 ص708، رقم2730: كتاب الأدب، باب ما جاء في المصافحة، دار الفكر بيروت)

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے کہ:

أطلق الفقهاء القول بسنية المصافحة، ولم يقصروا ذلك على ما يقع منها بين الرجال، إنما استثنوا مصافحة الرجل للمرأة الأجنبية، فقالوا بتحريمها، ولم يستثنوا مصافحة المرأة للمرأة من السنية، فيشملها هذا الحكم، وقد صرح بذلك الشربيني الخطيب، فقال: وتسن مصافحة الرجلين و المرأتين، واستدل لذلك بأنه المستفاد من عموم الأحاديث الشريفة في الحث على المصافحة، مثل قول الرسول: ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلا غفر لهما قبل أن يفترقا" وما روى عن حذيفة بن اليمان عن النبي قال: إن المؤمن إذا لقي المؤمن فسلم عليه وأخذ بيده فصافحه تناثرت خطاياهما كما يتناثر ورق الشجر فهذه الأحاديث عامة في كل مسلمين يلتقيان وتشمل بعمومها المرأة تلاقي المرأة فتصافحها۔
(الموسوعۃ الفقہیہ ص 37/357)

اور پروفیسر حضرت علامہ مفتی منیب الرحمن صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: عورتوں کا آپس میں ملاقات کے موقع پر یا کسی مسرت وشادمانی کے موقع پر مصافحہ ومعانقہ کرنا جائز ہے اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے محافل مقدسہ پر اظہار مسرت بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(تفہیم المسائل ج1 ص369)

کتبـــــہ
کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی
۲۵ ستمبر بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

گڈ مورننگ کہنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیا گڈ مورننگ کہنا جائز ہے؟ جلد جواب سے نوازیں۔سائل شکیل اختر فریدپوری

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعونہ تعالی

ایک مسلمان کی جب دوسرے مسلمان سے ملاقات ہوتو حکم یہ ہے کہ ایک کہے السلام علیکم تو دوسرا کہے وعلیکم السلام۔

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا فرمایا ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا تھا جب پیدا کیا یہ فرمایا کہ ان فرشتوں کے پاس جاؤ اور سلام کرو اور سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں جو کچھ وہ تحیت کریں وہی تمہاری اور تمہاری ذریت کی تحیت ہے حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے پاس جا کر السلام علیکم کہا انہوں نے کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ حضور نے فرمایا کہ جواب میں ملائکہ نے ورحمۃ اللہ زیادہ کیا۔

(اسلامی اخلاق وآداب صفحہ 107 مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترمذی میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جو ہمارے غیر کے ساتھ تشبہ کرے وہ ہم میں سے نہیں یہود و نصاریٰ کے ساتھ تشبہ نہ کرو یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہے اور نصاری کا ہتھیلیوں کے اشارے سے ہے۔

(حوالہ سابق صفحہ 111)

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ:

اس زمانے میں کئی طرح کے سلام لوگوں نے ایجاد کرلئے ہیں ان میں سب سے برا یہ ہے بعض لوگ کہتے ہیں بندگی عرض یہ لفظ ہرگز نہ کہا جائے بعض لوگ آداب عرض کہتے ہیں اگرچہ اس میں اتنی برائی نہیں مگر سنت کے خلاف ہے۔

(المرجع السابق صفحہ 117)

صورت مسئولہ میں گُڈ مورننگ انگریزوں کا ایجاد کردہ سلام ہے جب ایک دوسرے سے صبح کے وقت ملتے ہیں تو دونوں گُڈ مورننگ کہتے ہیں دوپہر کو جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو دونوں گڈ آفٹر نون کہتے ہیں اور جب رات میں ملتے ہیں تو دونوں گُڈ نائٹ کہتے ہیں مطلب تمہاری صبح اچھی ہو تمہارا دوپہر اچھا تمہاری رات اچھی ہو۔

لہٰذا مسلمان مسلمان سے ملاقات کے وقت انگریزوں کے ایجاد کردہ سلام کو نہ کہے کہ یہ تعلیمات نبوی کے سراسر خلاف اور یہ انگریزی سلام مسلمان سے مسلمان کے ملاقات کے وقت کہنا جائز نہیں بلکہ جب ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ملاقات ہو تو ایک السلام علیکم کہے دوسرا وعلیکم السلام کہے نیز اس میں ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا اضافہ کرسکتے ہیں اس سے زیادہ منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبـــــہ

محمد مشتاق احمد قادری رضوی مہاراشٹر

۲۷ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ بروز اتوار

سلام میں برکاتہ پر اضافہ درست نہیں ہے

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سلام کا مسنون طریقہ کیا ہے سلام کرنے والے یا مجیب کے لئے کیا کلمات اور کہاں تک ہونے چاہئے کیا مغفرتہ کا اضافہ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف کی حدیث میں مذکور ہے بینوا توجروا۔ سائل شفیق احمد

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته

الجـــــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

سلام کے کم سے کم کلمات السلام علیکم ہیں اور انتہاء السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے ایسے ہی مجیب کے لئے کم سے کم وعلیکم السلام ہے اور انتہاء وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے اس پر زیادت درست نہیں جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت نے بھی یہی فرمایا کہ سلام کی حد جو ہے وہ برکاتہ ہی تک ہے۔

اور تفسیر طبری میں ہے:

فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا رَدُّ الْأَحْسَنِ أَنْ يَزِيدَ فَيَقُولُ: عَلَيْكَ

السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ لِمَنْ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ. فَإِنْ قَالَ: سَلَامٌ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، زِدْتَ فِي ردك: وبركاته. وهذا النِّهَايَةُ فَلَا مَزِيدَ

مذکورہ عبارت میں وھذا النہایۃ فلا مزید سے ظاہر و باہر ہے نیز دوسری کئی حدیثیں اسی طرح سے منقول ہیں خوف تطویل مانع اسلئے صرف ایک پر اکتفاء کرتا ہوں:

عن عبدالله بن عباس جاء ثلاثةُ نفرٍ إلى النّبيّ فقال الأوّلُ السّلامُ عليكم فردَّ عليه النّبيُّ سلامٌ عليكم ورحمةُ اللهِ فجاء الثّاني فقال السّلامُ عليكم ورحمةُ اللهِ فردَّ عليه النّبيُّ سلامٌ عليكم ورحمةُ اللهِ وبركاتُه وجاء الثّالثُ فقال السّلامُ عليكم ورحمةُ اللهِ وبركاتُه فردَّ النّبيُّ وعليكم وأبو الفتى جالسٌ مع النّبيِّ فقال يا رسولَ اللهِ زِدْتَ فُلانًا وفُلانًا ولَمْ تزِدِ (ابنی) شيئًا فقال رسولُ اللهِ ما وجَدْنا له مَزيدًا فردَدْنا عليه ما قال

الطبرانی (۳۶۰ھ)، المعجم الأوسط ۶/۱۱۳ لم يرو هذا الحديث عن عكرمة إلا نافع أبو هرمز تفرد به عبد السلام بن مطهر ولا يروى عن بن عباس إلا بهذا الإسناد

مذکورہ بالا حدیث شریف میں ما وجدنا له مزیدا عدم اضافہ کا متقاضی ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں سلام کے جواب سے متعلق سیدی سرکار اعلی حضرت فاضل بریلوی کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

کم از کم السلام علیکم اور اس سے بہتر ورحمۃ اللہ ملانا اور سب سے بہتر وبرکاتہ شامل کرنا اور اس پر زیادت نہیں پھر سلام کرنے والے نے جتنے الفاظ میں سلام کیا ہے جواب میں اتنے کا اعادہ تو ضرور ہے اور افضل یہ ہے کہ جواب میں زیادہ کہے۔ اس نے السلام علیکم کہا تو یہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے۔ اور اگر اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا تو یہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور اگر اس نے وبرکاتہ تک کہا تو یہ بھی اتنا ہی کہے کہ اس سے زیادت نہیں۔

(فتاوی رضویہ شریف جلد 22 ص 76)

رہا ابو داؤد شریف کی روایت میں مغفرتہ کا اضافہ تو یاد رہے اس میں ایک راوی مکحول نام کے ہیں جن پر کلام ہے حاشیہ ابو داؤد شریف ملاحظہ فرمائیں۔

لھذا ثابت ہوگیا کہ سلام اور اسکے جواب میں برکاتہ پر اضافہ نہ کیا جائے نیز اگر یہ رخصت رہے

تو یقیناً تسلسل و دور لازم آئے گا جو مجیب کے لئے بہر حال دشوار کن ثابت ہوگا سلام کرنے والے نے کئی الفاظ استعمال کئے مجیب کو اس سے بہتر اور زائد کی زحمت اٹھانی ہوگی جو ایک امر شاق ہوگا۔

فدبروا یا اولی الابصار ھذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ

کتبـــــہ

محمد منظور احمد یار علوی جوگیشوری ممبئی

سلام کی ابتدا کب اور کہاں سے ہوئی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ سلام کی ابتدا کب اور کہاں سے ہوئی؟ نیز یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ ورحمتہ اللہ سلام کے ساتھ کس نے کہا۔ سائل شعبان رضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

سلام کی ابتدا حضرت آدم علیہ الاسلام سے ہوئی اور جوابِ سلام ملائکہ سے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ آدم علی صورتہ طولہ ستون ذراعا فلما خلقہ قال اذھب فسلم علی اولئك النفر دوھم نفر منا الملئکۃ جلوس فاستمع مایحیونك فانھا تحیتك ذریتك فذھب فقال السلام علیکم فقالوا السلام علیك ورحمتہ اللہ قال فزادوہ رحمۃ اللہ الی آخر الحدیث

(بخاری ومسلم)

یعنی حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا جنکے قد کی لمبائی ساٹھ گز تھی تو جب انہیں پیدا فرمایا تو حکم دیا جاؤ ان لوگوں پر سلام کرو وہ فرشتوں کی ایک جماعت تھی بیٹھی ہوئی تو غور سے سنو وہ کیا

جواب دیتے ہیں پھر وہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا تحیہ ہے چنانچہ آپ گئے تو فرمایا السلام علیکم ان سب نے کہا السلام علیک ورحمتہ اللہ تو فرمایا انہوں نے ورحمتہ اللہ بڑھا دیا الخ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ السلام علیکم کہنا یہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت اور وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ کہنا سنتِ ملائکہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلام کی ابتدا یہیں سے ہے غالباً یہ واقعہ سجدہ آدم کے بعد کا ہے اور ایک بات اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے جوابِ سلام کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو نہیں تھا بلکہ معلوم تو تھا لیکن اسے سنت ملائکہ قرار دینے کے لئے کہا تا کہ اولادِ آدم کو معلوم ہو جائے کہ سلام کرنا سنتِ آدم علیہ السلام ہے اور جواب دینا سنتِ ملائکہ انہیں تمام چیزوں کا علم پہلے ہی سکھا دیا گیا تھا اس لئے الفاظِ سلام حضرت آدم کو بتایا نہیں گیا صرف حکم ہوا کہ سلام کرو۔ واللہ تعالی اعلم

(مراۃ المناجیح جلد ششم صفحہ ۲۲۸)

کتبـــــہ

محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار

نوجوان عورت کو سلام کرنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔نوجوان عورت کو سلام کرنا کیسا ہے. اگر وہ سلام کرے تو جواب کیسے دیا جائیے۔سائل محمد اشرف خان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــالی

عورتوں کو غیر محرم مردوں کو سلام کرنا جائز ہے جیسا کہ حدیث پاک ابوداؤد میں ہے:

عن أبي أمامة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أولى الناس بالله تعالى من بدأهم بالسلام

ترجمہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرے۔

(ج2 باب فی فضل من بدا بالسلام صفحہ 706)

لیکن سلام کا جواب اس طرح دیں اگر اجنبی عورت مرد کو سلام کرے اور وہ بوڑھی عورت ہو تو مرد بلند آواز سے اس کے سلام کا جواب دے اور اگر جوان عورت ہو تو اس کے سلام کا جواب دل میں دے اگر مرد اجنبی عورت کو سلام کرے اور وہ عورت بوڑھی ہے تو بوڑھی عورت بلند آواز سے سلام کا جواب دے اور اگر عورت جوان ہے تو سلام کا جواب دل میں دے۔

رد المحتار میں ہے:

و إذا سلمت المرأة لاجنبية على رجل أن كانت عجوزا ردالرجل عليها السلام بلسانه بصوت تسمع وان كانت شابة ردعليها فی نفسه و كذا الرجل إذا سلم على امرأة أجنبية فالجواب فيه على العكس

(ج 9 كتاب الحظر و الاباحة صفحه530)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

و إذا سلمت المرأة لاجنبية على رجل أن كانت عجوزا ردالرجل عليها السلام بلسانه بصوت تسمع وان كانت شابة ردعليها فی نفسه و الرجل إذا سلم على امرأة أجنبية فالجواب فيه على العكس۔ والله اعلم

(ج5 الباب السابع فی السلام و تسميت العاطس صفحه326)

کتبـــــہ

محمد مظہر حسین سعدی اتر دیناجپور بنگال

ا مئی بروز بدھ ۲۰۱۹ عیسوی

کیا چھوٹے بچوں کے سلام کا جواب بھی دینا چاہیے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ عرض ہے علمائے کرام کی بارگاہ میں کہ ناسمجھ بچے جو کافی چھوٹے ہوتے ہیں کیا انکے سلام کا جواب بھی دینا ضروری ہے؟؟!! مستفتی محمد خالد رضا نوری

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــہ تعـــــــــالی

سلام کا جواب دینا واجب ہے خواہ وہ بچہ ہی کیوں نہ کرے حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

چھوٹا جب سلام کرے تو اس کے جواب میں بھی ،وعلیکم السلام، کہا جائے اکثر جگہوں پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ چھوٹا جب بڑے کو سلام کرتا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے جیتے رہو بڑے ہو جاؤ خوش رہو وغیرہ یہ سلام کا جواب نہیں ہے بلکہ یہ جواب زمانہ جاہلیت میں کفار دیا کرتے تھے وہ کہتے تھے ،حیاک اللہ، خلاصہ یہی ہے کہ بچے کے سلام کا جواب سلام ہی سے دیا جائے گا۔ واللہ تعالی اعلم

(بہار شریعت حصہ ١٦ ص ٤٦٥ ناشر مکتبۃ المدینہ دھلی)

کتبـــــہ

عبید اللہ رضوی بریلوی بریلی شریف یوپی

۲۲ محرم الحرام ۱۴۴۲ھ بروز جمعہ

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اللہ ربّ العزت کے سلام کا جواب کس طرح دیا کرتے تھے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتے کہ اللہ نے آپ کو سلام بھیجا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے جواب میں کیا فرماتے تھے۔ سائل حافظ محمد عارف گورکھپور

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونــــــــــہ تعـــــــــالی

اللہ تعالی کے سلام کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے یہ بات کتب حدیث میں

ہماری نظر سے نہ گزری البتہ یہ مسلم ہے کہ جوابا سلام نہ کہتے کہ اللہ تعالی کو سلام کرنا جائز نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو عمل کریں وہ جائز ہوجاتا ہے۔

بخاری ومسلم وغیرہ کثیر کتب احادیث میں ہے الفاظ بخاری کے ہیں:

حدثنا مسدد ثنا یحییٰ عن سلیمان الأعمش قال حدثنی سفیان بن سلیمان عن عبد اللہ بن مسعود قال کنا اذا جلسنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الصلاۃ قلنا السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی فلاں و فلاں فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولوا السلام علی اللہ فان اللہ ھو السلام ۔ واللہ تعالی اعلم

(ج1،ص167)

کتبـــــہ

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ

۲۲ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بروز سنیچر

جب کوئی کسی کو سلام بھیجے تو جواب کس طرح دیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ جیسے ہم نے ایک شخص کو کہا کہ بھائی فلاں شخص کو میرا سلام کہنا اس نے میرا سلام اس تک پہنچایا اب وہ میرے سلام کے جواب میں کیا کہے گا برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں بہت ضروری ہے۔ محمد منور عالم رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــواب بعونـــــــــہ تعـــــــــالی

اگر کوئی کسی کو سلام بھیجے تو اس طرح جواب دے کہ پہلے پہونچانے والے کو پھر جس نے سلام بھیجا اسکو یعنی اس طرح کہے علیک وعلیہ السلام۔

فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم باب السلام میں ہے:

من بلغ انسانا سلاما من غائب کان علیه ان یرد الجواب علی المبلغ اولا ثم علی ذالك الغائب کذا فی الذخیرة۔ واللہ تعالی اعلم

(انوار الحدیث صفحہ ۳۷۹)

کتبـــــہ
محمد مظہر علی رضوی بریل دربھنگہ بہار
۲۷ اپریل بروز سنیچر ۲۰۱۹ عیسوی

تاش کھیلنے والے اور گانے سننے والے کو سلام کرنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی مسلمان گانے بجا رہا ہو، یا تاش کھیل رہا ہو یا باتوں میں مشغول ہو تو ایسی صورت میں ان لوگوں کو سلام کرنا چاہئے یا نہیں اگر باتوں کے درمیان سلام کیا اور انہوں نے جواب نہیں دیا تو گنہگار کون ہوگا برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ المستفتی عبد الکلام رضوی بریلی شریف یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالی

میں گانے سننا تاش کھیلنا یہ اشخاص فاسق ہیں فاسق کو سلام ابتدا مکروہ ہے۔

درمختار میں ہے:

السَّلَامُ عَلَى الْفَاسِقِ لَوْ مُعْلِنًا

اسی میں ہے:

وَ كُرِهَ تَحْرِيمًا اللَّعِبُ بِالنَّرْدِ وَ كَذَا الشِّطْرَنْجِ

فتاوی ہندیہ میں ہے:

وَاخْتُلِفَ فِي السَّلَامِ عَلَى الْفُسَّاقِ فِي الْأَصَحِّ أَنَّهُ لَا يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ، كَذَا فِي

التُّمُرُ تَاشِيّ

اور تاش شطرنج کی طرح ایک کھیل ہے اور ان کو سلام کرنے کے بارے میں فقہاء کے مختلف آراء ہیں بعض سلام کرنے کو جائز کہتے ہیں بعض منع کرتے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سلام کرنے کو مکروہ فرماتے ہیں۔

جیسا کہ فتاوی ھندیہ میں ہے:

أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِالتَّسْلِيمِ عَلَى مَنْ يَلْعَبُ بِالشِّطْرَنْجِ بَأْسًا لِيَشْغَلَهُ ذَلِكَ عَمَّا هُوَ فِيهِ. وَكَرِهَ أَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى ذَلِكَ تَحْقِيرًا لَهُمْ. كَذَا فِي الذَّخِيرَةِ.

(الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، ج٥، ص٣٢٦ دار الفكر بيروت)

بہار شریعت میں حضور صدر الشریعہ و بدر الطریقہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جو لوگ شطرنج کھیل رہے ہوں ان کو سلام کیا جائے یا نہ کیا جائے، جو علما سلام کرنے کو جائز فرماتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ سلام اس مقصد سے کریں کہ اتنی دیر تک کہ وہ جواب دیں گے، کھیل سے باز رہیں گے۔ یہ سلام ان کو معصیت سے بچانے کے لیے ہے، اگر چہ اتنی ہی دیر تک سہی۔ جو فرماتے ہیں کہ سلام کرنا ناجائز ہے ان کا مقصد زجر و توبیخ ہے کہ اس میں ان کی تذلیل ہے۔

(بہار شریعت حصہ شانزدہم ٤٤٦)

اور باتوں میں مشغول ہو تو سلام کرے تو زور سے کرے تاکہ وہ سن لے اور جواب دے سننے کے بعد اس پر جواب واجب نہ دینے پر گنہگار ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبــــہ

محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی چھپرہ بہار

۹ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ بروز بدھ

کھانا کھاتے وقت سلام کرنا کیسا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔ کھانا کھاتے وقت سلام کرنا کیسا ہے اور سلام کا جواب دینا بھی کیسا ہے کرنا چاہیے یا نہیں مدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔سائل: محمد سجاد رضا

وعليكم السلام ورحمةالله وبركاته

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالى

اگر کوئی شخص کھانا کھا رہا ہے اور اس کے منہ میں لقمہ ہے تو اسے سلام نہ کرے اگر کوئی ایسے شخص کو سلام کرلے تو اسے اختیار ہے خواہ اسی وقت جواب دے یا بعد میں اور جو چائے یا پانی پی رہا ہو اسے سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں وہ جواب دینے سے عاجز نہیں جیسا کہ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

يكره على عاجز عن الرد حقيقة كاكل ولو سلم لا يستحق الجواب اه
(درمختار مع شامی ج6 ص415)

اور فتاوی شامی میں ہے کہ:

كاكل ظاهره ان ذالك مخصوص بحال وضع اللقمة فى الفم و مضغ و امام قبل وبعد فلا يكره لعدم العجز (شامی ج6 ص415)

اور بہار شریعت میں ہے کہ:

لوگ کھانا کھا رہے ہوں اس وقت کوئی آیا تو سلام نہ کرے یہ اس وقت ہے کہ کھانے والے کے منہ میں لقمہ ہے اور وہ چبا رہا ہے اور اس وقت وہ جواب دینے سے عاجز ہے۔

(بہار شریعت حصہ 16 ص 90)

لہذا مذکورہ باتوں سے واضح ہوا کہ کھانا کھانے والے کو سلام اس وقت مکروہ ہے جب لقمہ اس کے منہ میں ہو اس سے پہلے یا بعد میں مکروہ نہیں ہے۔واللہ تعالی اعلم

کتبـــــــه

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی/۲۰ اکتوبر بروز سنیچر ۲۰۱۸

مجلس ومحفل میں کسی شخص کو خاص کر کے سلام کرنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔ اگر کسی نے محفل کے اندر کسی ایک شخص کو خاص کر کے سلام کیا تو کیا اس نے غلط کیا یا صحیح؟ جواب عنایت فرمائیں آپ کی عین نوازش ہوگی۔سائل محمد خالد رضا بریلی شریف

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــه تعــــــــالی

مجلس ومحفل کے اندر کسی ایک شخص کو خاص کر کے خواہ اشارے سے یا نام لیکر سلام کرسکتا ہے اس میں کچھ حرج نہیں مگر جس شخص کو اشارے سے خاص کر کے سلام کیا گیا ہے تو مشار الیہ (جسکی طرف اشارہ کیا گیا ہو) شخص پر ہی جواب دینا واجب نہیں بلکہ مجلس ومحفل کے کسی بھی شخص کے جواب دینے سے جواب ہوجائے گا ہاں جس شخص کو نام لیکر خاص کیا گیا ہو تو خاص مسمیٰ بہ (جسکا نام لیا گیا) شخص کے جواب دینے ہی سے جواب ہوگا کسی دوسرے کا جواب اسکے جواب کے قائم مقام نہیں ہوگا۔

جیسا کہ فتاوی ھندیہ میں ہے:

و يجوز أن يشار الى الجماعة بخطاب الواحد هذا اذا لم يسم ذالك الرجل فاما اذا سماه فقال السلام عليك يا زيد فاجابه غير زيد لا يسقط الفرض عن زيد و ان لم يسم و أشار الى زيد يسقط لأن قصده التسليم على الكل كذا في المحيط۔

(ج:5/ص:325/ الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس/ بیروت، اور ایسا ہی بہار شریعت ح:16/ص:460/سلام کا بیان/مجلس المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی/ میں ہے۔واللہ اعلم)

کتبـــــه

محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اتراکھنڈ

۸ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ بروز منگل

کیا گروپ میں سلام کا جواب سب ممبران کو دینا واجب ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کوئی گروپ کے اندر سلام کرے تو سب کو جواب دینا واجب ہے یا اگر ایک نے جواب دیا تو سب بری الذمہ ہو گئے تسلّی بخش جواب دیں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے اگر کسی نے سلام والا فوٹو بھیجا یا لکھ کر بھیجا تو کیا حکم ہے کن کن صورتوں میں جواب دیا جاتا ہے وہ بھی بتلا دیں۔المستفتی غلام یاسین مرادابادی

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــالی

سلام کا جواب گروپ کے جملہ ممبران پر واجب نہیں گروپ کے ایک ممبر نے جواب دے دیا تو سب بری الذمہ ہو گئے مگر سب کو جواب دینا افضل ہے۔

موبائل کا میسج بھی خط کی طرح ہوتا ہے چاہے وہ تحریری شکل میں ہو امیج کی شکل میں ہو ریکارڈنگ کی صورت میں ہو یعنی میسج کے سلام کا جواب دینا واجب ہے اور یہ واجب دو طرح ہے ایک یہ کہ زبان سے جواب دے یا لکھ کر بھیجے اور اگر زبان سے جواب دے دیا تو لکھ کر بھیجنا ضروری نہیں ہے لیکن لکھ کر بھی بھیج دینا بہتر ہے۔واللہ تعالی اعلم

(ماخوذ از بہار شریعت حصہ ۱۶ سلام کا بیان)

کتبـــــہ

محمد معصوم رضا نوری

۲۴ صفر المظفر ۱۴۴۲ھ بروز سوموار

ہندو کو سلام کرنا درست نہیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال:۔ گروپ ممبران سے ایک سوال یہ ہے کہ ہندو کو سلام یا اسکے سلام کا جواب دینا کیسا ہے ؟ جواب عنایت کریں مہربانی ہوگی۔ المستفتی: محمد یاسین رضا

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجــــــــــواب بعونـــــــــــــہ تعـــــــــــــالی

کسی غیر مسلم کو سلام میں پہل کرنا حرام ہے اور اس کے سلام کے جواب میں صرف" وعلیکم" کہنا واجب ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سلم علیکم اھل الکتاب فقولوا وعلیکم
یعنی جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو ان کے جواب میں صرف وعلیکم کہو۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث 5646)

اور علامہ یحیی بن شرف الدین نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

واختلف العلماء فی رد السلام علی الکفار و ابتدائھم به فمذھبنا تحریم ابتدائھم به و وجوب ردہ علیھم بأن یقول وعلیکم او علیکم فقط و دلیلنا فی الابتداء قوله صلی الله تعالی علیه وسلم لاتبدوا و الیھود و النصاری بالسلام و فی الرد قوله فقولوا وعلیکم و بھذا الذی ذکرناہ عن مذھبنا قال اکثر العلماء و عامة السلف و ذھبت طائفة الی جواز ابتدائنا لھم بالسلام

یعنی کفار کو سلام میں پہل کرنے اور ان کے سلام کے جواب دینے میں علماء کا اختلاف ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ انہیں سلام میں پہل کرنا حرام ہے اور صرف وعلیکم یا علیکم کہہ کر ان کے سلام کا جواب دینا واجب ہے کفار کو سلام میں پہل کرنے کی حرمت کے بارے میں ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے یہود و نصاری کو سلام میں پہل نہ کرو اور کفار کے سلام کا جواب دینے کے

بارے یہ ارشاد رسول ہے جب کفار سلام کریں تو جواب میں وعلیکم کہو اور اسی لئے ہم نے اسے" مذہب شوافع" کے طور پر ذکر کیا ہے اکثر علماء اور عام متقدمین کا یہی مذہب ہے اور علماء کی ایک جماعت نے غیر مسلم کو سلام میں پہل کرنے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

(شرح مسلم للنووی ج6 ص293: مکتبۃ البشری دمشق)

اور امام اہل سنت سیدی اعلیحضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ذمی کافر کی تعظیم کرتے ہوئے سلام کیا تو کافر ہو گیا۔

(فتاوی رضویہ ج21 ص247 رضا فاونڈیشن لاھور، بحوالہ: تفہیم المسائل ج6 ص530)

البتہ دفع ضرر مظنون بظن غالب کفار کے لئے ابتدا بالسلام کی رخصت ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبـــــہ

کریم اللہ رضوی جوگیشوری ممبئی

۱۵ دسمبر بروز سنیچر ۲۰۱۸

اذان و اقامت تلاوت وخطبۂ جمعہ وعیدین کے وقت سلام کرنا کیسا ہے؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

سوال: حضور ایک سوال ہے کہ اذان کے وقت سلام کرنا کیسا ہے۔ برائے کرم مکمل جواب عنایت فرمائیں۔ بہت نوازش ہوگی۔ سائل محمد سرفراز قادری ایم پی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجـــــــــواب بعونـــــــــــہ تعـــــــــــالی

اذان و اقامت وخطبۂ جمعہ وعیدین کے وقت سلام نہیں کرنا چاہیے اسی طرح جو شخص تلاوت یا درس وتدریس یا علمی گفتگو یا سبق کی تکرار میں مشغول ہو اسکو بھی سلام نہ کرے اور اگر کرلیا تو جواب دینا واجب نہیں۔

جیسا کہ فتاوی ھندیہ میں ہے:

یکرہ السلام عند قرأۃ القرآن جھرا و کذا عند مذا کرۃ العلم و عند

الاذان والاقامة والصحيح أنه لا يرد فى هذه المواضع ايضا كذا فى الغياثيه۔
(ج:5/ص:325/ الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس/ بیروت، اور ایسا ہی بہار شریعت ح:16/ص:462/سلام کا بیان/مجلس المدینۃ العلمیۃ دعوت اسلامی/ میں ہے۔واللہ اعلم)

کتبــــــہ
محمد اسرار احمد نوری بریلوی نینی تال اترا کھنڈ
۱۱ ربیع الآخر ۱۴۴۲ھ بروز جمعہ

دوران تلاوت قرآن سلام کا جواب دینا کیسا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہے باہر سے کوئی آتا ہے اور سلام کرتا ہے اب تلاوت کرتا شخص اُسکا جواب دیا جائے یا نہیں رہنمائی فرمائیں۔

وعليكم السلام ورحمةالله وبركاته

الجــــــــــواب بعونـــــــــــه تعـــــــــالی

دِوران تلاوت قرآن کریم سلام کا جواب دینا درست نہیں، لہذا شخص مسؤل پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں، جیسا کہ درمختار میں علامہ علاء الدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"عَلَى عَاجِزٍ عَنْ الرَّدِّ حَقِيقَةً كَآكِلٍ أَوْ شَرْعًا كَمُصَلٍّ وَقَارِءٍ وَلَوْ سَلَّمَ لَا يَسْتَحِقُّ الْجَوَابَ"

اور رد المحتار علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

" (قَوْلُهُ وَلَوْ سَلَّمَ لَا يَسْتَحِقُّ الْجَوَابَ) أَقُولُ: فِي الْبَزَّازِيَّةِ: وَإِنْ سَلَّمَ فِي حَالِ التِّلَاوَةِ فَالْمُخْتَارُ أَنَّهُ يَجِبُ الرَّدُّ بِخِلَافِ حَالِ الْخُطْبَةِ وَالْأَذَانِ وَتَكْرَارِ الْفِقْهِ اهـ وَفِيهَا وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ فِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ۔

[الدر المختار وحاشية ابن عابدين كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع، ج۶

ص ۴۱۵ دار الفکر]

اور فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

يُكْرَهُ السَّلَامُ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ جَهْرًا، وَكَذَا عِنْدَ مُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ، وَعِنْدَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ فِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ أَيْضًا. كَذَا فِي الْغِيَاثِيَّةِ"

(الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع في السلام، ج ۵ ص ۳۲۵۔ دار الفکر بیروت لبنان)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے کوئی شخص تلاوت میں مشغول ہے یا درس وتدریس یا علمی گفتگو یا سبق کی تکرار میں ہے تو اس کو سلام نہ کرے۔ اسی طرح اذان واقامت وخطبہ جمعہ وعیدین کے وقت سلام نہ کریں اور اسی میں ہے جو شخص ذکر میں مشغول ہو اس کے پاس کوئی شخص آیا تو سلام نہ کرے اور کیا تو ذاکر (یعنی) پر جواب واجب نہیں۔

(بہار شریعت جلد سوم حصہ شانزدہم صفحہ ٤٦٥ مکتبہ مدینہ)

کتبــــــہ

محمد منظر رضا نوری اکرمی نعیمی چھپرہ بہار

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا کیسا؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سوال:۔ ایک سوال ہے کہ نمازی مسجد میں سنت پڑھ رہا ہو اور دوسرا نمازی بعد میں آیا وہ سلام کیا تو اس کو سلام کرنا کیسا ہے جواب عنایت فرمائیں۔ سائل محمد اختر جیبی گوپال گنجوی بہار

الجــــــــواب بعونــــــــــہ تعــــــــــالی

آنے والا شخص نماز پڑھنے والے کو سلام نہ کرے البتہ ایسی صورت میں مسجد میں داخل ہونے پر یوں کہے " اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ "، اور اگر سلام کر بھی لیا تو اس پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں اور بعد نماز جواب دیا تو کوئی حرج بھی نہیں۔

جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ؛ آداب مسجد وقبلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ؛ مسجد میں جب

داخل ہو تو سلام کرے بشرطیکہ جو لوگ وہاں موجود ہیں ذکر و درس میں مشغول نہ ہوں اور اگر وہاں کوئی نہ ہو یا جو لوگ ہیں وہ مشغول ہیں تو یوں کہے " اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ " ذکر کے سوا آواز بلند نہ کرے۔

(بہار شریعت جلد چہارم حصہ شانزدہم؛ صفحہ ۱۲۱؛ آداب مسجد وقبلہ کا بیان)

نیز اسی میں ہے سلام اس لئے ہے کہ ملاقات کرنے کو جو شخص آئے وہ سلام کرے کہ زائر اور ملاقات کرنے کی یہ تحیت ہے:

لہذا جو شخص مسجد میں آیا اور حاضرین مسجد تلاوت قرآن وتسبیح و درود میں مشغول ہیں یا انتظار نماز میں بیٹھے ہیں تو سلام نہ کرے یہ سلام کا وقت نہیں اسی واسطے فقہا یہ فرماتے ہیں کہ انکو اختیار ہے کہ جواب دیں یا نہ دیں ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں اس لئے بیٹھا ہے کہ لوگ اس کے پاس ملاقات کو آئیں تو آنے والے سلام کریں۔

اور اسی میں آگے تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص ذکر میں مشغول ہو اس کے پاس کوئی شخص آیا تو سلام نہ کرے اور کیا تو ذاکر پر جواب واجب نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

(بہار شریعت جلد چہارم حصہ شانزدہم صفحہ 91/90)

کتبـــــہ

محمد اختر رضا قادری